خراسان کی فتح پر خلیفۂ ثانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں سے خطاب

جب احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے خراسان کی فتح کی خوشخبری سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجی، اور جو کچھ ترکوں کا مال اور ساز وسامان غنیمت ہوا تھا، وہ بھیجا، اور اطلاع بھیجی کہ دشمن میں سے کتنے لوگ مارے گئے، اور کیسے اللہ تعالیٰ نے انھیں غیظ وغضب سے لوٹایا کہ کوئی خیر ان کے ہاتھ نہ آئی، جب یہ سب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچا، آپ منبر پر تشریف لائے اور سیدنا احنف رحمۃ اللہ علیہ کا خط آپ کے سامنے لوگوں میں پڑھ کر سنایا گیا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں سے مخاطب ہوئے:

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت دے کر بھیجا، اور آپ کی اتباع کرنے والوں سے جلد اور بدیر یعنی دنیا وآخرت کے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا‘‘۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾

[وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کر دے، چاہے مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔] (التوبہ: ۳۳)۔

’’پس تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو پورا کیا، اور اپنے لشکر کی مدد فرمائی۔ جان رکھو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجوس کے بادشاہ کو ہلاک کر دیا، اور اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا، وہ اپنے ملک کی بالشت بھر زمین پر بھی قابض نہیں رہا کہ وہاں وہ کسی مسلمان کو نقصان پہنچا سکے۔ جان رکھو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان کی زمینوں، گھروں، مال ومتاع، اور بیٹوں کا مالک بنایا ہے، تاکہ وہ دیکھ سکے کہ تم کیا اعمال کرتے ہو؟ پس تم اس سے ڈرتے ہوئے اس کے احکامات کی ادائیگی کے لیے کمربستہ ہو جاؤ،، (جواباً) وہ تم سے کیا ہوا اپنا عہد پورا کرے گا، اور اپنے وعدے کے مطابق تمھیں عطا فرمائے گا۔ اور دیکھنا! تم بدل نہ جانا، ورنہ وہ تمھاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ پس میں اس امت کے معاملے میں کسی نقصان سے نہیں ڈرتا، سوائے اس کے جو ان کی اپنی خرابی کے سبب پیش آئے‘‘۔

(البدایہ والنہایہ از امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)

جلد نمبر: ۱۴، شمارہ نمبر: ۴

محرم، صفر ۱۴۴۳ھ — اگست، ستمبر ۲۰۲۱ء

بحمدِ اللہ... مُسلسل اِشاعت کا چودھواں سال!

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگوں میں نبوت موجود رہے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی چاہت کے مطابق اٹھالیں گے۔ پھر مشیتِ ایزدی سے خلافت علی منہاج النبوہ ہوگی، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اسے بھی اٹھالیں گے۔ پھر اس کے بعد ظلم کی بادشاہت ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے برقرار رکھیں گے، یہاں تک کہ اپنی مشیت سے اسے بھی اٹھالیں گے۔ پھر جبر کی حکومت ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے، اور اسے بھی پھر اپنی مشیت سے جب چاہیں گے اٹھالیں گے۔ اس کے بعد دوبارہ خلافت علی منہاج النبوہ ہوگی''۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، مزید کچھ نہ فرمایا۔ (مسند احمد)

اس شمارے میں

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co
www.nawai.io/Twitter
www.nawai.io/Channel
www.nawai.io/Bot
www.nawai.io/ChirpWire

اعلانات از ادارہ:

- اس خصوصی شمارے میں علمائے کرام کی اجازت سے انسانی تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ تاہم یہ اجازت اس درجے میں ہمیں دی گئی ہے کہ جب تک یہ تصاویر عکسی ہیں، اور کاغذ پر نہیں اتریں۔ لہٰذا اگر کوئی فرد بھی اس شمارے کو کاغذ پر پرنٹ کرنا چاہے تو براہِ کرم انسانی تصاویر کو بلر (blur) کر کے پرنٹ کرے۔ قدیم و معاصر علماء کی اکثریت بہرحال کاغذ پر اتری ہوئی تصویر کی اجازت نہیں دیتی۔
- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع ہونے والے 'مستعار مضامین' (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس/سٹیٹس/ٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

قیمت: اس مجلّے کی قیمت آپ کی دعا...... اور اس دعوت کو فی اللہ آگے پھیلانا ہے!

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے..... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ...

أعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○﴾

ستمبر کا مہینہ گزشتہ ۱۹ سالوں میں جب بھی آتا رہا، جدید دنیا کی 'سپر پاور' امریکہ پر... اس کی اپنی زمین پر ہونے والے... مجاہدین کے مبارک حملوں کی یاد دلاتا رہا، مگر امسال... یہ مہینہ ہمیں ایسی خوشیاں دکھا رہا ہے، جیسی خوشی گزشتہ ایک صدی میں امتِ مسلمہ کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اتنی بڑی خوشی کہ جس کی یاد آئندہ آنے والے سالوں، بلکہ صدیوں میں بھی زندہ رہے گی، اور اس کا جشن منایا جاتا رہے گا، بلکہ یہ ایک خوشی آئندہ نجانے کتنی ہی خوشیوں کی ابتداء بنے گی۔ جی ہاں... یہ خوشی 'امریکہ' اور اس کی آلہ کار 'کابل انتظامیہ' کی افغانستان میں 'شکست' کی خوشی ہے، یہ خوشی 'طالبان مجاہدین' کے ہاتھوں افغانستان کی 'فتح' کی خوشی ہے، یہ خوشی امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ 'امارتِ اسلامیہ افغانستان' کی 'بحالی' کی خوشی ہے۔

'امارتِ اسلامیہ افغانستان'... عالمِ حاضر میں وہ واحد ریاست ہے جو اسلام کے اصولوں پر وجود میں آئی ہے، وہ واحد حکومت ہے جس میں قرآن وسنت کی بالادستی ہے اور اسلامی حاکمیت اپنی حقیقی شکل میں موجود ہے، وہ واحد سلطنت ہے جس کے کارپرداز اسلام سے صرف زبانی نسبت نہیں رکھتے، بلکہ اسلام ان کی زندگیوں میں نمایاں ہے، اسلام ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ امارتِ اسلامیہ کی سب سے نمایاں حیثیت ہی یہ ہے کہ موجودہ دنیا جس عالمی نظام میں بندھی ہوئی ہے، یہ اس سے آزاد وجود میں آئی ہے۔ نظامِ حکومت اس نے کسی بھی دوسری دنیا سے مستعار نہیں لیا ہے، یعنی اس کے کارپردازان نہ مغرب کے پروردہ جمہوری نظام کو رائج کرتے ہیں، نہ چین وروس کی پارٹی حکومت ان کی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے، نہ ایران کا جدید انقلابی ورژن ان کے لیے آئیڈیل ہے... نہیں! انھوں نے وہی نظام اپنایا ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا تھا، اور جسے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے دنیا میں رائج کیا تھا۔ اور دوسری طرف یہ کسی بھی غالب قوت کا اثر قبول نہیں کرتے، بلکہ سپر پاور کو تو شکست دے کر وجود میں آئے ہیں۔ نہ امریکہ کی چلتی ہے، نہ روس اور چین ان پر اپنی چلاسکتے ہیں، ان کا اعلان ہے کہ وہ ایک ایسی قوت ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کسی کی نہیں مانتے۔

یہ وہ حکومت ہے جو ایک صدی سے امتِ مسلمہ کے یہاں مفقود تھی۔ خلافتِ عثمانیہ کے بعد اسلامیوں کو کوئی بھی ایسی حکومت اور قوت میسر نہیں آئی تھی۔ کتنے ہی ممالک ہیں جن کا نام آپ 'اسلامی' ممالک کے طور پر لے سکتے ہیں، لیکن آپ انھیں اسلامی اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ وہاں 'مسلمان' اکثریت میں بستے ہیں، وہاں کی عوام مسلمان ہے، وگرنہ نہ ان کا نظام اسلامی ہے، اور نہ ہی ان ممالک کی قوت اسلام کی قوت ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد مغرب نے اعلان کر دیا تھا کہ اب اسلام بطور نظام دنیا میں مغلوب ہو گیا ہے، اب اسلام کے اس ورژن کو ہم نے شکست دے دی ہے جو حکومت سازی اور ریاست سازی کی تعلیم بھی رکھتا تھا۔ اور جہاں کہیں مسلمانوں میں ایسی آواز اٹھتی تھی کہ اسلام بطورِ نظام چاہیے تو انھیں 'دہشت گرد'، 'شدت پسند'، 'بنیاد پرست' اور 'قدامت پسند' کہہ کر پچھاڑ دیا جاتا تھا۔

لیکن سلام ہو امارتِ اسلامیہ افغانستان پر اور مجاہدینِ طالبان پر... جنھوں نے مسلمانوں کو اس شرمندگی سے باہر نکالا، دنیا کی سپر پاور 'امریکہ' اور اس کے تمام 'اتحادیوں' کو شکست دی، اسلام کی حقانیت کو آج دنیا کے سامنے ثابت کر دیا، اور اسے مغلوبیت سے نکال کر غلبے کی صورت عطا کر دی۔ پس کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ محض افغانستان میں امریکہ کی شکست ہے۔ نہیں! یہ عالمی مغربی 'سیکولر' نظام کی شکست ہے، یہ اس نظریے کی شکست ہے کہ اسلام کا ریاست و حکومت سے کوئی تعلق نہیں، یہ ہر اس طاقت کی شکست ہے جو ایک صدی سے مسلمانوں کو ریاستی غلبے سے روکنے کی کوشش میں تھی، یہ مغربی قوتوں کی پوری ایک صدی کی جنگ میں ان کی شکست ہے۔ یہ صرف امریکہ کی شکست نہیں، بلکہ برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس... ہر اس ملک کی شکست ہے جو اسلام کو ریاستی سطح پر غالب ہونے سے روکنے کے لیے لڑ رہا تھا، بلکہ ان ممالک کے ساتھ ان 'نام نہاد' اسلامی ممالک کی بھی شکست ہے جن کے حکمران اور افواج اول الذکر قوتوں کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے ہمیشہ 'اسلامی حاکمیت' کے راستے میں رکاوٹ بنے رہے ہیں۔

یہ صرف امارتِ اسلامیہ کی افغانستان میں فتح نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کی فتح ہے، یہ فتح اس نظریے کی فتح ہے کہ اسلام اس وقت تک کامل نہیں جب تک کہ ریاستی غلبہ اسلام ہی کو حاصل نہ ہو جائے، یہ فتح ہر اس مسلمان کی فتح ہے جو دنیا میں بھی سیکولر نظام سے آزادی اور اسلام کے غلبے کے تحت زندگی گزارنے کو اپنا مقصود سمجھتا ہے۔

اب جب اتنی بڑی فتح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا کی ہے، تو اس کی قدر کرنا بھی تمام مسلمانوں پر ضروری ہے۔ یہ فتح بڑی قربانیوں کے بعد ملی ہے۔ شہادتیں، گرفتاریاں، دربدریاں، مال و متاع کی تباہی، املاک کا نقصان... نجانے کتنی تکالیف سے افغان قوم اور دیگر مسلمان گزرے ہیں، لہٰذا اس فتح کی اس نعمت کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ کوئی بھی ایسا عمل کسی مسلمان سے سرزد نہ ہو جس سے اس نعمت کی ناقدری ہو، یا جس سے اس نعمت کے زوال کا خدشہ ہو۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا 'تحفظ' اور 'دفاع' ہر مسلمان کی اخلاقی اور شرعی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری اگرچہ افغان قوم کے حق میں 'تاکیدی' ہے، مگر دیگر مسلمان بھی اس سے عہدہ برآ نہیں ہیں۔ لہٰذا امارتِ اسلامیہ کی سیاست کی تائید کرنا، اور امیر المؤمنین کے اوامر کی تابعداری کرنا ہم پر لازم ہے۔

امریکہ کا بار بار یہ الزام لگانا کہ پھر سے افغانستان سے 'القاعدہ' اس پر حملہ آور ہو گی، یہ سراسر غلط ہے اور دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ القاعدہ ہو یا کوئی بھی دوسرا صالح مجاہدین کا گروہ، وہ اپنی اولین ترجیح امارتِ اسلامیہ کے تحفظ کو رکھے گا۔ وہ کوئی بھی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جس سے امارتِ اسلامیہ کو کوئی بھی خطرہ درپیش ہو۔ ہمارے علم میں اب افغانستان میں کوئی بھی ایسا گروہ فعال نہیں ہے جو اس زمین سے باہر کسی قوت پر ضرب لگانے کا ایجنڈا رکھتا ہو۔ باقی جو مجاہدین یہاں موجود ہوں بھی، تو وہ تو امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ دامت برکاتھم کی بیعت میں ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس بیعت میں ہوتے ہوئے کوئی ایسا کام کریں جو خود امیر المؤمنین دامت برکاتھم کے صریح احکامات کی خلاف ورزی ہو۔ لہٰذا ہم سب کے سامنے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ امریکہ کا بار بار اس الزام کا اعادہ کرنا کہ امارتِ اسلامیہ کے قیام کے بعد دوبارہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ افغانستان سے باہر ممالک پر حملے ہوں گے، یہ دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں... جس سے امریکہ کا مقصد یہ ہے کہ امارتِ اسلامیہ کے راستے میں روڑے اٹکائے اور دنیا والوں کو بھی اپنے ساتھ اس میں شامل کرے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو مل کر امریکہ اور مغرب کے ان الزامات کو رد کرنا چاہیے اور امارت کا دفاع کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اسلام کے ان دشمنوں کی تمام چالوں کو انھی پر الٹائیں، عالمی قوتوں کی دھونس سے امارتِ اسلامیہ کی حفاظت فرمائیں، امارتِ اسلامیہ کو وہ قوت عطا فرمائیں کہ جس کے بل پر وہ خود اپنی داخلی سیاست میں بھی اسلامی احکام پر عمل کر سکیں، اور اپنی خارجی سیاست بھی شریعت کے دائرے میں آگے بڑھا سکیں، آمین۔ اللہ تعالیٰ امارتِ اسلامیہ کو وسائل سے مالا مال کر دیں، اور غیر اسلامی قوتوں کی محتاجی سے محفوظ فرمائیں، آمین۔

امسال... ستمبر کا مہینہ اس حوالے سے بہت مبارک ہے کہ اس میں ہم دو خوشیوں سے حظ اٹھا رہے ہیں... ایک امارتِ اسلامیہ کی فتح کی خوشی جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے، اور دوسری خوشی اس بات کی کہ ۱۱ ستمبر کے مبارک حملوں سے عالمی سطح پر امریکہ کے جس زوال کا آغاز ہوا تھا، وہ اب ظاہر و باہر ہے۔ امریکہ عالمی سیادت کی جس کرسی پر سرد جنگ کے بعد براجمان ہوا تھا، بلاشبہ آج وہ اس سے اتر چکا ہے۔ روس اور چین تو اس کے باجگزار پہلے بھی نہ تھے، لیکن یورپ جو اس سارے عرصے میں اس کے بغل بچے کا کردار ادا کر رہا تھا، وہ بھی اب امریکہ کی عالمی سیادت سے اترنے کا کھلے بندوں اظہار کر رہا ہے۔ برطانوی سیکرٹری دفاع 'بین والس' (Ben Wallace) کا یہ تبصرہ قابلِ توجہ ہے۔

''یہ بات واضح ہے کہ برطانیہ ایک سپر پاور نہیں ہے۔ لیکن وہ سپر پاور (امریکہ) جو ثابت قدمی دکھانے پر تیار نہیں، شاید وہ بھی اب سپر پاور نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ ایک عالمی طاقت تو نہیں رہی!''

پھر خود امریکہ کا بار بار یہ کہنا کہ اب آئندہ وہ کسی خطے میں جنگ کے لیے اپنی افواج نہیں بھیجے گا، شیخ اسامہ بن لادن ﷫ کی حکمتِ عملی کی کامیابی اور امریکی شکست کی واضح علامت ہے۔ وہ امریکہ جو آگے بڑھ کر مسلم خطوں میں جارحیت برپا کر رہا تھا، وہ اب اقدام سے باز آگیا ہے۔ زوال کا پہلا قدم امریکہ اٹھا چکا ہے۔ تاہم ابھی تک اس کی قوت مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی ہے۔ وہ 'اقدام' سے ضرور پیچھے ہٹ گیا ہے، ابھی 'توازن' کے مرحلے میں آگیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ جب اس پر ضرب لگے گی تو صرف اسی وقت وہ اقدام کرے گا۔ اس توازن کے مرحلے کے بعد دفاع کا مرحلہ بھی آئے گا، جب امریکہ حصار میں آکر اپنے جغرافیائی دفاع پر مجبور ہو گا اور اس وقت اس کے زیرِ اثر ممالک بھی اس کے اثر سے نکل جائیں گے اور دنیا کی سیاست میں وہ بے اثر ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ اسی وجہ سے شیخ اسامہ بن لادن ﷫ نے جو حکمتِ عملی اپنائی تھی، اسے آگے جاری رکھنا ضروری ہے۔ اس پر مزید جنگ مسلط کرنا... جبکہ وہ اس سے بچنے کی کوشش میں ہے ناگزیر ہے، تاکہ اس کا رہا سہا 'ارادۂ جنگ' [will to fight] بھی ٹوٹ جائے... جس کے نتیجے میں وہ مشرقِ وسطیٰ کی سیاست میں دخل اندازی سے رک جائے اور بالآخر اسرائیل کی پشتیبانی بھی اس پر بھاری پڑ جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے۔ امیر محترم شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے اپنے جدید بیان میں فرمایا، جو اس سال گیارہ ستمبر کے موقع پر نشر ہوا ہے:

''اس حالیہ مرحلے کا ہدف دشمن (امریکہ) کو مزید 'تھکانا' ہونا چاہیے، یہاں تک کہ یہ اقتصادی اور عسکری لحاظ سے مکمل طور پر نڈھال ہو کر رہ جائے۔ اور اسی ضمن میں میدان سے باہر دشمن کو ہدف بنانا اور خود اس کی زمین پر اسے ہدف بنانا اہم ہے۔''

یہی درست منہج ہے، یہی صحیح راستہ ہے، یہی صائب طریقہ ہے... ایک طرف زمین پر دین کو غالب کر کے اس کا دفاع کیا جائے، جس کی صورت امارتِ اسلامیہ افغانستان کا تحفظ اور دفاع ہے... اور یہ اسی پالیسی کے مطابق ہو سکتا ہے جسے امارتِ اسلامیہ نے اپنایا ہے...، اور دوسری طرف دنیا بھر میں امریکہ و اسرائیل اور عالمی نظام کے محافظین کے خلاف جہاد کو جاری رکھنا جس کی بدولت مسلم سرزمینوں کو ان کی دستبرد سے آزاد کیا جائے، عالمی نظام کے مقابلے میں علاقائی سطح پر نفاذِ اسلام و شریعت کی تحریک کو مستحکم کیا جائے، اور کفری طاقتوں کا وہ زور توڑا جائے جس کی وجہ سے وہ کسی بھی خطے میں غلبہ اسلام کی تحریک کو پنپنے نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ عالمِ اسلام میں اتنی قوت پیدا ہو جائے کہ وہ عالمی طاقتوں کے مقابلے میں سر اٹھالیں، عالمی طاقتیں ان کے سامنے مجبور ہو جائیں اور یوں مسلمانوں کی مرکزی خلافت کے قیام کی راہ ہموار ہو جائے۔ پھر یہی خلافت آئندہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا دفاع کرے اور اسلام کے غلبے کی عالمگیر محنت کو آگے بڑھائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان لفظوں میں زندگی کی روح پھونک دیں، ان لفظوں کو واقعات کا رنگ دے دیں، اور ہمیں بھی ان واقعاتی کردار میں شامل فرمالیں، آمین۔

وما ذلك على الله بعزيز!

*****

امارتِ اسلامیہ افغانستان کی بحالی کی 'خاص الخاص' خوشی میں ہم برصغیر کے اپنے قارئین کے سامنے 'نوائے غزوہ ہند' کا خصوصی شمارہ نشر کر رہے ہیں۔ آیئے! آپ بھی ہمارے ساتھ اس خوشی میں شریک ہو جایئے، امارتِ اسلامیہ کا حق جانیے، اس کے دفاع کے لیے کمربستہ ہو جایئے اور اسے نمونہ بنا کر اپنی جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لیے عزم کر لیجیے۔ اس جذبے کو لے کر اس شمارے کو اپنے اپنے حلقوں میں خوب عام کیجیے۔ اپنے خاندانوں میں پھیلایئے، علمائے کرام اور مشائخ طریقت تک پہنچایئے، دانشورانِ ملت میں عام کیجیے، اہلِ ہنر اور اہلِ فن حضرات کو پڑھایئے، جو کوئی سوشل میڈیا پر متحرک ہو تو وہ اسے وہاں پرائیویٹ شیئر کے علاوہ مختلف پیجز، گروپس، چینلز پر بھی نشر کرے۔ اور یہ سب کرنے میں اپنی نیت خالص رضائے الٰہی کے حصول اور غلبہ دین کی جدوجہد میں حصہ ڈالنے کی رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر کام میں اخلاص عطا فرمائیں، اور ہماری اس کوشش سمیت تمام مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرما کر اجر سے محروم نہ فرمائیں، آمین۔

*****

دہائی ہے!

ہم اپنی جانب سے امارتِ اسلامیہ افغانستان کے لیے تمام مسلمانوں کو دہائی دے رہے ہیں کہ امارتِ اسلامیہ کو زندگی کے ہر میدان میں 'مدد' کی ضرورت ہے۔ یہ مدد فراہم کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ اگر مسلمانوں سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو عالمِ کفر اسی راستے سے امارتِ اسلامیہ کو اپنے زیرِ اثر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ امارتِ اسلامیہ کو طاغوتی طاقتوں کے شر سے محفوظ فرمائیں، آمین۔ لہٰذا

اہلِ ثروت حضرات سے درخواست ہے کہ وہ دل کھول کر اپنے اموال سے امارتِ اسلامیہ کی مدد کریں، اپنی زکوات، صدقات، عطیات سے امارتِ اسلامیہ کے بیت المال کو مضبوط کریں۔ ہم گمان کرتے ہیں کہ ان کی ایک ایک پائی کے بدلے اللہ انھیں اس قدر دیں گے کہ قیامت کے دن وہ افسوس کریں گے کہ کاش! ہم سارا مال ہی دے دیتے۔

اہلِ تجارت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ امارتِ اسلامیہ کے علاقوں میں اپنا سرمایہ لگائیں، یہاں مختلف کاروبار کریں جس سے یہاں کے عوام کی ضروریات بھی پوری ہوں اور افغانستان کی معیشت بھی بہتری کی طرف بڑھے۔

مسلمانوں کے ماہرینِ اقتصادیات سے درخواست ہے کہ وہ یہاں آئیں اور زمینی صورتحال کے مطابق امارتِ اسلامیہ کے سامنے مختلف معاشی منصوبے رکھیں۔

اہلِ ہنر سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ہنر سے یہاں کی حکومت اور عوام کی فلاح و بہبود کی کوشش کریں۔ یہاں کے ٹیکنیکل شعبوں کی تعمیر میں ہنرمند افراد کی بے انتہا ضرورت ہے۔ بالخصوص یہاں کے عوام کو ہنر سکھانے کی، کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

دنیا بھر کے اہلِ دین اور سیاسی اثر ورسوخ رکھنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے خطوں میں امارتِ اسلامیہ کا دفاع کریں اور اپنی حکومتوں کو مجبور کریں کہ وہ امارتِ اسلامیہ کے ساتھ تعاون کریں، بالخصوص پڑوسی ممالک کے اہلِ دین اور عوام اپنے ملکوں کی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ درآمدات وبرآمدات کے لیے سہولت فراہم کریں، اور دباؤ بڑھائیں کہ یہ حکومتیں اس پر پابندیاں نہ لگاسکیں۔

مسلمانوں کے اہلِ خیر حضرات نے جو این جی اوز قائم کر رکھی ہیں، ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنے امدادی منصوبے یہاں چلائیں اور یہاں مسلمانوں کی مدد کریں، تاکہ مغربی این جی اوز کی سازشوں سے افغان عوام اور امارتِ اسلامیہ کی حفاظت کی جاسکے۔

دنیا بھر کے مسلمان عوام سے درخواست ہے کہ وہ امارتِ اسلامیہ کی قوت واستحکام اور ترقی کے لیے شب وروز دعا کریں۔

اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کی حکومت سے درخواست ہے کہ وہ پرائیویٹ سیکٹر میں امتِ مسلمہ کے غیور مسلمانوں کی امداد وتعاون کی وصولی کے لیے قانونی راستے فراہم کریں، تاکہ وہ بسہولت امارتِ اسلامیہ کی تعمیر وترقی میں حصہ ڈال سکیں اور طاغوتی طاقتوں کے دباؤ سے بھی محفوظ رہ سکیں۔

اللهم وفقنا لما تحب و ترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

حسد و تکبر اور ان کا علاج

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ، اَمَّا بَعْدُ

حسد کیا ہے؟

کسی کے عیش و آرام کو دیکھ کر دل کو صدمہ، رنج اور جلن ہونا اور اُس کے آرام و عیش کی نعمت کے ختم ہو جانے کو پسند کرنا حسد کہلاتا ہے، جو حرام ہے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حسد نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

البتہ ایسے شخص پر حسد جائز ہے جو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو نافرمانی میں خرچ کر رہا ہو، اُس کے مال کے زوال کی تمنا کرنا گناہ نہیں کیوں کہ یہاں دراصل اِس معصیت کے بند ہونے کی تمنا ہے۔ حسد دراصل فیصلۂ الٰہی سے ناگواری کا نام ہے کہ ہائے اُس کو خدائے تعالیٰ کیوں یہ نعمتیں دے رہے ہیں اور اُس کی نعمتوں کی تباہی سے دل خوش ہو، اور اگر کسی کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ ہم کو بھی حق تعالیٰ اپنی رحمت سے عطا فرما دیں تو اِس میں حرج نہیں، اِس کو غبطہ کہتے ہیں۔ حسد سے دینی نقصان یہ ہے کہ سب نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور دُنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد کا دل ہر وقت رنج و غم میں جلتا رہتا ہے۔

حسد کا علاج

حضرت حکیم الامّت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے حسد کی بیماری کا علاج دریافت کیا، آپ نے تحریر فرمایا کہ تین ہفتے یہ عمل کر کے پھر اطلاع کرو۔[1]

1. جس پر حسد ہو اُس کے لیے ہر روز دُعا کا معمول بنا لینا۔
2. اپنی مجالس میں اُس کی تعریف کرنا۔
3. گاہ گاہ ہدیہ اور تحفہ بھیجنا۔
4. ناشتہ یا کھانے کی گاہ بگاہ دعوت کرنا۔
5. جب سفر کرنا ہو تو اُن سے ملاقات کر کے جانا اور واپسی پر کوئی تحفہ اُن کے لیے بھی لانا۔

(اس شخص نے) تین ہفتے کے بعد لکھا کہ حضرت! میری بیماری حسد کی آدھی ختم ہو گئی۔ تحریر فرمایا کہ تین ہفتہ پھر یہی نسخہ استعمال کریں۔ تین ہفتے کے بعد لکھا کہ حضرت! اب تو بجائے نفرت اور جلن کے اُن کی محبت معلوم ہونے لگی ہے۔ یہ دوا تلخ تو ہوتی ہے لیکن حلق سے اُتارنے کے بعد کیسا دل کو چین عطا ہوا! ورنہ تمام زندگی حسد کی آگ سے تباہ رہتی اور سکون و چین، سب چھن جاتا اور آخرت الگ تباہ ہوتی۔

حسد کی اصلاح کے بارے میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

تکبر کیا ہے؟

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تکبر کرنے والے کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔ کبریائی خاص میری چادر ہے پس جو شخص اس میں شریک ہونا چاہے گا اُسے قتل کر دوں گا۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنّت میں نہ جائے گا۔

تکبر کس کو کہتے ہیں؟ حدیث پاک میں تکبر غَمْطُ النَّاسِ اور بَطَرُ الْحَقِّ کا نام ہے۔ یعنی لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول کرنے سے اعراض اور انکار کرنا۔

تکبر کرنے والا تواضع سے محروم رہتا ہے اور حسد و غصّے سے نجات نہیں پاتا، ریاکاری کا ترک اور نرمی کا برتاؤ اُس کو دشوار ہوتا ہے، اپنی عظمت اور بڑائی کے نشے میں مست رہتا ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ جب بندہ رضائے حق کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے (جیسا کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ کے اندر حرف لام سے ظاہر ہے) تو یہ شخص اپنے دل میں خود کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے اور مخلوق کی نظر میں اِس کو اللہ تعالیٰ بلندی اور عزت عطا فرماتے ہیں۔ اِسی طرح جو اپنے کو

[1] نوٹ: یہ مضمون احقر نے حضرت مرشد ناشاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔

بڑا سمجھتا ہے تو وہ اپنی نظر میں تو بڑا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سؤر اور کتّے سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

تکبر کا علاج

اپنے گناہوں کو سوچا کرے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور محاسبے کا دھیان رکھے۔ جب اپنی فکر میں پڑے گا دوسروں کی تحقیر، تنقید اور تبصرے سے بچے گا۔ جیسے کوڑھی کسی زکام کے مریض کو حقیر نہیں سمجھتا اِسی طرح اپنی روحانی اور قلبی بیماری کو شدید سمجھے اور اپنے خاتمے کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہے۔ میرے مرشد رحمۃ اللہ علیہ اِس بیماری کی اصلاح کے لیے ایک حکایت بیان فرمایا کرتے تھے۔

حکایت

ایک لڑکی کی شادی کے موقع پر اُس کو خوب اچھے لباس اور زیور سے سجایا گیا محلّے کی سہیلیوں نے تعریف شروع کی کہ بہن! تم تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہو۔ اُس نے رو کر کہا کہ ابھی تم لوگ بے کار تعریف کرتی ہو۔ جب میرا شوہر مجھے دیکھ کر پسند کر لے اور اپنی خوشی کا اظہار کر دے تب وہ خوشی اصلی خوشی ہو گی۔ معلوم نہیں اُس کی نگاہ میں میری صورت کیسی معلوم ہو گی۔ تمہاری نگاہوں کے فیصلے ہمارے لیے بے کار ہیں۔

پھر حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس طرح بندے کو مخلوق کی تعریف سے یا اپنی رائے سے خود کو اچھا اور بڑا نہ سمجھنا چاہیے۔ کیوں کہ میدانِ محشر میں حق تعالیٰ کی نظر سے ہمارے لیے کیا فیصلے ہوں گے، اُس کی خبر ہم کو ابھی کچھ نہیں پھر کس منہ سے موت سے قبل اور حُسنِ خاتمہ سے قبل اپنے کو اچھا سمجھنے کا حق ہو گا؟!

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایماں چوں سلامت بہ لب گور بریما
حسنت بریں چستی و چالاکی ما

جب اسلام کو ہم قبر میں سلامتی سے لے جائیں گے پھر اپنی چستی اور ہشیاری پر خوشی منائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیائے کرام مرنے سے قبل کبھی ناز کی بات نہیں کرتے اور حُسنِ خاتمہ کی دُعا کرتے رہتے ہیں اور دوسروں سے بھی درخواست دُعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ بے وقوف لوگوں کا کام ہے جو اپنے مالک کے فیصلے کا انتظار کیے بغیر اپنے ہی فیصلے سے یا مخلوق کی تعریف سے اپنے لیے بڑائی اور اچھائی کا فیصلہ کر بیٹھتے ہیں۔

یہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے جس کو احقر نے اِس شعر میں عرض کیا ہے:

نا مناسب ہے اے دلِ ناداں
اِک جذامی ہنسے زکامی پر

عجب اور کبر کا فرق

اپنے کو اچھا سمجھنا اور کسی کو حقیر نہ سمجھنا عُجب کہلاتا ہے اور اپنے کو اچھا سمجھنے کے ساتھ دوسروں کو کمتر سمجھنا تکبر کہلاتا ہے اور دونوں حرام ہیں۔ جب بندہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں عزت والا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا اور بڑا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی نظر میں حقیر اور ذلیل ہوتا ہے۔ معاصی سے نفرت واجب ہے لیکن عاصی سے نفرت حرام ہے۔ اِسی طرح کسی کافر کو بھی نگاہِ حقارت سے نہ دیکھے کیوں کہ ممکن ہے کہ اُس کا خاتمہ ایمان پر مقدر ہو چکا ہو۔ البتہ اُس کے کفر سے نفرت واجب ہے۔

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بود نش باشد اُمید

(رومی)

حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے فی المآل کمتر سمجھتا ہوں یعنی موجودہ حالت میں ہر مسلمان مجھ سے اچھا ہے اور خاتمے کے اعتبار سے کہ نہ معلوم کیا ہو اپنے کو کفار سے بھی کمتر سمجھتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مؤمن کامل نہ ہو گا جب تک کہ اپنے کو بہائم اور کفار سے بھی کمتر نہ جانے گا۔

جب حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ چاہے تو بڑے سے بڑے گناہ کو بدونِ سزا معاف فرما دے اور چاہے تو چھوٹے گناہ پر گرفت کر کے عذاب میں پکڑے تو پھر کس منہ سے آدمی اپنے کو بڑا سمجھے اور کیسے کسی مسلمان کو خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو حقیر سمجھے! حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اللہ والے اِس سبب سے فرشتوں پر شرف و عزت میں بازی لے جاتے ہیں کہ خود کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایت و قرب کو حق تعالیٰ نے بندوں میں مخفی رکھا ہے لہٰذا کسی بندے کو خواہ کیسا ہی گناہ گار ہو حقیر نہ جانو کیا خبر کہ شاید یہی بندہ علمِ الٰہی میں ولی ہو اور

اس کی ولایت کسی وقت بھی توبۂ صادقہ اور اتباعِ سُنت کی صورت میں ظاہر ہو جاوے۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض بندے زندگی بھر رند و بادہ نوش، مست و خراب بادہ اور فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں اور اچانک اُن میں تبدیلی آجاتی ہے اور توبہ کر کے پاک و صاف ہو جاتے ہیں جیسے کوئی شاہزادہ حسین جس کے منہ پر کالک لگی ہو اور اچانک صابن سے نہا دھو کر چاند کی طرح روشن چہرے والا ہو جاوے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیا

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انسان اپنے وجود میں دو مرتبہ کس قدر گندے راستے سے گزرتا ہے، ایک مرتبہ باپ کی پیشاب کی نالی سے نطفے کی شکل میں ماں کے شکم میں گیا اور دوسری مرتبہ ماں کے رحم سے ناپاک راہ سے وجود میں آیا پھر تکبر کیسے زیبا ہو گا!

بڑے بڑے متکبر بادشاہوں کا موت قبر میں کیا حال کرتی ہے اور کس طرح لاکھوں کیڑوں کی غذا بناتی ہے۔

جس طرح امتحان کا نتیجہ سُننے سے قبل اپنے کو بڑا اور کامیاب سمجھنے والا طالبِ علم بے وقوف ہے اِسی طرح میدانِ محشر میں اپنا فیصلہ سُننے سے قبل دُنیا میں اپنے کو کسی سے افضل سمجھنا اور بڑا سمجھنا حماقت ہے۔ حضرت علّامہ سید سلیمان صاحب کا خوب شعر ہے

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ایک شخص کا گھوڑا شریر اور عیب دار تھا، کسی دلال سے کہا کہ فروخت کر دے۔ اُس نے بازار میں خوب تعریف کی۔ اُس بے وقوف نے اس تعریف کو صحیح سمجھ کر کہا: اب نہ فروخت کروں گا، میرا گھوڑا مجھے دے دو۔ اُس دلال نے کہا: زندگی بھر کا اپنا تجربہ میری جھوٹی تعریف سے جو محض بیچنے کے لیے ہے بھول گئے۔ یہی حال ہمارا ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی شرارت اور خباثت اور گناہوں کے تقاضوں کو جانتے ہوئے جہاں کسی نے ذرا تعریف کر دی کہ حضرت! آپ ایسے ہیں بس حضرتی کا نشہ چڑھ گیا اور اپنے نفس کو بھول گئے۔ اللہ والے ایسے وقت اور شرمندہ ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی ستّاری کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ مجھ سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں یہ سب حق تعالیٰ کی ستّاری ہے ورنہ اگر وہ ہمارے اترے پترے کھول دیں تو سب معتقدین راہِ فرار اختیار کریں۔ پس مخلوق کا حُسنِ ظن بھی حق تعالیٰ کا انعام ہے اور اپنے کو کمتر اور حقیر سمجھنا درجۂ یقین میں ایک بیّن حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور عبدیتِ کاملہ کے لوازم سے ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمین!

(ماخوذ از: روح کی بیماریاں اور ان کا علاج)

☆☆☆☆☆

جہاد و فتوحات کے ساتھ ساتھ... اصلاحِ نفس کی ضرورت

مجاہدین کو ملنے والی فتوحات اس بات کی دلیل ضرور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دنیا میں مدد و نصرت فرمائی ہے، تاہم کیا یہ جہاد اور فتح کسی مجاہد کے لیے اس بات کی بھی یقینی دلیل ہے کہ وہ عند اللہ آخرت میں بھی کامیاب ہے، تو اس کا جواب 'ہاں' میں نہیں دیا جا سکتا۔ اس کا تعلق تو اس کی نیت، اس کے دل کی اصلاح اور اس کی نفس کی پاکیزگی کے ساتھ ہے۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ نے آپ کو خط لکھتے ہوئے اپنے اصلاحی اور ملی کارنامے شمار کروائے، کہ آج کل میں وعظ بھی کہہ رہا ہوں، درس و تدریس بھی کر رہا ہوں، تصنیف و تالیف بھی جاری ہے، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت نے جواب میں عجیب بات فرمائی، جو ہم سب کے لیے حد درجہ قابل توجہ ہے۔

فرمایا:

''میاں! یہ سب تو تم دوسروں کا کام کر رہے ہو۔ اور اس طرح کی خدمات تو اللہ تعالیٰ 'رجل فاجر' سے بھی لے لیتے ہیں۔

تم تو یہ بتاؤ کہ تمہارے ذاتی اعمال اور احوال کیسے چل رہے ہیں؟ تزکیۂ قلب اور اصلاحِ نفس کا معاملہ کیسا ہے؟''

(مکتوباتِ شیخ سرہندی)

پس ہر مجاہد کو چاہیے کہ وہ فتح و کامرانی کے وقت مزید اپنے رب کے سامنے جھک جائے، اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے، اور اپنے دل کو ہر برائی سے پاک کرنے میں لگ جائے۔ بلاشبہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار اس چیز پر ہے۔

امیر المومنین
شیخ هبة الله اخوندزاده نصره الله
کی ہدایات...... مجاہدین کے نام
امرا و مسئولین کو نصیحتیں [۳]

عوام کے حقوق کی حفاظت

ہر امیر کے لیے لازم ہے کہ وہ عوام اور رعیت کے حقوق کی حفاظت کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

”خبر دار! تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور (قیامت کے دن) تم سے ہر شخص کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا، لہٰذا امام یعنی سربراہ مملکت و حکومت جو لوگوں کا نگہبان ہے اس کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہی کرنا ہو گی، مرد جو اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس کو اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہی کرنا ہو گی، عورت جو اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے، اس کو ان کے حقوق کے بارے میں جواب دہی کرنی ہو گی اور غلام مرد جو اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس کو اس کے مال کے بارے میں جواب دہی کرنا ہو گی۔ لہٰذا آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہو گا۔“(بخاری و مسلم)

دوسری جگہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

”یا اللہ! جس کسی کو میری امت کے امور کی مسئولیت دے دی جائے اور وہ اس میں سختی برتے، یا الٰہی تو بھی اس کے ساتھ سختی کر اور جس کسی کو میری امت کے امور کی مسئولیت دے دی جائے اور اس میں نرمی اختیار کرے یا اللہ تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر۔“

حضرت عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے کسی کام کا ولی و حاکم بنایا اور اس نے مسلمانوں کی حاجت، عرضداشت اور محتاجگی سے حجاب کیا یعنی اس کو اس کے مطلوب سے دور رکھے گا تو اللہ اس کی دعا قبول نہیں کرے گا“۔ حضرت امیر معاویہؓ یہ حدیث سن کر بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے ایک شخص کو اس کام پر مقرر کر دیا کہ وہ لوگوں کی ضروریات پر نظر رکھے اور ان کی حاجتوں کو پورا کرتا رہے۔(ابو داود، ترمذی)

لہٰذا امرا کو چاہیے کہ لوگوں سے اپنے آپ کو دور نہ رکھیں، بلکہ ان کا حال معلوم کریں، مظلوموں کی نصرت کریں اور ظالم کا ہاتھ روکیں۔

جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، یعنی ظالم کی مدد سے مراد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے۔“

امارت کے کارکن ہر گز کسی شخص کے جرم کے بارے میں دوسرے شخص کی بات نہ سنیں، کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان دونوں کے مابین پرانی عداوت ہو۔ بلکہ ان کو چاہیے کہ خود مجرم کے جرم کے بارے میں تحقیق کریں یا اس کام کی تحقیق کے لیے امین شخص کا انتخاب کریں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ○ (سورۃ الحجرات:٦)

”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔“

خلیل بن احمد نے فرمایا:

”جو شخص تمہارے سامنے کسی دوسرے کی چغلی کرتا ہے وہ دوسروں کے سامنے تمہاری چغلی بھی کرتا ہے، اور جو شخص تمہارے سامنے دوسروں کے عیوب بیان کرتا ہے، وہ دوسروں کے سامنے تمہارے عیوب بھی ظاہر کرتا ہے۔“

لیکن جیسا کہ امرا پر عوام کے حقوق کی حفاظت کرنا لازم ہے، اسی طرح امرا کے بھی عوام پر کچھ حقوق ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”دین نصیحت ہے (یعنی نصیحت اور خیر خواہی اعمال دین میں سے افضل ترین عمل ہے یا نصیحت اور خیر خواہی دین کا ایک مہتم بالشان نصب العین ہے)۔ حضور نے یہ بات تین بار فرمائی۔ ہم نے (یعنی صحابہ نے) پوچھا کہ یہ نصیحت اور خیر خواہی کسی کے حق میں کرنی چاہیے؟ حضور نے فرمایا کہ: اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے اماموں یعنی اسلامی حکومت کے سربراہوں اور علما کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے۔“(مسلم)

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۴ پر)

امیر المؤمنین
شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ دامت برکاتہم
فتح کابل سے قبل مجاہدین کے نام پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب مجاہدین کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ آپ کو ہمیشہ سرخرو رکھے۔ اللہ کی نصرت سے ہمیں فتوحات مل رہی ہیں تو انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے کہ کہیں غرور، تکبر اور ریاء میں مبتلاء نہ ہوں، غنیمت میں خیانت سے بچیں اور دشمن میں سے کوئی تسلیم ہو جائے تو اس کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں۔ ظلم سے بچیں اور شرعی امور کی مکمل پابندی کریں۔ متواضع رہیں، عام عوام کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں، آپ کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، پوری کوشش کریں کہ عوام کا نقصان نہ ہو، امراء کی مکمل اطاعت کریں۔

بھائیو! ہمارے ساتھ اللہ کی نصرت شریعتِ الٰہی کی نصرت کے سبب ہے کہ جب ہم اللہ کی شریعت کی نصرت کرتے ہیں، اپنے اوپر اور دوسروں پر اسے نافذ کرتے ہیں تو اس وجہ سے اللہ بھی ہماری نصرت کرتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم نے شریعت کی مخالفت کر دی تو ساری کامیابیاں ناکامیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ اتباعِ شریعت اور اللہ کا ذکر بالکل کسی حال میں نہ چھوڑیں۔ اس لیے کہ یہی دو چیزیں ہیں جو مجاہدین کی کامیابیوں کو دوام دینے میں مدد ہوتی ہیں۔ بالخصوص یہ دعا پڑھا کریں جو صحیح ابن ماجہ کی حدیث میں مذکور ہے، "اللهم إني أعوذ بك من الحور بعد الكور" مبارکپوری صاحب نے دعا کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اصلاح کے بعد فساد سے، تاکہ ہماری اصلاح فساد میں تبدیل نہ ہو، اور اطاعت کے بعد نافرمانی سے، تاکہ اطاعت نافرمانی میں تبدیل نہ ہو، اور کمال کے بعد نقصان سے، تاکہ کمال نقصان میں تبدیل نہ ہو، اور کامیابی کے بعد ناکامی سے، تاکہ کامیابی ناکامی میں تبدیل نہ ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ذمہ داری سنبھالنے کے بعد پہلا پیغام

رئیس الوزراء امارت اسلامی افغانستان

ملّا محمد حسن اخوند حفظہ اللہ

افغان ملت اور پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے نام ہمارا یہ پیغام ہے کہ امارت اسلامی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی نصرت سے تمکین عطا فرمائی، افغانستان اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے امن و سکون اور خوشحالی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ امارت اسلامی کی فتح کے ساتھ وہ ساری بدامنی، قتل وغارت اور عزت وناموس پر ہونے والے حملوں کا الحمدللہ خاتمہ ہوا۔

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں کہ اس نے امارت کے مسؤلین کو جس آزمائش (جہاد) کا سامنا تھا، اس میں انہیں کامیاب کر دیا اور امارت نے اپنے مخالفین سے، جنہوں نے پچھلے بیس سال میں امارت کے مجاہدین کو ہر طرح کی تعذیب دی اور انتہائی سخت مصائب ومشاکل سے دوچار کیا، عفو و درگزر سے کام لیا اور ان کے لیے معافی کا اعلان کیا۔ یہ سب بتاتا ہے کہ امارتِ اسلامی اپنی ملت پر شفقت کرنے والی انتہائی مہربان امارت ہے۔ دیکھیے کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ امارت نے کسی سے انتقام لیا ہو، ورنہ ایسے انقلابی حالات میں تو کسی سے انتقام لینا انتہائی آسان ہوتا ہے، مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ امارت نے سابقہ جرائم کی بنیاد پر کسی ایک کو بھی تکلیف دی ہو۔ لہٰذا پوری دنیا اور بالخصوص افغانستان کے مسلمان مطمئن رہیں کہ ہم ان کے لیے امن و امان اور خوشحالی چاہتے ہیں اور شریعت الٰہی کی حاکمیت قائم کرنا ہمارا مقصود ہے اور اس کے حصول میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔

اللہ ہم سب کو توفیق دے کہ اللہ کے اس مبارک اور مقدس نظام کو قائم کریں اور اس کی حفاظت بھی کر سکیں۔

کابل فتح کے بعد پیغام

نائب رئیس الوزراء امارت اسلامی افغانستان

ملّا عبدالغنی برادر حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم وبعد

میں پورے افغانستان کی مسلمان ملت کو بالعموم اور کابل کی عوام کو بالخصوص ان مبارک اور عظیم فتوحات پر مبارکباد دیتا ہوں۔

مجاہدین کی خدمت میں یہ وصیت و نصیحت بھی کرتا ہوں کہ ہمیں ایسی فتح اور ایسی کامیابی ملی ہے کہ جس کی کسی کو توقع نہیں تھی۔ یہ خالص اللہ کی نصرت اور مدد ہے کہ اس نے ایسی کامیابی و فتح ہمیں دی کہ جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملے گی۔ پس ضروری ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں، اس سے راضی ہوں، اس کے سامنے عجز و تواضع کا اظہار کریں اور (اللہ اور اس کی مخلوق کے سامنے) کوئی غرور اور تکبر ہم سے سرزد نہ ہو۔

ماضی کی نسبت ہماری مسؤلیت کافی بڑھ گئی ہے۔ ہمارے سخت امتحان اور آزمائش کا وقت اب آ گیا ہے۔ اب امتحان یہ ہے کہ ہم کیسے اپنی ملت کی خدمت کریں، کیسے انہیں امن و امان اور عدل مہیا کریں۔ اب یہ آزمائش ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی عظیم کامیابی عطا فرمائی ہے، تو اب ہم سب عوام کو اطمینان دلاتے ہیں کہ اب ہماری کوشش ہو گی کہ اپنی پوری طاقت آپ کی خدمت میں لگائیں تاکہ آپ کو آپ کے حقوق میسر ہوں۔

قاعدة الجهاد - مرکزی قیادت

افغانستان میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فتح پر امت مسلمہ کے نام مبارکباد کا پیغام

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، اور اکیلے ہی لشکروں کو شکست دی، جس نے کابل کے صدارتی محل سے... اسے امریکیوں اور اس کے حواریوں کی غلاظت سے پاک کرنے کے بعد... ہمیں قرآن کی تلاوت سنوائی، وہ اللہ جس نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ؀﴾

”وہ لوگ جنہیں ہم زمین میں تمکین عطا فرماتے ہیں، وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے لیے ہے۔“

اور درود و سلام ہو سیدنا محمد ﷺ پر، اور آپ ﷺ کی آل اور تمام اصحاب پر! امابعد،

پس ہم اس اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں جو عظیم ہے، جبار ہے، جس نے کفر کے سردار امریکہ کو ذلیل ورسوا کیا، اسے شکست دی، اس کی کمر توڑ دی، اس کے جھنڈے کو نیچا کر دیا، اور تمام دنیا والوں کی آنکھوں کے سامنے ذلیل وخوار حالت میں افغانستان کی مسلم سرزمین سے نکال باہر کیا۔ پس اے امتِ مسلمہ! آپ کو یہ تاریخی فتح مبارک ہو، جسے اللہ تعالیٰ نے افغان مجاہد وصابر قوم کے ہاتھوں رقم فرمایا۔ یہ وہ قوم ہے جس نے حملہ آور سلطنتوں کو شکست دے کر مسلم زمینوں سے بھگایا۔ پس یقیناً یہ سرزمین اسلام کا محفوظ قلعہ ہے، جس نے کتنی ہی دہائیوں کی مسلسل جنگوں میں... نسل در نسل... اپنی جانوں، مالوں، زندگیوں اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کی قربانی دی ہے، جبکہ اس طویل زمانے میں کبھی غلامی اور جھک جانے کو قبول نہیں کیا، اور نہ ہی جہاد وشہادت کے راستے کو ترک کیا۔ پس اے ملتِ افغان! آپ کو امتِ مسلمہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ بہترین جزا دیں۔ ہم آپ کو صلیبی اتحاد کے مقابلے میں عظیم فتح پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، اور امارتِ اسلامیہ میں آپ کے قائدین، بالخصوص امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرد وخواتین میں سے آپ کے شہداء پر رحم فرمائے اور انھیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ان میں سے بالخصوص امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کو جو اپنے کامل ایمان، اللہ پر توکل اور اس کے وعدوں پر یقین کے ساتھ ڈٹ گئے، یہاں تک کہ یہ تاریخی جملہ کہا: 'بے شک ہم سے اللہ نے فتح کا وعدہ کیا ہے، اور بش نے ہم سے شکست کا وعدہ کیا ہے، اب دیکھتے ہیں کہ کس کا وعدہ سچا ہوتا ہے'۔ اسی طرح عزیمت کی چٹان شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور اور مجاہدین کے بزرگ، شہداء کے والد، جہاد کے شیر شہید مولانا جلال الدین حقانی پر اللہ رحم فرمائے۔

اے امتِ مسلمہ! اس فتح نے آپ کے سامنے ایک مسلمان قوم کی طاقت ثابت کر دی جب اس نے اتحاد کا ثبوت دیا، اسلحہ اٹھایا اور اپنے دین، عزت، زمین اور مال کے دفاع کے لیے جہاد کیا۔ اسی طرح اس فتح نے یہ ثابت کر دیا کہ جہاد ہی وہ راستہ ہے جس کا انجام اللہ کی نصرت اور زمین میں تمکین پانے کی صورت میں ہوتا ہے، اور یہ بھی ثابت کیا کہ دشمن چاہے اپنی تعداد، وسائل اور اتحادیوں کے اعتبار سے کتنا ہی مضبوط ہو اور ظلم وسرکشی میں کتنا ہی بڑھ جائے، اس قوم کے جہاد کے سامنے نہیں ٹِک سکتا جو اپنے رب کی کتاب کو تھامے، کفار ومنافقین کے خلاف جہاد میں اپنے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے طریقے کی پیروی کرے اور زمین پر شریعت کو نافذ کرنے والی ہو۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀﴾

قاعدة الجهاد - مرکزی قیادت

افغانستان میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فتح پر امت مسلمہ کے نام مبارکباد کا پیغام

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے رہے ہیں، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور انھیں زمین پر حاکم بنادے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا، اور ان کے لیے اس دین کو... جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے... ضرور اقتدار بخشے گا، اور انھیں خوف کے بدلے میں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد ناشکری کریں تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔‘‘

پس اے میری محبوب امت! آپ کو چاہیے کہ اس اگلے مرحلے کے لیے تیاری کیجیے جس کی طرف غیور افغان قوم کی اس فتح نے راستہ کھولا ہے۔ یہ فتح آئندہ آنے والی فتوحات کی نوید ہے، اس کی بدولت ان سرکش طواغیت سے مسلمان عوام کی گلو خلاصی کا راستہ کھلے گا جو ان پر مسلط ہیں، اور (اسی طرح) صہیونی غاصبوں سے اسلامی فلسطین کی آزادی کی راہ ہموار ہو گی۔ پھر خاص طور پر افغانستان کی زمین پر امریکہ اور نیٹو کی ذلت نے امریکہ و یورپ کی بالادستی کے دور کا خاتمہ کر دیا ہے اور مسلم خطوں پر عسکری قبضے کی ان کی خواہشات بھی ختم کر دی ہیں، نہ صرف یہ بلکہ یورپی عوام اور مشرقی ایشیا کے ممالک کے لیے بھی موقع فراہم کر دیا ہے کہ وہ امریکی بالادستی سے باہر نکل آئیں۔

آخر میں ہم اسلام اور اپنی امت سے وفا رکھنے والے ’افغان عوام‘ سے کہتے ہیں کہ وہ امارتِ اسلامیہ کی مبارک قیادت کے گرد جمع ہو جائیں... وہ قیادت جس نے اپنی سچائی اور عوام کے مصالح، ان کے دین، ان کی جان و مال کی رعایت کی اپنی حرص ثابت کر دی ہے... اور افغان عوام سے کہتے ہیں کہ وہ امارت کے فیصلوں، معاہدوں اور شرعی سیاست کی پابندی کریں، اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول اللہ کی اطاعت کرو، اور اپنے حکام کی (اطاعت) کرو]۔ اسی طرح ہم پوری امتِ مسلمہ سے کہتے ہیں کہ وہ افغان عوام کے ساتھ کھڑے ہوں، اپنے تجربے، صلاحیتوں اور اموال کے ذریعے ان کی مدد کریں اور مختلف میدانوں میں ان سے تعاون کریں، بالخصوص اس حساس مرحلے میں جبکہ کفری اقوام دین پر فخر کرنے والی اس غیور مسلم قوم کے خلاف جمع ہیں۔

اے ہمارے اللہ! جس طرح آپ نے جہاد میں امارتِ اسلامیہ کی مدد و نصرت فرمائی ہے اور ان کے دشمنوں کو رسوا فرمایا ہے، اسی طرح افغانستان میں شریعت کے نفاذ کے معاملے میں ان کی مدد و موافقت فرما، اسلام اور مسلمانوں کے مصالح پورا کرنے میں ان کی مدد فرما، اور اپنے فضل اور اپنے رزق کی بدولت انھیں اپنے ماسوا سے غنی فرما دے۔ اے ہمارے اللہ! جس طرح آپ نے افغانستان کی زمین امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے قبضے سے آزاد فرما دی ہے، اسی طرح فلسطین کو صہیونیوں کے قبضے سے، اسلامی مغرب کو فرانس اور اس کے اتحادیوں کے قبضے سے، اور شام، صومالیہ، یمن، کشمیر اور دیگر مسلم خطوں کو ان کے دشمنوں کے تسلط سے آزاد فرما دے۔ اے ہمارے اللہ! ہر جگہ قید ہمارے مسلمانوں کو رہائی عطا فرما۔ اے ہمارے اللہ! امت کے شہداء پر رحم فرما جنھوں نے اس فتح کو اپنے خون اور اپنی محنت سے سیراب کیا ہے۔ اور اے ہمارے اللہ! امتِ مسلمہ کے مجاہدین کو توفیق عطا فرما کہ وہ شہداء کے راستے پر ڈٹے رہیں... یہاں تک کہ مسلمان عوام شریعتِ اسلامیہ کے سائے تلے زندگی گزارنے کا مزہ چکھ لے، والحمدللہ رب العالمین۔

محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

اگست ۲۰۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاعدہ برصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

۱۲ر محرم الحرام ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۹ر اگست ۲۰۲۱ء

ارضِ افغانستان پر امارتِ اسلامیہ کی فتح پر مبارکباد کا پیغام

الحمد لله الذي لا إله إلا هو، أنجز وعده ونصر عبده وعباده، وهزم الأحزاب وحده، الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات۔

والصلوة والسلام على نبينا المصطفىٰ ورسولنا المجتبىٰ، أسوتنا وقدوتنا في البذل والتضحية والنصر والتمكين، وعلى آله وصحبه ومن تبعه وسلك طريقه وسنته بإحسان إلى يوم الدين، وبعد

حالیہ دنوں میں افغانستان کی زمین پر... بالخصوص پایہ تخت کابل پر... امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کی فتح کے مناظر نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا کر دیا اور ظالم وجابر کفار اور ان کے آلہ کاروں کے دلوں کو رعب ودبدبہ اور ہزیمت کے احساسات سے بھر دیا۔ ہم اس مبارک فتح پر امیر المؤمنین شیخ الحدیث والقرآن شیخ هبۃ اللہ اخندزادہ [مد اللہ ظلہ]، آپ کے نائبِ سیاسی محترم ملا عبد الغنی برادر [مد ظلہ]، اور نائبین محترم خلیفہ سراج الدین حقانی [مد ظلہ] اور محترم مولوی محمد یعقوب [مد ظلہ] اور امارتِ اسلامیہ کے تمام قائدین اور مجاہدین کو اپنی جماعت کی جانب سے اور برصغیر کے اہلِ ایمان کی جانب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

یقیناً یہ ایسا خوشی کا موقع اور فرحت کا لمحہ ہے جو غمزدہ افغان قوم کے لیے ڈھارس کی امید اور بیس سالوں کی جارحیت کے بعد امن وسکون کی نوید ہے۔ یہ وہ مبارک موقع ہے جس کے لیے غموں کی ماری مسلمان امت ایک صدی سے منتظر تھی کہ جب ان کے مرکز خلافتِ عثمانیہ کا سقوط ہوا تھا، اور اس کی ایک جھلک انھوں نے ڈھائی دہائی پیشتر امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ کے مبارک ہاتھ پر دیکھی تھی۔

افغانستان کے غیور مسلمان یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنی دینی غیرت اور ملی حمیت کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ثابت کر دکھایا کہ افغانستان کی زمین کسی بھی غاصب اور جارح قوت کے لیے جائے قرار نہیں، بلکہ یہ اسلام کی زمین ہے اور اسلامیوں کے لیے ہی جائے قرار ہے۔ انھوں نے اپنی تاریخ کو دہرایا اور دکھا دیا کہ جس طرح انھوں نے اس سے قبل برطانوی سامراج اور روسی جارحیت کا مقابلہ کیا اور انھیں شکست دے کر نکال باہر کیا، اسی طرح امریکہ اور نیٹو کے حملہ آوروں اور اشغال گروں کو بھی بیس سالہ جہاد وقتال کے ذریعے شکست دی اور ہزیمت سے دوچار کیا۔ یقیناً پوری افغان ملت مبارکباد کی مستحق ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں کوئی شہید، کوئی اسیر یا کوئی معذور نہ گزرا ہو۔ فجزاهم الله عنا وعن المسلمين خيرا في الدارين!

افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کی فتح میں تمام مسلمانوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ حملہ آور ظالم اور جارح قوتوں سے مقابلے اور دفاع کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ راہِ جہاد کو اختیار کیا جائے اور قتال کے میدانوں میں نکلا جائے، ان کا مقابلہ عالمی طاقتوں کی طرف سے بچھائی ہوئی جمہوریت کی بساط پر قدم رکھ کر نہیں کیا جاسکتا۔ اس فتح میں تمام مسلمانوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ عالمی طاقتوں کی جارحیت کا مقابلہ ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنے اور ان قربانیوں کے دیتے ہوئے استقامت سے ڈٹ جانے میں ہے۔ اس فتح میں تمام مسلمانوں کے لیے نصیحت ہے کہ حالات جیسے بھی دگرگوں ہوں، اپنی دینی اقدار کے تحفظ اور قومی غیرت کے دفاع سے پیچھے ہٹنا کسی مسلمان قوم کا شیوہ نہیں ہوتا۔ اس فتح میں مسلمانوں کے لیے سبق ہے کہ کسی بھی خطے کے مسلمان صرف اسی وقت دین دشمن غاصب اور جارح قوت کا مقابلہ کرسکتے ہیں جب وہ بحیثیتِ قوم اس مقابلے کے لیے تیار نہ ہو جائیں اور پوری قوم... مجاہدین اور عوام... متحد اور یکجان ویک قالب نہ ہو جائے۔ اس فتح میں اسلامی تحریکوں کے لیے بھی درس ہے کہ عالمی طاقتوں کے ساتھ سفارت اور ڈپلومیسی میں اس وقت تک کامیابی نہیں مل سکتی جب تک کہ جنگ کے ذریعے ان طاقتوں پر اپنی قوت ثابت نہ کر دی جائے۔

اس مبارک خوشی میں دنیا بھر کے مسلمان... بالخصوص دنیا کے مختلف خطوں میں دشمنانِ دین سے برسرِپیکار مجاہدین... امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین اور افغان مسلمان ملت کے ساتھ شریک ہیں۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے امارتِ اسلامیہ کو دنیا کی سپر پاور امریکہ اور اس کے حواری نیٹو ممالک کے ساتھ جنگ میں فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمکین کے مراحل میں بھی امارتِ اسلامیہ کو شریعت کی مکمل پاسداری اور اپنی مظلوم عوام کے مصالح کے تحفظ کی توفیق عطا فرمائیں اور اعداد واستعداد کے دنیوی پیمانوں پر قدرت واستطاعت میں ترقی عطا فرمائیں، اور اس سے بھی بڑھ کر آئندہ آنے والے سالوں میں امتِ مسلمہ کے تمام مظلوم مسلمانوں کے لیے ڈھال بنائیں اور امتِ مسلمہ کے لیے مرکز بنادیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالى على نبينا الأمين، آمين۔

قاعدة الجهاد
في جزيرة العرب

افغانستان میں فتح و تمکین پر مبارکباد کا پیغام

الحمد لله رب العالمين، ولا عدوان إلا على الظالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[النور:55]

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے رہے ہیں، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور انھیں زمین پر حاکم بنادے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا، اور ان کے لیے اس دین کو... جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے... ضرور اقتدار بخشے گا، اور انھیں خوف کے بدلے میں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد ناشکری کریں تو ایسے لوگ نافرمان ہیں‘‘۔

الله اکبر، الله اکبر، الله اکبر، ولله الحمد!

ہم اس فتح مبین اور مبارک کامرانی پر امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کو مبارکباد کا پیغام دیتے ہیں... جو طالبان کے ہاتھوں حاصل ہوئی۔ نیز امارت اسلامی میں اپنے بھائیوں، دنیا بھر کے مجاہدین اور پوری امت مسلمہ کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اس فتح سے اہل ایمان کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، جبکہ دشمنانِ دین اور منافقین کے دل غیظ وغضب سے بھر گئے۔ صلیبی مغرب اور کفریہ عالمی طاقتوں کے خلاف دو دہائیوں پر محیط جہاد، ثابت قدمی اور قوتِ ارادی کے بعد آج... عالمی طاقتوں کے قبرستان... افغانستان کی سرزمین پر کامل تمکین حاصل ہوئی، اور امریکہ اور صلیبی مغرب کو شکست ہوئی۔ افغانستان وہ چٹان ہے جس سے ٹکرا کر تمام حملہ آوروں کی امیدیں ٹوٹیں، پس وہ لاچار ہوئے، ہار بیٹھے، اور الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے۔ آج تاریخ نے اپنے آپ کو پھر دہرایا ہے؛ تقریباً تین دہائیاں قبل سوویت اتحاد افغانستان میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہا اور اس سرزمین پر باقی رہ جانے کے اخراجات اس کی برداشت سے باہر ہوگئے، اسے شکست کھانی پڑی اور بالآخر پسپا ہوا، اور اب امریکہ اور نیٹو اتحاد کی باری آئی، وہ بھی شکست خوردہ، حسرت زدہ اور ذلیل ہو کر دم دبائے بھاگ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت آن نازل ہوئی ہے۔ پس ان کے عسکری ساز و سامان، لاؤ لشکر، اعلیٰ ٹیکنالوجی، اور ان کے اتحاد و اجتماع کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ طالبان کو جزائے خیر دے کہ وہ گزشتہ دہائیوں کے دوران اپنے مسلمان بھائیوں کے حوالے سے اپنے پر عائد ذمہ داری کو پوری دیانتداری، حسنِ اخلاق اور مروت کے ساتھ نبھاتے رہے ہیں۔ اس کی نظیر دنیا میں کم ہی ملتی ہے۔ اپنی غیرت اور دینداری کی بدولت انھوں نے اپنے بھائیوں کو دشمنوں کے حوالے کرنا، ملک بدر کرنا یا ساتھ چھوڑ دینا گوارا نہ کیا، اور نہ ہی انھوں نے اپنے نظریات اور اصولوں پر سودا بازی کی، بلکہ اس سب کی خاطر انھوں نے ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو قبول کیا۔ بس اللہ تعالیٰ ہی انہیں اجر سے نوازے، آمین!

قاعدة الجهاد
في جزيرة العرب

ہم پر امید ہیں کہ یہ فتح و تمکین اور تاریخی واقعہ باذن اللہ آئندہ آنے والی فتوحات کی پہلی کڑی ہے۔ یہ سال امت کی معاصر تاریخ میں ایک بنیادی تبدیلی کا آغاز ثابت ہو گا، جس میں امت بیدار ہو گی، دنیا کا اقتدار سنبھالے گی، اغیار کی غلامی اور بندگی کے بندھن توڑ ڈالے گی، طاغوتوں سے جان چھڑالے گی اور مسلمان ممالک پر حملہ آوروں کو باہر دھکیل دے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تکمیل ہے۔

یہ نصرت و تمکین ہم پر واضح کرتی ہے کہ جہاد اور قتال ہی حقوق کی بازیابی، غاصب حملہ آوروں سے چھٹکارے، اللہ کی زمین پر اللہ کے کلمے کی سربلندی اور امت کو اپنی کھوئی ہوئی عزت اور عظمت لوٹانے کا شرعی، تکوینی اور حقیقی راستہ ہے، جیسا کہ بے شمار آیات و احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور جیسا کہ تکوینی قوانین اور زمینی حقائق بھی اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف جمہوری کھیل تماشے اور محض پر امن ذرائع تو وہ تو سراب، زائل ہونے والے سایے اور کھوکھلے گرداب کی مانند ہیں جن کا آغاز صفر سے ہوتا ہے اور اسی پر اختتام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ طالبان بھائیوں سمیت سب کو توفیق دے کہ وہ اللہ کی شریعت نافذ کریں، اللہ کے لیے موالات و معادات کے عقیدے کو قائم رکھیں، اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے رشد و ہدایت کے نفاذ کا فیصلہ فرمادے جس میں اطاعت گزاروں کو عزت ملے اور کافر و فاسق رسوا ہوں، جس میں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

تنظيم قاعدة الجهاد في جزيرة العرب

۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۸ اگست ۲۰۲۱ء

تنظيم قاعدة الجهاد ببلاد المغرب الإسلامي
جماعة نصرة الإسلام والمسلمين

مبارکباد کا پیغام

﴿وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا﴾[الأحزاب:٢٥]

”اور جو کافر تھے، اللہ نے ان کے سارے غیظ و غضب کے ساتھ اس طرح پسپا کر دیا کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے“۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے کی نصرت کی، اپنے سپاہیوں کو عزت دی اور لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی۔ اور اللہ کی طرف سے درود و سلام ہو محمد ﷺ پر جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے، جنہیں ان کے رب نے تا قیامت تلوار دے کر بھیجا، تاکہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے، اور درود وسلام ہو آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے اصحاب پر اور تا قیامت آنے والے ان تمام لوگوں پر جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان پہلوں کی پیروی کی۔ امابعد،

دو دہائیوں کے ظالمانہ قبضے اور دین وآبرو اور مسلم زمین کے خلاف کھلی جارحیت کے بعد، دو دہائیوں پر محیط جہاد و قتال اور قربانیوں کے بعد آج مسلمان افغانی قوم... فقط اللہ کے فضل وکرم سے... ناپاک امریکیوں کی قیادت میں عالمی کفر پر فتح حاصل کر کے سرخرو ہوئی۔

اے خوددار اور غیور قوم! مبارک ہو تمہیں، کہ کافروں کے لشکر تم سے ٹکرا کر پاش پاش ہوئے... پہلے برطانوی، پھر روسی اور اب امریکی...، اور اے بے مثل غازیانِ اسلام! آپ کو بھی مبارک ہو، کہ آپ نے اپنی قوم کو پورے اعزاز و اکرام سے اس زبردست فتح سے ہمکنار کیا۔

اللہ تعالیٰ عظیم المرتبت امیر المؤمنین ملا عمر پر رحمت نازل فرمائے جنہوں نے اپنے پاک خون سے ایمان ویقین کے روشن الفاظ نقش کیے، جب آپ نے فرمایا: ”مجھ سے بش نے شکست کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ کیا ہے، ہم دیکھ لیں گے کہ کونسا وعدہ سچا ہے“۔ آج وہ دن آگیا جس میں پوری دنیا دیکھ رہی ہے کہ کونسا وعدہ سچا رہا۔ اے اللہ تیرے لیے ہی تمام تعریفیں اور تیرا ہی فضل وکرم ہے۔

سأبكيك بالبيض الصفاح وبالقنا فإن بها ما يدرك الطالب الوترا
ولست كمن يبكي أخاه بعبرة يعصرها من ماء مقلته عصرا

[میں تیرا غم کھاؤں گا، مگر شمشیر وسنان اٹھا کر، کیونکہ انھی کے ذریعے مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ میں ایسا نہیں ہوں جو بھائی کے غم کو آنسوؤں سے مٹانے کی کوشش کرے۔]

اللہ کی قسم! یہ انتہائی رشک، خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی زندگی میں وہ موقع دکھا دیا جس میں باطل کی شکست ہوئی اور حق جیت گیا۔ اللہ نے سچ فرمایا:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾[الأنبياء:١٨]

”بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے، اور باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔ اور جو باتیں تم بناتے ہو، ان سے تمہاری ہی خرابی ہے“۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ افغانستان کی فضا میں توحید کا پرچم دوبارہ لہراتے دیکھ کر ہماری اور تمام مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں، اور یہاں سے نکل کر یہ اللہ کی پوری زمین پر چھا جائے، اور لوگوں کو اسلامی شریعت کے سائے تلے امن وامان کی زندگی نصیب ہو، آمین۔

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾[الروم:٤،٥]

”اور اُس روز مومن بندے خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے، وہ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، اور وہ غالب (اور) مہربان ہے“۔

افغانستان کے واقعات سے بڑی عبرت جو ہم حاصل کر سکتے ہیں؛ وہ یہ ہے کہ امت کو ذلت کی گہرائی سے عزت کی چوٹی تک لے جانے کا واحد راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے، غیروں کی غلامی اور پسماندگی سے نکال کر سیادت اور ترقی کی راہ پر گامزن کرنے والا یہی واحد راستہ ہے، جیسا کہ اسلاف کا طرزِ عمل تھا۔ ”اس امت کے آخری گروہ کی اصلاح بھی اسی طرح ہو سکتی ہے، جیسے اس کے پہلے گروہ کی ہوئی“۔

تنظیم قاعدة الجهاد ببلاد المغرب الإسلامي

جماعة نصرة الإسلام والمسلمين

مبارکباد کا پیغام

ایک ایسے عالم میں جہاں محض عسکری قوت کا احترام کیا جاتا ہے، امت کی اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہ ہو گی جب تک وہ خود قدرت اور عسکری قوت سے لیس نہ ہو جائے۔ افغانستان میں بکھرے بالوں اور گرد آلود قدموں والے افراد کی دنیا کی طاقتور فوج پر... اللہ کے فضل سے... کامیابی اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ جو کوئی یہ گمان کرے کہ عزت کا راستہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہو سکتا ہے، اسے یہ گمان ذلت اور غلامی کے سمندر میں غرق کر دے گا۔

ترجو النجاة ولم تسلك مسالكها إن السفينة لا تجري على اليبس

[یہ ہو نہیں سکتا کہ تم نجات کی امید رکھو، جبکہ نجات کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کرو۔ کیونکہ بلاشبہ کشتی خشکی پر نہیں چل سکتی۔]

پیغمبرِ صادق ﷺ نے فرمایا:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ.

"جب تم لوگ بیع العینہ کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دم پکڑے رہو گے اور کھیتوں پر خوش رہو گے اور جہاد کو ترک کر دو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ذلت طاری کر دے گا، جو اس وقت تک نہ ہٹائے گا جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ"۔[سنن ابو داود]

تو اے مسلمانو! دیکھو کہ تمہارے افغان بھائیوں کا جہاد... کتنے کرب و بلا کے بعد... آج عزت و کامرانی کی صورت میں نتیجہ خیز ہوا۔ پس جو عزت اور کامرانی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ان کا راستہ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[الصف:۱۳-۱۰]

"اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے خلاصی دے، (وہ یہ ہے کہ) خدا پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اور پاکیزہ مکانات میں (جگہ دے گا)۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک دوسری چیز بھی (عطا کرے گا) جسے تم بہت چاہتے ہو، (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد و نصرت اور عنقریب فتح۔ اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری سنا دو"۔

اللهم مجري السحاب، ومنزل الكتاب، وهازم الأحزاب! اهزم أعداءك وانصرنا عليهم..

"اے اللہ! اے بادلوں کو چلانے والے، کتاب نازل کرنے والے، لشکروں کو شکست دینے والے! اپنے دشمنوں کو شکست سے دوچار فرما اور ہمیں ان پر فتح نصیب فرما۔" آمین۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[المنافقون:8]

"عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے"۔

مؤسسة الاندلس للإنتاج الأعلامي

تنظيم قاعدة الجهاد ببلاد المغرب الإسلامي

مؤسسة الزلاّقة للإنتاج الأعلامي

جماعة نصرة الإسلام والمسلمين

تنظیم حراس الدین

امارتِ اسلامیہ کی فتح پر امتِ مسلمہ کو مبارکباد

الحمد لله معزّ الإسلام بنصره ومذلّ الشرك بقهره، والصلاة والسلام على عبده ورسوله محمد المبعوث بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك له۔

گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کی بیسویں برسی کے موقع پر... ہماری محبوب امتِ مسلمہ کو افغانستان کی زمین سے فتح کی خوشخبریاں بھی موصول ہوئیں۔ دو دہائیوں کے صبر، جہاد، استقامت اور قربانیوں کے نتیجے میں... اللہ کے فضل سے... افغانستان کا پایہ تخت کابل آزاد ہوا اور حملہ آور افواج شکست کھا کر بھاگ نکلیں۔

اس عظیم فتح اور واضح کامیابی نے... جس سے ہمارے رب تعالیٰ نے مجاہدینِ طالبان کو سرفراز فرمایا... امتِ مسلمہ کے بیٹوں میں امید کی روح پھونک دی ہے، اور انھیں اس بات کی بشارت دی ہے کہ جو کوئی اللہ کی مدد کرے، اس کے راستے میں جہاد کرے، اس کے دین کے قیام اور شریعت کے نفاذ کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرماتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو، تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے پاؤں جمادے گا۔“ (محمد: ۷)

اس عظیم فتح اور واضح کامیابی نے پوری دنیا کے سامنے بالعموم اور مسلمانوں کے سامنے بالخصوص امریکہ اور نیٹو کے جرائم کی حقیقت کھول دی ہے اور ان کی مزعومہ قوت کی حقیقت اور ان کے ظلم و ستم کے نتائج بھی واضح کر کے رکھ دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝﴾

”جن لوگوں نے کفر کیا، وہ اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں، پس وہ خرچ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ یہ مال خرچ کرنا ان کے لیے خسارے کا باعث بن جائے گا، پھر وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور یہ کافر لوگ جہنم کی طرف ہی ہانکے جائیں گے۔“ (الأنفال: ۳۶)

افغانستان کا یہ کامیاب تجربہ امتِ مسلمہ کے بیٹوں کے لیے روشن شمع اور ایک نمونہ ہے، وہ جو معاصر جاہلی نظام سے آزادی اور اسلامی ریاست کے قیام کی چاہت رکھتے ہیں۔ اس فتح کے حوالے سے نہ تو تفریط ہونی چاہیے اور نہ ہی اس کے نتائج کے حصول میں کوتاہی ہونی چاہیے۔ پس یہ (جہاد و فتح کا) راستہ اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ خوب مضبوطی سے اس سے چمٹا جائے، اس پر استقامت دکھائی جائے اور اس کے نتائج کماحقہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اور عالمی طاقتوں کی ہر چال اور حیلے سے ہوشیار رہا جائے جو اس عظیم کامیابی اور فتح مبین کے ثمرات ضائع کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾

”اور ہم نے تختیوں پر ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، (اور یہ حکم دیا کہ) اب اسے مضبوطی سے تھام لو، اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کے بہترین احکام کو لازم پکڑیں، میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھادوں گا۔“ (الأعراف: ۱۴۵)

پس جو کوئی عزت اور تمکین کی تلاش میں ہے تو یہ عظیم فتح اور کھلی کامیابی اس کے سامنے واضح کرتی ہے کہ اس کا واحد راستہ 'جہاد فی سبیل اللہ' ہے، اپنی جان و مال کے ساتھ اور اپنے جامع مفہوم میں جہاد کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تنظيم حراس الدين

﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝﴾

”جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے، انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔“ (الحج: ۳۹ تا ۴۱)

پس پوری امتِ مسلمہ کو عموماً اور افغان عوام، ان کی قیادت اور ان کے مجاہدین کو خصوصاً ہم اس عظیم فتح اور بڑی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کی قیادت اور مجاہدین کو ہر خیر کی توفیق عطا فرمائے، ان کے لیے دینِ اسلام کو زمین میں تمکین عطا فرمائے، ان کے قدموں کو جما دے، اور دشمنوں کی چالوں کو ان سے پلٹا دے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

تنظيم حراس الدين

مؤسسة الشام الرباط للإنتاج الأعلامي

محرم 1443

عالم اسلام سے علمائے کرام کے تاثرات

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

مفتی اعظم پاکستان

اللہ تعالیٰ نے سارے مسلمانوں کو عظیم خوشخبری عطا فرمائی ہے، وہ خوشخبری ایسی ہے کہ اس کے تصور سے ہی ہر مسلمان کی روح مسرور ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے افغانستان میں ہمارے طالبان بھائیوں کو فتحِ مبین عطا فرمائی، اور ان کے ذریعے اتنی بڑی سپر طاقت امریکہ، اور صرف امریکہ نہیں اس کے ساتھ ۴۷، ۴۸ ممالک کی فوجیں... جن سے وہ بیس سال سے نبرد آزما تھے... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ذلیل ورسوا کیا۔ لیکن یہ سب کچھ ایسے نہیں ہوا کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوں، مغربی طاقتوں سے مرعوب ہو کر، ڈر کر بیٹھے ہوں اور اچانک اللہ تعالیٰ نے انھیں کابل میں لا کر بٹھا دیا ہو، نہیں! بلکہ اس کے پیچھے بیس سال کی جدوجہد ہے، بیس سال کی قربانیاں ہیں۔ بیس سال تک انھوں نے جس عزم وثبات اور جس ولولے سے دنیا کی سپر طاقتوں کا مقابلہ کیا، اور جس طرح ایمانی قوت کے ذریعے وہ تمام باطل طاقتوں کے آگے ڈٹے رہے، اللہ تعالیٰ نے اس سب کا صلہ انھیں آج عطا فرمایا کہ آج ساری دنیا انگشت بدنداں ہے۔

مولانا ارشد مدنی صاحب

امیر جمعیت علمائے ہند

طالبان کا نظریہ ہے کہ وہ غلامی کو قبول نہیں کرتے۔ ہمارے آباؤ واجداد کی سوچ بھی یہی تھی۔ دار العلوم غلامی کی مخالفت کے لیے ہی بنا ہے۔ طالبان نے اس فکر کے تحت روس اور امریکہ کی غلامی کی زنجیروں کو توڑا۔

شیخ احمد الخلیلی صاحب

مفتیِ اعظم عمّان

ہم افغان مسلم قوم کو ظالم حملہ آوروں کے مقابلے میں فتحِ مبین اور عظیم کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ خود اپنے آپ کو اور پوری امتِ مسلمہ کو بھی اللہ کے وعدے کے سچ ثابت ہونے پر مبارکباد دیتے ہیں۔ ہم محبوب افغان مسلم قوم سے امید کرتے ہیں کہ وہ تمام تحدّیات کا یکجان ہو کر مقابلہ کریں گے، نرمی، سلامتی، اتفاق و وحدت ان میں غالب ہو گی، شریعتِ اسلامیہ کی تنفیذ کے ذریعے اللہ کی رسی کو تھاما جائے گا، کتاب وسنت کو لازم پکڑا جائے گا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر تعاون کیا جائے گا اور طاغوتی نظام کی ہر نسبت کو اتار پھینکا جائے گا۔ ہم اس نادر فتح سے پوری امتِ مسلمہ کے لیے نیک فال لیتے ہیں کہ اس کے بعد مزید فتوحات ہوں گی اور مسلمان ہر بالشت بھر زمین کو غاصبوں کے قبضے سے چھڑائیں گے۔ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید رکھتے ہیں کہ اپنی مبارک مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کا خواب بھی عنقریب پورا ہو گا۔

ڈاکٹر حاکم المطیری صاحب

امینِ عام امت کانفرنس، رئیس جماعت حزب الأمة، کویت

امارتِ اسلامیہ کے ہاتھ پر افغانستان کی آزادی، حکومت سازی اور شریعت کے قوانین کی تنفیذ نے افغانستان کو خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد پہلی اسلامی ریاست بنا دیا ہے، ایک ایسی اسلامی ریاست جو اپنی عوام کی نمائندہ بھی ہے اور اس نے اپنے دین وروایات کے مطابق اسلامی نظام کو اختیار کیا ہے۔ یوں اس نے امت اور اس کے افراد کے سامنے آزادی کا راستہ واضح کر دیا ہے۔

شیخ حسن بن علی الکتانی صاحب

رئیس رابطہ علماء المغرب العربی، مراکش

۲۳ محرم ۱۴۴۳ھ کی رات مسلمانوں کی تاریخ میں ہمیشہ الگ اعزاز سے یاد کی جائے گی، کیونکہ اس رات 'سنہری تاریخ کے حامل' افغانستان میں طویل امریکی قبضہ اپنی انتہاء کو پہنچا۔ اللھم لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ! میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اسے آئندہ آنے والی اسلام اور مسلمانوں کی فتوحات، اللہ کی شریعت کی زمین میں بالادستی اور غاصبوں کے قبضے سے مبارک مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کا نکتہ آغاز بنا دیں۔

شیخ عبد الرزاق المہدی صاحب

شام

شام کی سرزمین سے، رباط کی سرزمین سے میں اپنی جانب سے اور یہاں شام میں موجود تمام اہلِ علم کی جانب سے اپنے طالبان بھائیوں کو اس عظیم فتح پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور ان سے کہتا ہوں کہ مزید اللہ کے راستے میں بڑھتے جاؤ۔ اے افغان بھائیو! اللہ تعالیٰ نے آپ پر خاص کرم فرمایا کہ آپ نے دنیا کی سب سے سرکش قوت... امریکہ اور اس کے حواریوں... کو شکست دی ہے، اور اس سے پہلے سوویت اتحاد کو شکست دی تھی، اور اس سے بھی پہلے سلطنتِ برطانیہ کو شکست دی تھی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ افغانستان کی زمین کو خیر، عافیت اور راحت سے بھر دے۔ اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ شام میں بشار، رافضی ملیشیات اور پوٹن کے کرائے کے قاتلوں کے مقابلے میں ہماری مدد و نصرت فرمائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری بھی ایسی نصرت فرمائیں جس طرح طالبان کی نصرت فرمائی ہے، آمین۔

شیخ عبد الحی یوسف صاحب

نائب رئیس هیئة علماء السودان

مومنین اس فتح پر خوش ہیں، جبکہ منافقین غم وحزن کا شکار ہیں۔ بلاشبہ اس فتح نے ... جو افغانستان میں مجاہدین کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی ہے... ہم مسلمانوں کے سامنے امید کی کرن پیدا کر دی ہے، اور ہمارے اس یقین کو بڑھا دیا ہے کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ سچا ہو، تو اللہ بھی اس کے ساتھ سچے ہوتے ہیں، اور جو کوئی اللہ کی مدد کرے تو اللہ بھی اس کی مدد فرماتے ہیں، اور جو کوئی اللہ کے دین کو عزت دلائے، اللہ اسے معزز فرما دیتے ہیں، کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمار کھا ہے: [اور ضرور بالضرور اللہ اس کی مدد فرمائیں گے جو اس کی مدد کرے، بے شک اللہ بہت زیادہ قوی اور غالب ہیں۔]

رابطہ علماء المسلمین

ہم خوشی سے لبریز دل، مسرور روح اور حمد وثناء اور تکبیر و تہلیل بیان کرتی زبان سے افغانستان کے اپنے غیور مسلمان بھائیوں... قائدین، حکومت اور عوام... کو گرم جوش مبارکباد دیتے ہیں۔ اس بات پر مبارکباد دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پاک سرزمین کو قابض حملہ آوروں سے پاک کر کے آپ کو حکومت قائم کرنی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جن کے ہاتھ میں اللہ نے اس قوم کی باگ ڈور دی ہے، انھیں اپنی ہدایت سے بہرہ ور فرمائے، اپنی رضا والے عمل کی توفیق دے، انھیں اپنے دوستوں کے لیے نرم اور دشمنوں کے لیے جنگ والا بنادے، اور محبوب افغان عوام کو رحمانی شریعت کے سائے تلے امن وسلامتی اور اطمینان کی فضا نصیب فرمائے، آمین۔

الاتحاد العالمي لعلماء المسلمين

ہم مجلسِ اتحاد کے رئیس، ذمہ داران اور تمام اراکان کی طرف سے ملا محمد حسن اخوند کو جدید حکومت کی سربراہی، اور طالبان اور دیگر افغان طبقات کی طرف سے آپ کو دیے گئے اعتماد پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ یہ اعتماد آپ کی اہلیت اور مقام و مرتبے کی شہادت دیتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ افغانستان کی یہ جدید حکومت اس عادل حکومت کا نمونہ پیش کرے گی جو رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے قائم کی تھی، جس میں شورائیت، عدل وانصاف، جان ومال کی حفاظت، آزادیوں اور حقوق کی ضمانت ہوگی، اہل کو حق دیا جائے گا، سب میں برابری ہوگی اور معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان امن وآشتی کی فضا پیدا ہوگی، اور انسانی وتہذیبی مشترکات کو معاشرے میں جگہ ملے گی۔ ہم تمام افغان گروہوں اور ان کے قائدین سے بھی کہتے ہیں کہ وہ اس حکومت کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ ہم خود بھی ہر طرح کے تعاون کے لیے تیار ہیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: ہمارا خوں بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں

پس ہمیں سمجھنا چاہیے کہ شہادتوں اور قربانیوں کے بغیر غلبہ اسلام کی منزل کا حصول ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں میں بحیثیتِ مجموعی روحِ شہادت زندہ فرمادیں اور راہِ جہاد پر استقامت نصیب فرمائیں، تاکہ افغانستان میں امارت کی فتح دیگر خطوں میں ایمان اور اہلِ ایمان کی فتح کا دروازہ بن جائے، آمین۔

اللهم خذ من دمائنا حتى ترضىٰ! اللهم آمين!

☆☆☆☆☆

توکلِ محض

[یہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا وہ خطاب ہے جو انھوں نے ۱۲۰۰ علمائے کرام کے سامنے اس وقت فرمایا جب انھیں امیر المؤمنین کا لقب دیا جا رہا تھا۔ اس میں آپ نے اپنی تحریک کی ابتدائی کہانی سنائی ہے اور اس کے تناظر میں علمائے کرام کے سامنے ان کے فرضِ منصبی کو واضح کیا ہے۔ آپ کا یہ خطاب آج کے دور میں ہر خطے میں موجود علمائے کرام اور اہلِ دین کو ان کا فرض یاد دلاتا ہے۔ ہم امارت کی عظیم الشان فتح کے موقع پر یاد دہانی کے لیے اسے یہاں نشر کر رہے ہیں۔ اس خطاب کو طالبان قائد 'امین اللہ امین' شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'لشکرِ دجال کی راہ میں رکاوٹ' سے نقل کیا جا رہا ہے۔] (مدیر)

میں نے ایک چھوٹا سا مدرسہ بنایا جس میں پندرہ بیس طلبہ تھے، میں بھی اس مدرسے میں پڑھ رہا تھا۔ ایک دن میں پڑھائی میں مصروف تھا کہ میرے ذہن میں خیال آیا۔ میں نے اپنی کتاب بند کر دی۔ اس سے پہلے ایسا خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ (وہ خیال یہ تھا کہ) کیا یہ آیت [لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا] میرے لیے کافی ہے؟ جیسے ہی مجھے یہ خیال آیا، میرے پاس کچھ نہ تھا، نہ کوئی اسلحہ، نہ کوئی فوج اور نہ مال و دولت۔ تو کیا اس وقت میں اپنے نفس کو غیر مکلف سمجھتا؟! لیکن میں نے محض توکل کیا اور اللہ سے سچا وعدہ کیا کہ میں ضرور یہ کام کروں گا۔ میں نے کتاب بند کی، ساتھی کو ساتھ لیا۔ 'سنگسار' ایک علاقے کا نام ہے۔ وہاں میں نے ایک آدمی سے... جس کا نام 'سرور' تھا اور جس کا تعلق قندھار کے علاقے 'تالقان' سے تھا... موٹر سائیکل ادھار لی، اور اپنے ساتھی کو ساتھ بٹھا کر 'زنگاوات' گیا۔ زنگاوات سے آگے تالقان تک ہم پیدل چلے۔ راستے میں خاردار جھاڑیاں اور کانٹے دار شاخوں کی وجہ سے چلنے میں بہت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے راستے میں ساتھی سے کہا کہ یہ رات یاد رکھنا، اس کا اجر ضرور ملے گا۔ صبح ہم نے اپنا کام شروع کیا۔ ایک مسجد میں گئے، وہاں پر سات طلبہ سبق پڑھ رہے تھے۔ ہم نے انھیں دائرے کی شکل میں بٹھایا اور ان سے بات شروع کی کہ اللہ کا دین خفیہ طریقے سے چل رہا ہے اور فسق و غارت سڑکوں پر شروع ہے۔ آدمی کو پیسے کے لیے گاڑی سے اتار کر گولی مار دی جاتی ہے اور خوف و ڈر کی وجہ سے کوئی اسے دفناتا تک نہیں۔ ہمارے یہاں سبق پڑھنے سے یہ مسائل حل ہونے والے نہیں۔ اور زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر آپ اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی یہ پڑھائی رہ جائے گی۔ مجھ سے کسی نے ایک روپیہ دینے تک کا وعدہ نہیں کیا، چاہے گاؤں والوں نے روٹی دی یا نہ دی، یہ ان کی مرضی، میرے پاس محض توکل کے سوا کچھ نہیں۔ اس کام کو ہفتہ، مہینہ یا سال نہیں، زندگی کے آخری لمحے تک کرنا ہے۔ اور ان طلبہ کو تسلی بھی دی کہ دیکھو! فاسق فاجر لوگ اللہ کی دشمنی میں دن رات محاذوں پر بیٹھے ہیں، انھیں کسی چیز کی پرواہ نہیں، اور ہم اتنے کمزور اور بزدل ہیں کہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے دین کے پیروکار ہیں اور پھر ان کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔

﴿وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ﴾ [النساء: ۱۰۴]

''ان لوگوں کا پیچھا کرنے میں دل ہارے بیٹھے نہ رہو، اگر تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو انھیں بھی اسی طرح تکلیف ہوتی ہے جس طرح تمہیں ہوتی ہے''۔

سات طلبہ میں سے کسی نے مجھے حوصلہ افزا جواب نہیں دیا اور نہ ہی وہ فوراً کام کے لیے تیار ہوئے۔ اللہ شاہد کہ ان سب نے کہا کہ اگر جمعرات والے دن ہم فارغ ہوئے تو کوشش کریں گے۔ پس کیا میں ان سات طلبہ کو مقیس علیہ بنا کر باقی سب کو انھی پر قیاس کرتا، اور مایوس ہو کر واپس لوٹ جاتا اور اپنی پڑھائی شروع کر دیتا۔ اس وقت یہ آیت [لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا] میرے لیے کافی نہیں تھی، لیکن میں نے اپنے آپ کو اس کا مکلف بنایا، اور میں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا کرنے کے لیے دوسری مسجد میں گیا۔ اس مسجد میں بھی پانچ چھ طالب تھے۔ میں نے ان کو بھی وہی دعوت دی جو پہلے والے طلبہ کو دی تھی، وہ سب تیار ہو گئے۔ یہ بھی اسی امت کے لوگ تھے جس امت کے باقی سب تھے۔ کیا یہ مرد تھے اور باقی سب عورتیں تھیں، یا کیا یہ بڑے تھے اور باقی سب چھوٹے، یا یہ کسی اور نسل کے لوگ تھے، باقی کسی اور نسل کے؟! ان میں اور دوسرے لوگوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ میرے اللہ تعالیٰ پر توکلِ محض کا نتیجہ یہ نکلا کہ صبح سے لے کر شام تک [۵۵] پچپن طالبان تیار ہو گئے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ تم صبح آ جانا، لیکن وہ سب اللہ پر توکل کرنے والے اسی رات ایک بجے سنگسار پہنچ گئے۔ صبح کی نماز میں جب امام نے سلام پھیرا تو ایک آدمی نے امام صاحب سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے اس علاقہ سنگسار میں بہت سے فرشتے آئے اور ان کے ہاتھ بہت ہی نرم و نازک تھے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۴ پر)

ایمان افروز فتح اور اہم سنگِ میل

استاد اسامہ محمود

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على حبيبنا و رسولنا محمد وآله وصحبه أجمعين.

الله أكبر، الله أكبر ،لاإله إلا هو، أنجز وعده ،و نصرعباده وهزم الأحزاب وحده, أما بعد

اللہ ہے اور اللہ کے سوا کوئی نہیں! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر! اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اپنے بندوں طالبان کی، امارت اسلامی کے مجاہدین اور مجاہد افغان قوم کی نصرت فرمائی اور بلاشبہ اس رب کریم نے پوری امت کو ہی ایک عظیم الشان فتح مبین سے نوازا... وہ جو زمین پر خدائی کا دعویٰ کر کے نکلا تھا، جس نے اعلان کیا تھا کہ یہاں اسی کی بادشاہی چلے گی، اسی کی تہذیب اور اس کا نظام غالب ہو گا، اور جس نے کہا تھا کہ مجاہدینِ طالبان کو زمین سے فنا کر کے لوٹے گا، اُس ابرہہ کے لشکر کا تکبر اللہ نے اپنے ضعیف بندوں کے ہاتھوں خاک میں ملا دیا اور خالق کائنات، رب السموات والارض نے ایک دفعہ پھر دکھا دیا کہ لا الہ الا اللہ ولا حول و لا قوۃ اِلا باللہ!... امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے، آپ نے فرمایا تھا کہ بش ہمیں شکست دینے اور فنا کرنے کا جبکہ اللہ ہماری فتح و نصرت کا وعدہ کر رہا ہے، دنیا دیکھے گی کہ کس کا وعدہ سچا ہے۔ سبحان اللہ! اللہ نے اپنے اس بندے کا ایک حرف حرف سچا کر دکھایا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا، سچا ہے اور ہمیشہ سچا رہے گا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا﴾ ”تمہارے لیے (آیت ہے، اللہ کی واضح) نشانی ہے دو گروہوں میں کہ جب وہ آپس میں لڑے“ ﴿فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”ایک گروہ اللہ کے راستے میں لڑ رہا تھا“ ﴿وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ﴾ ”اور دوسرا کافر تھا جو اپنے آپ کو ظاہری آنکھ سے (اہل ایمان سے قوت و تعداد میں) زیادہ دیکھتا تھا“؛ مگر کون جیتا؟ جو قوی تھا، کثرت میں تھا کیا وہ غالب ہوا؟ نہیں، نصرت اور فتح کا انحصار قلت و کثرت پر نہیں ہے، ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ﴾، نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے، اسی کے ہاتھ میں ہے، اس لیے آگے فرمایا ﴿وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ﴾ ”اور اللہ جس کی چاہے نصرت کرتا ہے“ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ ”بیشک اس میں عبرت ہے“ سب کے لیے؟ نہیں! ”اُن کے لیے جن کے دل کی آنکھیں بینا ہوں“۔ سورۃ آل عمران کی یہ آیت غزوہ بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے، مگر سبحان اللہ! اللہ کا کلام زندہ کلام ہے، یہ ہر دور میں زندہ دلوں میں ایمان پیدا کرتا ہے اور اہل ایمان کو قوت و ہمت بخشتا ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے یہ آیت آج امارت اسلامی ہی کی اس عظیم الشان فتح پر تبصرہ کرتی ہے۔ امریکہ، اس کے اتحاد اور امارت اسلامی کے مجاہدین کے درمیان کیا تقابل تھا؟ ایک دنیا کا سپر پاور تھا، اکیلے نہیں بلکہ پچاس ممالک کی انتہائی اعلیٰ افواج بھی ساتھ تھیں، اس کے پاس وہ ٹیکنالوجی تھی کہ جو پوری انسانی تاریخ میں کسی کو نہیں ملی، یہ ٹیکنالوجی ہی تھی کہ جس کے باعث اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا جبکہ دوسری طرف اہل ایمان طالبان تھے، انتہائی قلیل اور مکمل طور پر بے سروساماں۔ ٹوٹے پھوٹے چھوٹے ہتھیار اور ہاتھ کے بنائے ہوئے بارود کے سوا کچھ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ پھر اس قوی ترین طاقت نے اس ضعیف گروہ کے خلاف انتہائی بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ یہ جنگ لڑی، لڑی بھی اپنی تاریخ کی طویل ترین اور مہنگی ترین جنگ۔ مگر انجام میں کیا ہوا؟ نتیجہ کیا نکلا؟ سپر پاور پٹ گیا، ہار گیا، دنیا بھر کی نظروں میں رسوا ہو گیا۔ اس کی ٹیکنالوجی کا بت ٹوٹ گیا اور سپر پاور ہونے کا وہ رعب اور دبدبہ سب خاک میں مل گیا۔ اس نے اپنا نظام قائم رکھنے کے لیے یہاں تین لاکھ کی مقامی فوج بنائی، اسے اعلیٰ سے اعلیٰ ٹریننگ دلوائی، بہترین اور انتہائی قیمتی وسائل اس پر خرچ کیے، پر یہ فوج بھی اللہ کے شیروں کے سامنے نہیں ڈٹ سکی اور بالآخر تمام تر ہتھیار اور سارا ساز و سامان مجاہدین کے قدموں میں رکھ کر تسلیم ہو گئی، تحلیل ہو کر مٹ گئی اور مکمل طور پر ختم ہو گئی۔ جس اسلامی امارت کو فنا کرنے کے لیے امریکہ نے اپنی یہ تاریخی جنگ لڑی، اس کے مجاہدین امریکیوں کی نظروں کے سامنے تکبیر کے نعروں اور توحید کے جھنڈوں کے ساتھ پایۂ تخت کابل پر قابض ہوئے، صدارتی محل کو پاؤں تلے روندا اور سورۃ النصر کی تلاوت کر کے فتح کا اعلان کر دیا ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا﴾، اس میں اللہ کی نشانی ہے اور ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ چشم دل رکھنے والوں کے لیے ہی اس میں عبرت ہے۔ وہ سارے ہتھیار، طیارے، جدید عسکری گاڑیاں اور انتہائی قیمتی وسائل جو جہاد کا راستہ روکنے کے لیے یہاں لائے گئے تھے وہ سب کا سب مجاہدین فی سبیل اللہ کو اللہ نے دے دیا اور یوں جن

وسائل نے کفریہ نظام کو تقویت دینی تھی آج کے بعد وہ اسلامی نظام اور اسلام کی خدمت میں ان شاء اللہ استعمال ہوں گے۔﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾"جو کافر ہیں وہ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لئے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں " ﴿فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾"تو یہ خرچ کریں گے پھر (اسی مال پر) انہیں افسوس ہو گا پھر آخر کار مغلوب ہوں گے"۔ دنیا حیران ہے، پورا عالمِ کفر سکتے میں ہے، انہیں سمجھ ہی نہیں آرہا کہ یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا۔ کوئی حقیقت پسند آدمی اس کی مادی توجیہ نہیں کر سکتا، اس کی ایسی کوئی توجیہ ہو ہی نہیں سکتی ہے! بلکہ ایک بے دین آدمی بھی، جس کی نظر مادی دنیا سے کبھی اوپر نہیں اٹھی ہو، اگر اس کے دل پر تعصب اور تکبر کا زنگ نہیں چڑھا ہو اور وہ صاف دل اور کھلی آنکھوں کے ساتھ اس کا جائزہ لے، تو ہر قدم پر اسے غیبی قوت نظر آئے گی اور اس جنگ کا ہر پہلو اور ہر واقعہ اس کو اللہ کی ذات عظیم کے ساتھ روشناس کرائے گا، اس لیے کہ تاریخ کا یہ انتہائی اہم باب "آيَة مِنْ آيَاتِ الله"، اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

میرے عزیز مسلمان بھائیو!

یہ عظیم الشان واقعہ ہماری انفرادی زندگی میں بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے اور ہماری اجتماعی اور تحریکی زندگی میں بھی یہ ہمیں بہت کچھ سمجھاتا ہے۔ اس عظیم فتح کے اسباب پر ہم اگر غور کریں گے تو بحیثیت فرد بھی یہ ہمیں اللہ کے ساتھ جوڑیں گے اور بطورِ تحریک بھی اُس راستے پر یہ ہمیں چڑھائیں گے کہ جو امت مسلمہ کی عزت و آزادی اور ہدایت اور نصرت کا راستہ ہے۔ اس پُر نور سفر کا سب سے اول قدم اللہ پر ایمان ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہے۔ محض زبان کی نوک پر نہیں، بلکہ دل کے اندر تک یہ مصمم یقین کہ خیر و شر کسی مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے، زندگی اور موت، کامیابی اور ناکامی، اور عزت اور ذلت کا اختیار صرف اور صرف خالق کائنات اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ حالات ظاہراً جتنے بھی خطرناک اور خوفناک ہوں، ان سے نہ ڈرنا چاہیے اور نہ ہی ان سے مایوس ہونا چاہئے بلکہ یہ حالات جس رب ذوالجلال کے ہاتھوں میں ہیں، اس کی طرف متوجہ ہونا اصل ہے، اُسی سے ہی امیدیں رکھنا اور اُس کے سوا پوری دنیا سے ناامید ہو جانا ہی اس عظیم واقعے کا سبق ہے۔ ساتھ یہ حقیقت بھی دل و ذہن میں بسانا کہ اسباب کا کبھی اسیر نہیں بننا، اس کی غلامی کبھی قبول نہیں کرنا بلکہ رب الاسباب کا بندہ اور غلام رہنا، اسی کی ناراضگی سے ڈرتے رہنا اور اسی کو راضی کرنے کی سعی کرنا... اللہ پر یہ ایمان اور اللہ کے وعدوں پر یہ یقین اس راستے کا اولین پڑاؤ ہے۔ یہ وہ زادِ راہ تھا کہ جس نے امارت اسلامی کے کمزور اور انتہائی قلیل لشکر کو فولاد سے بھی زیادہ قوی کر دیا اور یوں انہوں نے 'زمینی حقائق' نامی حصار کے اندر اپنے آپ کو محصور نہیں کیا، بلکہ اللہ کے امر پر اس حصار کو توڑنے کا عزم صمیم کیا۔ پوری دنیا ڈرا رہی تھی، کوئی دباؤ ڈال کر اور کوئی خیر خواہ بن کر مصلحت کی پٹیاں پڑھا کر، کہ اس طوفان کے مقابل کھڑا ہونا عقلمندی نہیں ہے۔ سر نیچے کر لو، جھک جاؤ، مصلحت سے کام لو! مگر 'حاضر و موجود' سے بیزار یہ مومنین اللہ پر ایمان رکھتے تھے، وہ اللہ ذوالجلال جو انہیں مخاطب تھا کہ ﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾"اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تمہیں مغلوب نہیں کر سکتا"﴿وَإِن يَخْذُلْكُمْ﴾"اور اگر یہ اللہ تمہیں چھوڑ دے" ﴿فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ﴾"تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے"﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾"اور مومنین تو بس اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں" دنیا کچھ اور دکھا اور سمجھا رہی تھی، جبکہ اللہ انہیں بتا رہا تھا کہ دشمن کے برابر طاقت و قوت جمع کرنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے مگر ایمان کے تقاضے تو تم پورا کر سکتے ہو، اور یہ اگر تم نے کیا تو پھر غم نہیں کرنا! پریشان مت ہونا، تم ہی غالب ہوں گے۔ ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾"اور کمزوری مت دکھاؤ، غمزدہ مت ہو، تم ہی غالب ہو گے اگر تم مومن ہو"۔ لہٰذا اس کامیابی کا دوسرا اہم سبب یہ ہے کہ انہوں نے ایمان کے بعد اس کا تقاضہ بھی پورا کیا، اللہ کی پکار پر لبیک کہا اور حصول منزل کے نام پر کسی ایسے راستے پر قدم نہیں رکھا کہ جو اللہ کی ناراضگی کا باعث تھا۔ جن کو اپنانا ضروری تھا، انہیں دشمن نہیں بنایا، ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت انہوں نے اپنا اہم مقصد رکھا اور جو دین وملت پر حملہ آور تھے، ان کے ساتھ کسی قسم کی مداہنت نہیں کی۔ جمہوریت کی بساط بھی ان کے سامنے بچھائی گئی، اس جال اور پھندے کو بڑا مزین کر دیا گیا اور انہیں دعوت دی گئی کہ آؤ اسی سے تمہیں منزل ملے گی، اسلام نافذ کرنا ہے تو اس کا راستہ بھی یہی جمہوریت ہے۔ مگر ان مومنین کے دلوں میں نور تھا، انہیں اس راستے کی حقیقت واضح ہو چکی تھی، وہ سمجھتے تھے کہ یہ راستہ راستہ نہیں، بلکہ یہ تباہی و ناکامی کی خطرناک کھائی ہے، فرعون عصر کا یہ دجل و فریب ہے ،لہٰذا انہوں نے صرف اُس راستے پر ہی اپنا سفر جاری رکھا جس پر چلنے والوں سے اللہ نے نصرت و تائید کا وعدہ کیا ہے، انہیں اللہ حکم دے رہا تھا کہ ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ "اللہ کے راستے میں لڑو" کوئی اور لڑے نہ لڑے، کوئی تمہارا ساتھ دے یا نہ دے، تم لڑو ﴿لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ﴾"تم سے تمہارے عمل کا پوچھا جائے گا"﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ﴾"اور

مومنین کو بھی تحریضِ قتال دو" انہیں بھی دعوتِ جہاد دو﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ "قریب ہے کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے" ﴿وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا﴾ "اور اللہ سخت جنگ والا اور سخت انتقام لینے والا ہے"۔ دعوت وجہاد کا یہ راستہ ظاہراً مشکل اور طویل تھا، مگر اہل ایمان کی نگاہیں احکامِ شریعت کی طرف تھیں، وہ جانتے تھے کہ یہی رخ بہ منزل اور عظمتوں کی طرف جانے والا راستہ ہے اور تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ جب یہ اہل ایمان اس راستے سے نہیں ہٹے، انہوں نے اللہ کے ساتھ جب اپنا وعدہ پورا کیا تو اللہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، دشمن کا زور ٹوٹ گیا، اس کا حوصلہ جواب دے گیا اور غلبہ اسلام کی منزل سامنے کھڑی نظر آئی۔

ایک اہم پہلو یہ بھی ملاحظہ ہو کہ ایسا نہیں تھا کہ آج اس راستے پر قدم رکھا گیا اور بس اگلے دن منزل مل گئی۔ نہیں! اس کٹھن اور مسلسل سفر میں سالہا سال لگ گئے اور ایسے بے شمار لمحات بھی اس میں آئے کہ جن کی طوالت اور سنگینی کئی کئی عشروں پر بھی بھاری تھی۔ ہلا مارنے والی آزمائشیں، قربانیوں کی ایک منفرد اور انتہائی طویل تاریخ، اور اہم یہ کہ یہ ساری قربانیاں کسی فوری اور دنیاوی نتیجے کو سامنے رکھ کر نہیں دی گئیں، ہر ایک شاہد ہے کہ فتح بھی یہاں ثانوی امر رہا اور اولین مقصد یہاں اللہ کی خوشنودی کا حصول تھا۔ یہاں کوئی ایک مجاہد بھی ایسا نظر نہیں آیا کہ جو فتح کے لیے لڑ رہا ہو۔ فتح مقصد ضرور تھا مگر اولین ہدف بس اپنے حصے کا فرض نبھانا تھا، اللہ کے اوامر کی تعمیل مد نظر تھی، جبکہ نتائج کا معاملہ مکمل طور پر اللہ کے سپرد تھا۔ "إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ"[1] میں شہادت، یعنی جنتوں کا حصول اور رضائے الٰہی کی یہ چاہت ہی غالب رہی جبکہ دشمن پر غلبے کی چاہت –جس کو اللہ نے بھی "وَأُخْرَى تُحِبُّونَهَا" "اور وہ 'دوسری چیز' جو تمہیں پسند ہے" فرمایا ہے–ان کے یہاں بھی دوسرے درجہ پر ہی تھی، یہ اللہ کے سپرد تھا اور اس کے لیے کسی قسم کی عجلت سے کام نہیں لیا گیا۔ نتائج کا بظاہر نظر نہ آنا اور قربانیاں دیتے رہنا، منزل کے آثار دور دور تک نظر نہ آنے کے باوجود بھی رخ بہ منزل سفر جاری رکھنا اور تھک کر مایوس نہ ہونا بحیثیت فرد اور قوم یہ کوئی کم آزمائش نہیں تھی، مگر افراد واقوام دونوں کے معاملے میں اللہ کے ہاں اسی آزمائش میں سرخرو ہونا مطلوب ہوتا ہے

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ﴾[2]

امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے تمکین اور ابتلاء کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: آزمائش و ابتلاء کے بغیر بھی کبھی کسی کو تمکین ملی ہے؟ ابتلاء پر صبر کیے بغیر اہل ایمان کو تمکین کبھی نہیں ملا کرتی۔ لہٰذا فتح نظر نہ آنے کے باوجود بھی صبر وثبات کے ساتھ راہِ جہاد پر آگے بڑھنا، اپنے حصے کا فرض نبھانا، دنیاوی نتائج سے بے نیاز ہو کر بس اللہ کے ساتھ صدق ووفا پر قائم رہنا اللہ کو مطلوب تھا اور امارت اسلامی کے مجاہدین اور یہ افغانی قوم جب اس پیمانہ پر پوری اتری، جب اس نے ﴿...فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾[3] کے مطابق اپنا آپ ڈھال دیا اور توبہ واستغفار اور اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کر کے آگے بڑھتی گئی تو پھر کہیں جا کر اللہ نے ﴿فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾[4] دنیاوی فتح سے بھی نوازا اور اچانک اپنی رحمتوں اور نوازشوں کی ایسی بارشیں برسائیں کہ سب حیران رہ گئے، پردہ یکا یک اٹھ گیا، وہ منزل جو دور تھی اچانک سامنے نظر آئی اور ایسی شان کے ساتھ پہنچ گئی کہ ہر مجاہد کو اس میں شک نہیں رہا کہ ایسی عظیم الشان اور منظم فتح اللہ کی خصوصی نصرت کے بغیر ناممکن تھی۔ یہ خالصتاً اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا انعام ہے۔ ہر ایک کو لگا کہ جیسے آسمانوں سے آج خاص فرشتے اترے ہوں اور پورا انظام انہوں نے یکایک اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہو، جہاں اور جس طرف بھی مجاہدین رُخ کریں، وہاں رکاوٹیں اٹھتی چلی جائیں، اور کیا دشمن اور کیا ان کا سازو سامان سب مجاہدین کے قدموں میں آگریں۔ جس طرح غزوہ بدر میں قیدیوں کو گرفتار کرتے وقت جسمانی لحاظ سے ایک کمزور اور نحیف صحابی بہت قوی اور پہلوان قیدیوں کو ہانکتے چلے جا رہے تھے، یہاں بھی ہر جگہ ایسے مناظر دیکھے گئے کہ سینکڑوں ہزاروں فوجی اپنے سامنے کھڑے چند طالبان کے قدموں میں اپنے ہتھیار رکھ رہے ہیں اور وہ چند طالبان اپنی بندوقیں کندھوں پر لٹکائے ہاتھ کی چھڑی سے انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکے جا رہے ہیں۔ قندھار کے صرف ایک میدان میں بارہ ہزار فوجی محض ساڑھے پانچ سو طالبان کے

---

[1] "دو بھلائیوں میں سے ایک"

[2] "اور تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ معلوم کرلیں کہ تم میں سے کون جہاد کرنے والا اور صبر کرنے والا ہے اور آزمائیں گے تمہارے احوال (دعوے)" سورۃ محمد آیت ۳۱

[3] "...جو راہ خدا میں پہنچنے والے مصائب کے سبب ہمت نہیں ہارے، اور نہ کمزور پڑ گئے اور نہ ہی دشمن کے سامنے دب گئے اور اللہ (راہ حق پر) صبر کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے" سورۃ آل عمران آیت ۱۴۶

[4] "تو اللہ نے انہیں دنیا میں بدلہ دیا" ایضاً

سامنے سرنڈر ہوئے۔ یہ ہتھیار رکھنے والے کچھ کم مجرم نہیں تھے، یہ انتہائی جاہل بھی تھے اور ضدی اور وحشی بھی؛ شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار، ایسے ایسے مظالم انہوں نے ڈھائے ہیں کہ جنہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر آج اللہ نے ان کے دلوں میں یکایک کچھ ایسا خوف ڈالا کہ کچھ تو جنگ میں کام آئے اور باقی سب کے سب مجاہدین کے آگے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ کسی کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ حکومت کا اتنا بڑا نظام ہوا نکلے غبارے کی طرح یکایک پھس ہو جائے گا۔ یکم محرم الحرام کو صوبہ نیمروز سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور پھر فراہ، ہرات، غزنی اور قندھار سے ہوتے ہوئے اگلے چند دنوں میں کم و بیش سارے صوبے سقوط کر گئے۔ ہر جگہ ایک طرح کی کہانی ہے، مجاہدین نے محاصرہ کیا، تھوڑی دیر جنگ کی، سامنے سے کچھ مزاحمت ہوئی اور پھر بھاگنے اور تسلیم ہونے والے فوجیوں کی لائن لگ گئی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر پورے افغانستان میں حالت یہ ہوئی کہ عالی شان حکومتی عمارتیں تو کھڑی ہیں، وسیع و عریض چھاؤنیوں میں جدید ہتھیار، فوجی گاڑیاں، طیارے، ہیلی کاپٹر اور دیگر عسکری سازو سامان بھی بے تحاشہ ہے مگر ان سب میں کہیں کوئی ایک حکومتی فرد نہیں، ایک فوجی نہیں اور سب کچھ پر مجاہدینِ طالبان کا قبضہ ہے۔ امریکی چینل پر کسی صحافی نے کہا کہ تصور میں بھی نہیں تھا کہ جس فوج کو امریکہ اور پورے مغرب نے مل کر بیس سالہ محنت سے کھڑا کیا، وہ ریت کی دیوار ثابت ہو گی اور طالبان کے سامنے یہ مضبوط قلعے کاغذی کھلونے بن کر بیکار ہو جائیں گے۔

إن في ذلك لعبرة لأولى الأبصار!

یہ خالصتاً اللہ کی نصرت ہے اور مکرر عرض کروں کہ یاد رکھنے کا سبق یہ ہے کہ یہ انعام اللہ پر غیر متزلزل ایمان اور اتباعِ شریعت کے ساتھ راہِ جہاد کی آزمائشوں پر طویل اور ایک غیر مشروط صبر کے بعد ہی ملا ہے۔ بیس سال قبل جب امریکہ نے حملہ کیا اور امارت اسلامی کا سقوط ہوا، شہر پر شہر بہت کم دنوں میں امریکی اتحاد کے ہاتھوں میں گئے تو امیر المومنین ملا عمر رحمہ اللہ کے ساتھ بی بی سی کے ایک صحافی نے مخابرے پر انٹرویو کیا تھا۔ امیر لمومنین نے کہا کہ ” جس طرح آج کی تبدیلی دنیا نے دیکھ لی، اس طرح میری بات سن لیں، میں زندہ ہوں گا یا نہیں، مگر یاد رکھنا ایسی ایک تبدیلی دنیا ایک دفعہ پھر دیکھے گی، ایک دفعہ پھر سب شہروں پر مجاہدین قبضہ کریں گے اور امریکہ اور اس کے یہ حواری سب رسوا ہو کر نکلیں گے “۔ صحافی نے پوچھا کہ آپ کسی ہتھیار کی دھمکی دے رہے ہیں یا آپ کی کچھ اور مراد ہے؟ جواب میں امیر المومنین نے فرمایا ” یہ ہتھیار کا کام نہیں، ہم الٰہی نصرت کے منتظر ہیں اور خاص اللہ پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم سے غلطیاں ہوئی ہوں گی، لہٰذا اس سقوط میں ہمارے لیے خیر ہی ہے، اس میں ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گا، ہم اللہ سے مغفرت کے طلب گار ہیں، مگر ہم اپنا جہاد جاری رکھیں گے اور ہمیں یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اللہ کی نصرت اترے گی اور ایک دفعہ پھر یہ منظر تبدیل ہو گا“۔ سبحان اللہ! ابھی جب کابل پر مجاہدین کا قبضہ ہوا اور صدارتی محل میں اشرف غنی کی کرسی پر بیٹھ کر ایک طالب بھائی نے سورۃ النصر تلاوت کی تو اس کلپ کے ساتھ ہی آخر میں کسی نے امیر المومنین کی آواز میں ان کا یہ قول بھی لگا دیا ہے اور میں نے دیکھا کہ اس ایمان افروز قول کو آج جس نے بھی سنا اس کا دل کانپ گیا اور آنکھوں میں اس کے آنسو بھر آئے۔

اس فتح کے کئی ایسے پہلو بھی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے، امارت اسلامی کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ رب کریم نے اس امت پر اس دور میں اتنا بڑا کرم کیا۔ یہ دور کہ جس میں دین و ریاست کی جدائی حقیقت سمجھائی جاتی ہے، معاشرتی طور پر ہر سُو لادینیت کا غلبہ ہونے لگا ہے اور حالت یہ ہو گئی ہے کہ خود دینی تحریکات تک کا بھی ایک بڑا حصہ اپنی جدوجہد میں غلبہ اسلام کو اپنا نصب العین بتانے میں شرماتا ہے اور نظام باطل میں بس دینداروں کے لیے 'گنجائش' کی تلاش ہی انہوں نے اپنی جدوجہد کا مقصد بنایا ہوا ہے، ایسے میں افغانستان میں یہ کامیابی خود ان دینی تحریکوں میں بھی انشاء اللہ جان ڈالے گی، ان کے مفاہیم، اصطلاحات، اہداف اور انداز میں تبدیلی آئے گی جبکہ دنیا بھر میں سیکولرازم کے داعیوں کے لیے بھی بلاشبہ ایک دعوتِ فکر ہو گی، اس لیے کہ انہیں اب سر کی آنکھوں سے نظر آ گیا کہ جس نور کے بجھانے کے وہ خواب دیکھتے تھے وہ میڈیا اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں بھی الحمدللہ پوری دنیا کو منور کرنے لگا ہے۔ اس طرح اس فتح کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک وہ داعش کی شب تھی، وہ اندھیری رات کہ جس کا ہر پہلو ظلم، تکبر اور وحشت پر مبنی تھا اور دل کٹتا تھا کہ یا اللہ دین اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے کوئی ایک بھی کسر ان ظالموں نہیں چھوڑی ہے اور ایک آج کا یہ اُجالا ہے کہ جس نے دنیا کو بتا دیا کہ اُس رات کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ آج اہل ایمان کے اعلیٰ اخلاق کا اظہار ہے اور ایسے وقت اس کا مظاہرہ ہے کہ جب یہ مجاہدین فاتحین ہیں۔ یہ غالب اور قوت کے ساتھ ہیں مگر کوئی کبر نہیں ہے، کوئی بداخلاقی نہیں ہے، تواضع اور عاجزی ہے۔ خالق کے سامنے گڑگڑانا اور سجدے ہیں، جبکہ مخلوق، تسلیم شدہ دشمن اور عام عوام، بلا تفریق پوری قوم کے ساتھ انتہائی اچھا سلوک ہے۔ سچ ہے کہ اخلاق کا صحیح پتہ تب ہی چلتا ہے جب قوت و اختیار ہاتھ میں ہو۔ طاقت موجود ہو اور اس کے باوجود بھی اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے تو یہ عمل اسلام کی ایک چلتی پھرتی دعوت

ثابت ہوتا ہے اور جو بھی اسے دیکھتا ہے اس کے دل میں اسلام اور جہاد کی عظمت بیٹھ جاتی ہے۔

شہر کابل میں مجاہدین فاتح بن کر داخل ہوتے ہیں، وہ کابل کہ جس کے اندر وہ دشمن قیادت موجود ہے کہ جس نے ان فاتحین کے خلاف درندگی اور بداخلاقی کی سب حدود پار کی ہیں، مگر اس کے باوجود اعلان ہوتا ہے کہ سب کے لیے عام معافی ہے، کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا، عسکر فوجی اور سیاسی قیادت کوئی ایک بھی نہ بھاگے، کوئی ہم سے نہ ڈرے، کسی کو ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ سبحان اللہ! بیس سال کی سخت جنگ کے بعد یہ فتح ملتی ہے اور اس پوری فتح میں کوئی ایک قتل نہیں ہوتا، کسی ایک انسان کے ساتھ بھی زیادتی نہیں ہوتی، بلکہ بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی احسان کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ فتح مکہ کا وہ مبارک منظر یاد دلاتا ہے کہ جہاں بدترین دشمنوں پر بھی قابو پانے کے بعد آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ جاؤ تم سب معاف ہو۔ ہرات میں مجاہدین داخل ہوتے ہیں تو اسماعیل خان جبکہ قندھار کی فتح کے وقت نورآغا شیر زئی بھی معافی مانگنے رابطہ کرتا ہے، یہ دونوں وہ وارلارڈ تھے کہ جن کی پوری زندگی امریکی حمایت اور طالبان کے خلاف جنگ میں گزری ہے مگر ان کے جرائم بھی معاف کیے جاتے ہیں، انہیں سینے سے لگایا جاتا ہے اور سبحان اللہ اعلان ہوتا ہے کہ تسلیم ہونے والوں میں سے جو بھی بڑا ہے، اس کے ساتھ اس کے مرتبہ کے مطابق اچھا سلوک ہو۔

جب کابل پر مجاہدین کا قبضہ ہو جاتا ہے تو امارت کے ترجمان سے ایک صحافی پوچھتا ہے کہ 'اشرف غنی چلا گیا، مگر کابل میں اب عبد اللہ عبد اللہ، حامد کرزئی اور حکمت یار صاحب نے سہ رکنی کمیٹی بنائی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کابل کے عوام کی طرف سے اب وہ ہی طالبان کے ساتھ معاملہ کریں گے، کیا آپ ان کے ساتھ بات کریں گے؟' سوچیے جن تین افراد کے نام لیے گئے، ان میں دو مشہورِ زمانہ مجرمین ہیں، ظالموں کے سردار ہیں اور تیسرا وہ فرد ہے کہ جس نے کبھی ایک دن بھی طالبان کو قبول نہیں کیا، مگر اس سب کے باوجود ترجمان صاحب کہتے ہیں "ہم ظلم وفساد ختم کرنا چاہتے ہیں، سب افغانیوں کو اس میں کردار ادا کرنا چاہیے، ان تین حضرات کی کوششیں بھی قابل تعریف ہیں، ہم ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور ان کے اقدامات کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں"۔

غزنی کے صوبائی دارالحکومت پر مجاہدین نے گھیرا تنگ کیا، جنگ جاری تھی اور مجاہدین شہید ہو رہے تھے؛ دوسری طرف سے جنگ کی قیادت غزنی کا حکومتی والی (گورنر) کر رہا تھا، ایسے میں جب فوج تسلیم ہونا شروع ہوئی تو اس حکومتی والی نے بھی رابطہ کیا کہ ہتھیار رکھتا ہوں لیکن مجھے نکلنے اور کابل تک جانے کا محفوظ راستہ دیا جائے، مطالبہ فوراً قبول کیا گیا، عہد کا پاس رکھا گیا اور پھر سب نے یہ منظر دیکھا کہ والی صاحب اور اس کے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے خود مجاہدین آگے آتے ہیں، طالبان کی حفاظت میں یہ قافلہ غزنی سے نکلتا ہے اور کابل کے دروازے تک پہنچانے کے بعد ہی یہ مجاہدین واپس ہو جاتے ہیں۔

جب مجاہدین قندھار شہر فتح کر لیتے ہیں تو مارے خوشی کے بعض بھائی ہوائی فائرنگ شروع کرتے ہیں۔ اس پر قندھار کے والی حاجی وفا صاحب، اللہ ان کی حفاظت فرمائے، سخت ناراض ہو جاتے ہیں اور مجاہدین کے نام فورا ایک امر صادر کرتے ہیں، والی صاحب انتہائی دکھ کے ساتھ روہانسی آواز میں مخاطب ہوتے ہیں کہ "یہ فائرنگ کس نے کی؟ جس نے کی اُس سے بندوق لی جائے۔ کس بات پر فائرنگ کرتے ہو؟ کس پر تم نے رعب بٹھانا ہے؟ کس کے آگے اپنی قوت دکھانی ہے؟ اللہ کا خوف کریں! اللہ کے سامنے سجدہ کریں، روئیں اللہ کے سامنے، اس کے سامنے آہ وزاری کریں کہ اس نے اتنا بڑا رحم ہم پر کیا، اس قوم پر رحم کیا۔ خوشی کس بات کی ہے؟ اور یہ خوشی کا کس طرح کا اظہار ہے؟ خوشی تو تب ہو گی جب ہم اپنے آپ پر اور اپنی عوام پر اللہ کی شریعت، اسلامی عدل نافذ کریں۔ اب کس بات کی خوشی ہے؟! تواضع اختیار کرو، تکبر سے بچو! یہ فتح ہماری تمہاری طاقت سے نہیں ملی ہے، یہ اللہ نے دی ہے اور یہ وقت خوشیاں منانے کا نہیں، قوت و کبر دکھانے کا نہیں، بلکہ یہ خالق اور اس کی مخلوق کے سامنے عاجزی اختیار کرنے کا ہے"۔

قندھار کا حکومتی والی شیر زادہ اپنی ہٹ دھرمی اور طالبان کے خلاف دشمنی میں مشہور تھا، فتح کے بعد والی صاحب حفظہ اللہ سے ایک صحافی پوچھتے ہیں کہ "کیا یہ سچ ہے کہ شیر زادہ بھی تسلیم ہوا ہے؟" یعنی صحافی نے کسی احترام کے اور سابقہ لاحقہ لگائے بغیر حکومتی والی کا پوچھا۔ والی صاحب نے جواب دیا کہ "ہاں شیر زادہ صاحب بھی الحمد للہ تسلیم ہوئے ہیں، اپنے گھر میں ہیں اور ہم نے انہیں یقین دلایا ہے کہ بالکل عزت اور امن کے ساتھ رہیں۔ ہماری طرف سے انشاء اللہ کوئی تکلیف آپ کو نہیں ملے گی"۔

قندھار میں طالبان نے داخل ہوتے ہی وہاں کی ٹریفک پولیس کو واپس بلوایا اور انہیں ڈیوٹی پر رہنے کی درخواست کی۔ ایک صحافی نے اگلے دن ٹریفک پولیس سے انٹرویو کیا اور پوچھا کہ طالبان خود بھی ٹریفک اصولوں کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں؟ سپاہی نے کہا "کل طالبان کی

چند گاڑیاں غلط روڈ پر آئیں، میں چوک میں کھڑا تھا، میں نے انہیں واپس ہونے کا اشارہ دیا، سب طالبان واپس گئے اور دور کا چکر کاٹ کر پھر صحیح روڈ پر آئے"۔ سبحان اللہ! یہ فاتحین ہیں جو ٹریفک سپاہی تک کے اشارے کو بھی نہیں توڑتے!! کہاں سے انہوں نے یہ اخلاق سیکھے؟ یہ تواضع، یہ حکمت اور یہ دل سوزی کیسے ان میں آگئی؟﴿ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ یہ اللہ کا فضل ہے کہ جس کو وہ چاہے دے، مگر ساتھ ہی اس کا ایک سبب بھی ہے اور وہ سبب ہے شرعی راستے پر جدوجہد اور اس میں آنے والے مصائب پر صبر و استقامت! یہ راستہ خود ایک تربیت گاہ ہے۔ دعوت و جہاد میں جن سختیوں کی بھٹی سے گزر ہوتا ہے، اگر اس میں اخلاص اور شریعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے تو یہ وہ تربیت گاہ ہوتی ہے کہ جو امت کا بوجھ اٹھانے کی پھر قوت و صلاحیت پیدا کرتی ہے۔

یہاں خوشی ہر مجاہد اور ہر افغانی کے انگ انگ سے ظاہر تو ہے ہی مگر بہت سوں کی آنکھیں اس خوشی کے بیچ بھی بھیگی رہیں اور وہ ہر تھوڑی دیر بعد دوسروں سے آنکھیں چرا کر آنسو پونچھتے رہے۔ ایک بھائی بھیگی آنکھوں اور مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ بولے کہ فتح کی خوشی بہت ہے مگر اس منزل تک پہنچتے پہنچتے کن کن راہوں سے گزر ہوا اور کن کن گھاٹیوں کو اس قوم نے عبور کیا، اسکا سوچ کر حالت عجیب ہو جاتی ہے... محبوبین کی ایک بڑی تعداد اس میں جدا ہوئی، بہت سے بچے یتیم، مائیں بے آسرا اور بے شمار بہنوں کے سہاگ اجڑے۔ امت کے بہترین ہیرے دینے پڑے تو تب جا کر یہ دن دیکھ رہے ہیں... غم اور خوشی کی یہ ملی جلی کیفیت سب کی ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ جدائی کا یہ غم محبوبین کے دور جانے پر نہیں بلکہ خود پیچھے رہ جانے پر زیادہ ہے، شہادتوں کے موسم میں بھی اگر شہادت سے محرومی دیکھنی پڑے تو غم تو ہونا چاہیے۔ جہاں تک آزمائشوں کی بات ہے تو سچ یہ ہے کہ فتح کی یہ قدر، اس پر یہ اس درجہ خوشی ہے ہی اس وجہ سے کہ یہ انعام بہت قربانیوں، بہت دکھوں اور بہت سارے دردوں کے بعد ملا ہے۔ دل کے ٹکڑے قربان کرنے بعد ہی جب یہ منزل ملی ہے تو اس کی حفاظت کی فکر بھی دوسری ہر قیمتی چیز سے زیادہ ہے اور یہ غم، یہ فکر اور یہ درد ہی ہے جس نے اس قوم کو الحمدللہ قافلہ بنایا اور آج پوری امت مسلمہ کو یہ راستہ و منزل دکھا رہی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے شہداء کو یاد رکھا جائے، دعامیں بھی کہ امارت اسلامی کی ہر خیر اور ہر برکت دیکھ کر ان کے لیے دعا کی جائے، اپنا عزم اور اخلاص بڑھانے کے لیے بھی اور خود یہ احساس زندہ رکھنے کے لیے بھی کہ ہم نے بھی یہاں نہیں ٹھہرنا، سفر جاری رکھنا ہے اور اُدھر اُن کے پاس جانا ہے!

فتح کابل کے بعد پاکستان کی دینی جماعتوں کی طرف سے امارت اسلامی کو مبارکباد کے پیغامات ملے۔ دنیا بھر کی جہادی جماعتوں اور دینی و علمی شخصیات کی طرف سے بھی امارت کو مبارک بادیں موصول ہوئیں۔ اس طرح فلسطین میں حماس کے محترم اسماعیل ھنیہ صاحب، اگلے دن امیر المومنین کے نائب ملا برادر دامت برکاتہ کو مبارک باد دینے دوحہ میں ان کی اقامت گاہ پہنچے اور اکھٹے بیٹھنے اور مبارک باد دینے کی تصاویر بھی وائرل ہوئیں۔ یہ سب دیکھ کر اللہ کا بہت شکر ادا کیا، سب کے لیے دل سے دعائیں نکلیں۔ یہ آثار ہیں اس بات کے کہ آسمانوں میں جیسے فیصلہ ہو چکا ہے اور امت مسلمہ کی امامت اب کسی کے سپرد ہونے لگی ہے، انتہائی شکر کا مقام ہے کہ امت مسلمہ کے اہل دین اب امارت اسلامی کی طرف دیکھنے لگے ہیں۔ امید ہے کہ اب وہ اس کو محبت و عقیدت بھی دیں گے، مدد و تعاون بھی اس کے ساتھ کریں گے اور خود اپنی تحریک وجدوجہد میں دعوت و جہاد پر مبنی اس کے مبارک اسوہ سے انشاء اللہ سبق بھی لیں گے۔ اس طرح ضروری ہے کہ امت کا درد رکھنے والے اہل ایمان اس عظیم الشان فتح کو موضوع سخن بنائیں، ہر ہر مسجد کے منبر و محراب سے اس پر بولا جائے اور ہر مجلس اور ہر محفل میں بھی اس کو زیر بحث لایا جائے۔ یہ اپنی نوعیت کا انتہائی عظیم واقعہ ہے، پچھلے کئی سو سال میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے، اس لیے اس موضوع کو چھوڑا نہ جائے بلکہ اس کو زندہ رکھا جائے اور اس سے دروس و عبر لیے جائیں۔ امارت اسلامی کے مقصد، طریق کار، اس کی تاریخ، اس تحریک کے اندر اخلاص و جذبہ اور قربانی اور ایثار، شریعت کی اتباع اور اس جدوجہد میں صبر و ثبات کی داستانیں، اس سب کچھ پر اگر صحیح طرح بولا گیا، لکھا گیا اور جو پیغام اس سے اٹھ رہا ہے اس کو عام کیا گیا تو یہ واقعہ دنیا بھر کی دینی تحریکات کے لیے انشاء اللہ ایک سنگ میل ثابت ہوگا اور اس کو دیکھ کر امت میں اٹھنے کی ہمت اور صحیح سمت میں فکر و عمل کی تڑپ پیدا ہوگی اور ایسا ہوگا تو کشمیر سے فلسطین تک کی مظلوم اقوام پر ظلم کی جو رات ہے، اس کے ختم ہونے کا وقت قریب تر ہوگا جبکہ خود ہمارے ممالک میں غلبہ اسلام و اقامت دین کا سفر بھی انشاء اللہ تیز تر ہوگا۔

دین دشمن طبقات اور عالمی طاقتیں ابھی سے امارت اسلامی کے خلاف سازشوں کے جال بُن رہی ہیں اور جھوٹا پروپیگنڈا تو شروع بھی ہو چکا ہے۔ ایسے میں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر محاذ پر ان سازشوں کا مقابلہ ضروری ہے۔ ہر مسلمان کے لیے امارت اسلامی کا دفاع لازم ہے۔ پھر آج ان افواہوں، سازشوں اور رکاوٹوں کے بیچ اسلامی حکومت کا قیام، اس کو کامیاب کرنا اور اسے تقویت دیکر پوری امت مسلمہ کے لیے نمونہ عمل بنانا یہ بہت بڑا اور انتہائی مشکل کام

ہے اور یہ کوئی ایک جماعت اور ایک گروہ کماحقہ' نہیں کر سکتا، اس میں پوری امت کے سب اہل خیر کی صلاحیتیں اور عقل صرف ہوں تو تب ہی ہو گا۔ لہٰذا اس کارِ عظیم میں امارت اسلامی کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے۔ مخیر حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ افغانستان میں اپنا سرمایہ لگائیں، روپیہ اِنویسٹ کریں اور یہاں حکومت کی ضروریات پوری کرنے اور عوام کو روزگار دلانے میں بھرپور حصہ ڈالیں۔ ماہرین فن اور ہنرمند افراد کے لیے بھی میدان خالی ہے، انہیں خدمت کے لیے آگے آنا چاہیے۔ ہمیں یہ حقیقت مدنظر رکھنی چاہیے کہ مسلمان کی اپنے گھر سے جتنی محبت ہوتی ہے، اس سے کہیں زیادہ اسلام کے گھر سے محبت ضروری ہے، لہٰذا جتنا قلبی لگاؤ ہمارا اپنے گھر اور اپنے پیدائشی وطن کے ساتھ ہے، عقلی اور قلبی طور پر ضروری ہے کہ اُس گھر کے ساتھ، اس کے برابر یا اس سے کہیں زیادہ محبت ہو کہ جو ابھی اسلام کا گھر 'دارالاسلام' بننے جارہا ہے۔ اس لیے کہ اِس گھر کی تقویت اللہ کے دین کی تقویت پر انشاء اللہ منتج ہو گی۔

آخر میں یہ بھی عرض کروں کہ کچھ ہاتھ میں نہ ہو تو دعا جیسا مؤثر ہتھیار تو ہر ایک کے پاس ہے۔ اس ہتھیار سے امارت اسلامی کی مدد ہو۔ زندہ افراد فتنوں سے محفوظ نہیں ہوتے ہیں، امارت کے ذمہ داران اور جنود پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہے، ان معصوم چہروں پر موجود بوجھ کا احساس اگر ہمیں ہو جائے تو ان کے ساتھ ہمدردی کرنے دوڑیں گے، ابھی تک ان کے ذریعے اللہ نے اس دین اور امت کی نصرت کی، آگے بھی ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ انہیں دنیا کے فتنوں سے محفوظ رکھے، نفس و شیطان سے اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور کافروں کے شر اور منافقین کی سازشوں سے بھی ان کو بچائے، راہ ہدایت پر رکھے، اپنی مدد و نصرت سے انہیں نوازے اور اللہ رب العزت ان سے پوری دنیا کو خیر و برکت عطا کرے، آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆

بقیہ: امراء و مسؤلین کو نصیحتیں (۳)

نصیحت ان الفاظ کو کہتے ہیں، جس میں مخاطب کے لیے خیر اور خیر خواہی کی باتیں ہوں، نصیحت اور نصح اصل میں خلوص کے معنیٰ سے ہے، مسلمانوں کے امیر کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ حق میں ان کی پیروی کی جائے اور اگر ضرورت پڑے، تو احترام و ادب سے ان کو حق کی طرف دعوت دی جائے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا: مسلمانوں کے امرا کے لیے خیر خواہی یہ ہے، کہ ان کے پیچھے باجماعت نماز پڑھی جائے، ان کے ساتھ مل کر جہاد میں شرکت کی جائے، ان کو صدقہ اور زکوٰۃ ادا کیا جائے، ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر و خیر خواہی کی دعائیں مانگی جائیں، اگر ان سے کہیں ظلم و فساد ہو جائے تو ان کے خلاف تلوار نہ نکالی جائے، ان کو عزت و احترام سے نصیحت کی جائے اور جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں تب تک ان کی اطاعت کرنا سب مسلمانوں پر لازم ہے۔

وما علينا إلّا البلاغ المبين!

☆☆☆☆☆

بقیہ: توکلِ محض

میں نے ان سے کہا کہ اپنا ہاتھ تبرکاً میرے سر پر پھیر دیں۔ [جب امیر المؤمنین یہ واقعہ سنا رہے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو مولانا احسان شہید نے نعرہ تکبیر بلند کیا، اس کے بعد امیر المؤمنین نے اپنی گفتگو دوبارہ شروع کی۔] یہی شب و روز تحریک کی ابتداء تھی۔ جب دن کے دس بج گئے تو ہم نے حاجی بشر سے دو گاڑیاں لیں، اور ہم سب ان میں بیٹھ کر 'کشکی' [قندھار کا ایک علاقہ] کو چلے گئے۔ آہستہ آہستہ وہاں لوگ جمع ہوتے گئے اور اسلحہ بھی کافی مقدار میں جمع ہو گیا اور کام شروع کر دیا گیا۔ اللہ شاہد ہے کہ یہ تحریک کی ابتداء تھی اور یہاں تک پہنچنا محض توکل کا ثمرہ تھا۔ میں تمام علمائے کرام سے یہی چاہتا ہوں کہ مجھے اس آیت ﴿لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ کا مصداق بتائیں۔ میں علمائے کرام سے وہ عذر قبول کروں گا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول ہو۔ اس کے علاوہ میں کوئی عذر قبول نہیں کرتا۔ میں نے یہاں تک بات پہنچا دی۔ اور یاد رکھو کہ علمائے کرام کے بغیر یہ کام مکمل نہیں ہو سکتا، اور اگر علمائے کرام نے غفلت سے کام لیا تو یہ کام ضرور خراب ہو جائے گا۔ کیونکہ طالبِ علم کا کام محاذِ جنگ پر رہنا اور دشمن سے مقابلہ کرنا ہے، قانون نافذ کرنا صرف علمائے کرام کا کام ہے۔ اگر یہ کام خراب ہو گیا تو قیامت کے دن میں تمہارا گریبان پکڑوں گا، اور ذمہ دار علمائے کرام ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

غلبۂ دین کا راستہ

مولانا محمد مثنیٰ حسّان

[امارتِ اسلامیہ کی جدوجہد کی روشنی میں...غلبۂ دین کی تحریکات سے وابستہ بھائیوں سے خطاب]

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، وبعد

امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۹۱ء میں افغانستان میں جس تحریک کی بنیاد رکھی تھی، اس نے پانچ سالوں کے مختصر عرصہ میں افغانستان کے بیشتر علاقوں میں تمکین حاصل کی اور شرعی امارت قائم کی، جو مزید پانچ سال تک قائم رہی۔ جدید دور میں یہ واحد اسلامی تحریک... دوسرے لفظوں میں غلبۂ دین یا اقامتِ دین کی تحریک... تھی جو عملاً غلبۂ دین میں کامیاب ہوئی، اور تحریک سے بڑھ کر تمکین و غلبے کے مراحل تک پہنچی۔ ۲۰۰۱ء میں ۱۱ ستمبر کے حملوں کو بہانہ بنا کر امریکہ نے افغانستان کی اسلامی امارت کے خلاف حملہ کر دیا، جس سے امارت کا سقوط ہو گیا۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زمین کی بازیابی اور امارت کی بحالی کے لیے امریکہ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا، اور بیس سال کے جہاد کے بعد آج ایک مرتبہ دوبارہ افغانستان میں امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کی زعامت میں امارتِ اسلامیہ نے تمکین حاصل کر لی ہے، اور دوبارہ شرعی احکامات نافذ کر کے دنیا میں اسلامی حاکمیت کی حامل واحد اسلامی ریاست کو وجود بخشا ہے۔

یقیناً عالمِ اسلام کے لیے یہ ایک بہت بڑا واقعہ ہے، دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں اور جماعتوں نے امارت کی تائید کی ہے، اسے سراہا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ آج کی دنیا میں کوئی بھی مسلمان امارت کے مجاہدین اور ان کی جدوجہد سے صرفِ نظر کر سکے یا اسے نظر انداز کر سکے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ یہ واحد تحریک ہے جو اپنی پوری جدوجہد میں تمکین کے مراحل تک سو فیصد کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہے، لہٰذا موجودہ دنیا کے کسی بھی خطے میں برسرِ عمل غلبۂ دین کی تحریک کے لیے اس تجربے سے استفادہ نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی، بلکہ آج غلبۂ دین کی تحریک کے ہر کارکن اور اقامتِ دین کے ہر داعی پر لازم ہے کہ وہ اس جدوجہد کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے اور اپنی جدوجہد کو اس کے آئینے میں پرکھے، اور ضروری اصلاحات کو اپنائے۔

زیرِ نظر مضمون میں ہماری یہی کوشش ہے کہ ہم امارتِ اسلامیہ کی تحریک کے ضروری عوامل کو بیان کریں اور اسے دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کے سامنے پیش کریں۔ مضمون کی تفصیل میں اترنے سے قبل ہم یہ وضاحت دیتے چلیں کہ یہاں ہم وہ بیان کریں گے جو امارت کی ابھی تک کی جدوجہد کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سمجھے، اور ہمیں دینی احکامات کے مطابق درست معلوم ہوا، اور اسے ہم دیگر خطوں کی تحریکات کے لیے مفید اور صائب سمجھتے ہیں، ممکن ہے کہ کوئی اس سے اختلاف کرے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نصوصِ شرعیہ برحق ہیں، جنھیں من و عن بیان کر دینے میں بیان کرنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی جانب سے کوئی بات داخل نہیں ہے، لیکن اس کے برخلاف نصوص کی تشریحات میں ہی بیان کرنے والے کی آراء کا دخل ہو جاتا ہے جس کے سبب اختلاف کی گنجائش نکل آتی ہے، پھر معاملہ جب فقہ الواقع کا ہو تو کیسے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کی رائے ہی برحق ہے اور اس کے علاوہ غلط ہے۔ ہاں! ہمارے دل میں یہ داعیہ ہے کہ اے کاش! دنیا کے دیگر خطوں میں بھی ہم غلبۂ دین کی جدوجہد کو تحریک سے بڑھ کر تمکین کی شکل میں دیکھیں، اور اسی کے نشانِ راہ متعین کرنے کے لیے ہم یہاں گزارشات کرنا چاہتے ہیں۔

کسی بھی انسانی عمل کے پیچھے کسی فکر کو دخل ہوتا ہے، اور وہ فکر کسی طرزِ فکر کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ یعنی کسی بھی عمل کے اندر تین عوامل پائے جاتے ہیں؛ طرزِ فکر، فکر اور نفسِ عمل۔ چونکہ ہمارا موضوع غلبۂ دین کا عمل ہے، اس لیے ہم انھی تینوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر امارتِ اسلامیہ کی غلبۂ دین کی جدوجہد کا جائزہ لیتے ہیں۔

طرزِ فکر

سب سے پہلی اور بنیادی بات جو امارتِ اسلامیہ کو دیگر تحریکات سے ممیز کرتی ہے، وہ دین کی بابت ان کا طرزِ فکر ہے۔ وہ طرزِ فکر یہ ہے کہ وہ دینی احکامات کے معاملے میں اپنے آپ کو قرونِ اولیٰ کے فقہاء کا پابند سمجھتے ہیں، بالخصوص مذہبِ حنفی کی تعبیرات کا۔ انھوں نے ایسے مسائل میں... جن میں فقہائے متقدمین کا اجتہاد پایا جاتا ہے... اجتہاد کا دروازہ نہیں کھولا، بلکہ اتباع کا راستہ اپنایا۔ کسی بھی غلبۂ دین کی تحریک کے لیے یہ بہت بنیادی نکتہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جب بحیثیتِ مجموعی مسلمان مغلوب ہیں، اور دنیا میں کفار کا غلبہ ہے، اور ان کے وضع کردہ نظام ہائے زندگی رائج ہیں، ایسے میں ہمیں دین کے بہت سے 'جوہری' مسائل ملتے ہیں جن میں غالب پیراڈائم [paradigm] اور مجتہدین کے اجتہاد

میں موافقت کا نہیں، بلکہ مناقضت کا تعلق پایا جاتا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے اصلاح کے نام پر اٹھنے والی بہت سی تحریکات نے ان مسائل میں... جو معاشرت، معیشت، جنایات یا حکمرانی تک سے متعلق تھے... 'ضرورت' کے نام پر قدیم فقہاء کے اجتہادات کی مخالفت کے باوجود 'جدید' اجتہاد کیا، اور غالب پیراڈائم کو 'اسلامیانے' کی کوشش کی۔ اس کام سے دو نتیجے برآمد ہوئے۔ اول: دینِ اسلام کے وہ خدوخال جو اہل السنۃ کے یہاں واضح تھے، اور مجتہدین کے خط کشیدہ تھے، اس میں تبدیلی آنے لگی، اور اس کے مخالف اسلام کے جدید خدوخال متعین ہونے لگے، یوں غلبۂ دین کا مفہوم بدل گیا۔ دوم: غلبۂ دین کی جدوجہد غالب نظام کی حدود کے اندر بند ہو کر رہ گئی، قدیم مجتہدین کے اجتہاد پر عمل کر کے غالب نظام سے تصادم کرنے اور اس کی جگہ قدیم مجتہدین کے بیان کردہ احکامات کو رائج کرنے کی فکر ختم ہوگئی، اور یوں غلبۂ دین کے راستے کے تعین میں بھی قدیم مجتہدین کی مخالفت ہوگئی۔ یہ نکتے آگے مزید وضاحت سے آئیں گے۔

یہاں یہ واضح کرنا تھا کہ آج کے دور میں غلبۂ دین کی جدوجہد کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ دین کی جو تعبیرات غلبۂ اسلام کے دور میں مجتہدینِ اسلاف نے بیان کی ہیں، ان سے تمسک کیا جائے، اور انھی کے آگے سر جھکایا جائے۔ اس کی ایجابی اور سلبی کئی وجوہات بیان کی جاسکتی ہیں، لیکن یہاں ہم دو ایجابی[positive] اور ایک سلبی[negative] بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں: پہلی یہ کہ مجتہدینِ اسلاف کا دینِ اسلام سے تمسک اور فہم میں تصلب آج کے دور کے مسلمانوں سے یقیناً بہتر تھا۔ بلکہ اس تعلق کو بیان کرنے کے لیے بہتر کا لفظ تو بہت چھوٹا ہے، یعنی کوئی موازنہ ہی نہیں ہے، دوسری یہ کہ مجتہدینِ اسلاف نے جس زمانے میں احکاماتِ دینیہ مدون فرمائے، وہ اسلام کے غلبے کا زمانہ تھا جہاں وہ احکاماتِ دینیہ کے استنباط میں کسی 'غیر اسلامی' غالب قوت کے اثر سے محفوظ تھے، اگر کہیں مسلمان حکمرانوں نے جبر سے بھی کام لیا تو ان مجتہدین نے ان سے دبنے کی بجائے مزاحمت کی راہ اپنائی، خود ظلم برداشت کیا، مگر دینی احکامات کو ظالموں کے زیرِ اثر تبدیلی سے محفوظ رکھا، سلبی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں جو تحریکات ایسے جدید اجتہاد کی قائل ہوئیں، اور اس پر عامل ہوئیں، نتیجے میں یہ مفسدہ پیدا ہوا کہ غلبۂ دین کی منزل سے محروم رہیں۔

اچھا! ہمارے اس نکتے سے کوئی فرد یہ نہ سمجھے کہ اجتہاد کا دروازہ مطلق بند کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔ نہیں! ہم یہ نہیں کہہ رہے اور نہ ہی امارتِ اسلامیہ کا یہ موقف ہے، بلکہ چونکہ وہ مجتہدین اور چودہ سو سالہ فقہی محنت کے پاسبان ہیں، اسی لیے اس باب میں ان کا وہی موقف ہے جو فقہائے امت آج تک بیان کرتے آئے، یعنی ایسے پیش آمدہ مسائل جن میں قدیم فقہاء کا کوئی اجتہاد نہیں پایا جاتا، ان میں 'اجتہاد' ناگزیر ہے۔ اسی کو ہمارے قدیم فقہی ذخیرے میں 'نوازل میں اجتہاد' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہماری اوپر کی بحث کا تعلق ان مسائل میں اجتہاد سے ہے جن میں فقہائے امت کا اجتہاد پہلے سے موجود ہے، لیکن آج جب ہم غالب نظام کی وجہ سے اس اجتہاد پر عمل نہیں کر پاتے تو اس اجتہاد کو مسترد کر کے نیا اجتہاد کر لیتے ہیں اور اپنے لیے اس نظام میں جگہ بنا لیتے ہیں۔

اس بحث میں مزید تفصیل میں اترتے ہیں۔ موجودہ غلبۂ دین کی تحریکوں میں اس بابت طرزِ فکر ایک سا نہیں ہے اور نہ ہی طرزِ فکر کے اختیار کے اسباب ایک سے ہیں۔ کہیں یہ طرزِ فکر ہے کہ ہر مسئلے میں قرآن وسنت سے براہِ راست استفادہ کیا جائے۔ کہیں یہ طرزِ فکر ہے کہ قدیم فقہی ذخیرہ... جسے بعض جدید مفکرین 'کلاسیکی فقہ' کہہ دیتے ہیں... اس وقت کی ضرورت تھا، اسی کے تحت وجود میں آیا تھا، اس کی حیثیت لازمی [compulsory] کی نہیں تھی، اختیاری [optional] کی تھی، لہٰذا اس کی موافقت یا مخالفت دین میں کوئی بڑا موضوع نہیں۔ کہیں یہ طرزِ فکر ہے کہ آج کی واقعاتی صورتحال میں 'مجبوری[اضطرار]' اور 'ضرورت' کی کیفیت ہے، ایسے میں فقہی ذخیرے کی جزئیات سے 'مرجوح' اقوال پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ قاعدہ ہمارے فقہاء کے یہاں 'مسلّم' ہے، لیکن اس کا دائرہ آج اتنا بڑھا دیا گیا ہے کہ اکثر مسائل میں تلفیق[1] کی سی کیفیت بن جاتی ہے، اور کتنے ہی جوہری مسائل میں پوری تصویر بدل جاتی ہے۔ حالانکہ اس قاعدے کے ہمراہ یہ قواعد بھی فقہاء نے بیان کر رکھے ہیں کہ نہ محض 'کلیات' کو دیکھ کر اجتہاد کیا جاسکتا ہے، اور نہ محض 'جزئیات' کو دیکھ کر، بلکہ دونوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر 'ضرورت' کے تعین میں بھی ہماری کم ہمتی اور کسل وعجز کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ یعنی ہم انقلاب اور تبدیلی کی محنت سے جی چراتے ہوئے ضرورت کا تعین کر رہے ہوتے ہیں، حالانکہ 'ضرورت' اور 'اضطرار' بھی فقہی اصطلاحات ہیں جن کا محل خود فقہائے امت واضح کر چکے ہیں۔

اس سب کے مقابلے میں امارتِ اسلامیہ کے زعماء، افغانستان کے اہلِ دین اور علمائے کرام اس مسئلے میں واضح ہیں۔ ان کے طرزِ فکر میں 'اجتہاد' اور 'تقلید' کی حدود واضح ہیں۔ دین کے وہ احکامات جو امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں رحمۃ اللہ علیہم نے مدون کیے ہیں، اور

---

[1] کسی ایک مسئلے کی مختلف جزئیات میں مختلف مذاہب سے الگ الگ رائے لینا، یہاں تک کہ مسئلے کی مجموعی شکل ایسی بن جائے جو کسی مذہب میں بھی جائز نہ ہو۔

سابقہ صدیوں میں مذہبِ حنفی کے علمائے کرام نے متعین کیے ہیں، بالخصوص جبکہ امت کے عروج کے بیشتر سالوں میں مذہبِ حنفی ہی حکومتی سطح پر رائج تھا، امارتِ اسلامیہ انھیں اپنے لیے قابلِ اتباع سمجھتی ہے، اور آج کے جدید دور میں بھی ان مسائل سے متعلق اگر انھیں فقہی احکامات ملتے ہیں، تو انھی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ہاں! جہاں کہیں حقیقی ضرورت کی حالت پیش آجاتی ہے تو اس کے علاوہ دیگر مذاہب پر بھی عمل کر لیتے ہیں۔ لیکن ان مسائل میں ہمارے فقہی ذخیرے کی مخالفت میں اجتہاد کا دروازہ بند رکھتے ہیں۔

یہاں ہماری بات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم مسلکِ تقلید کی بھرپور تائید کر رہے ہیں، اور موجودہ زمانے میں جو عرب دنیا میں سلفی تحریک موجود ہے، اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے، ہمارا بنیادی مقصد جو ہم واضح کر آئے ہیں، وہ قدیم مجتہدین کی پیروی کی طرف امت کو متوجہ کرنا ہے، اور ان قدیم مجتہدین کے اجتہادات کا خود کو پابند کرنا ہے۔ اب اگر کوئی گروہ... چاہے جس نام سے بھی ہو... ان قدیم مجتہدین کی آراء کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آج مسائلِ دینیہ میں اجتہاد کرتا ہے، تو اس کی روش ہمیں پریشانی میں مبتلا کرتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی گروہ اقرار تو اس کا کرے کہ وہ کسی خاص مذہب یا مذاہبِ فقہ کی تقلید کا پابند ہے، لیکن اس کے بعد موجودہ دور کے بہت سے مسائل میں قدیم مجتہدین کے اجتہادات کی من چاہی مخالفت کرتا ہے تو اس کا عمل اس کے اقرار کی یقیناً نفی کرے گا، اور اس سے مفسدے کا دروازہ بند نہیں کیا جاسکے گا۔ پس سلفی تحریک نے جہاں یہ روش اپنائی کہ قدیم مجتہدین اور مدون مذاہبِ فقہ کی مخالفت نہیں کی، بلکہ اس کی اتباع کو لازم سمجھا، پھر چاہے کسی ایک مذہب کی تقلید کو لازم نہ سمجھا، لیکن ایسا کرتے ہوئے 'تلفیق' سے بھی اپنے آپ کو بچایا تو الحمد للہ اس سے بھی خیر بر آمد ہوئی، اس طرزِ فکر سے درست فکر کی تشکیل ہوئی اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے امیدِ واثق ہے کہ اس روش کی حامل تحریک بھی ان شاء اللہ غلبۂ دین کی محنت میں ان شاء اللہ اچھے نتائج پیش کرے گی۔

فکر

اس سے قبل جو طرزِ فکر پر بات ہوئی، تو وہ دینِ اسلام کی بابت عمومی تھی جس کا تعلق دین کے ہر معاملے سے ہے، لیکن چونکہ یہاں ہمارا موضوع غلبۂ دین یا اقامتِ دین ہے، اس لیے یہاں صرف اسی بابت فکر کا بیان ہمیں مقصود ہے۔ سو جب ہم نے دیکھ لیا کہ امارت کے زعماء و مشائخ کے یہاں دینی احکامات کے اخذ کا ٹھیٹھ قدیم طرزِ فکر ہے تو نتیجتاً ان کے یہاں غلبۂ دین کا بھی وہی تصور ہے جو بیسویں صدی میں کفار کے غلبے سے قبل تک تمام ادوار میں مسلمانوں کے یہاں رائج و مروج تھا... جس کی ابتداء خود دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی اور تین بڑی خلافتوں کے زمانوں میں دنیا میں عملاً رائج تھا۔ اس کے تصور میں پچھلی دو صدیوں کی مغرب کی اجارہ داری کو دخل نہیں ہے، نہ جمہوریت کے نظام کی پرچھائیاں اس فکر پر پڑی ہیں، نہ سوشلزم اور سرمایہ داری کے افکار نے اسے آلودہ کیا ہے، نہ وہ فرانس اور برطانیہ کے قوانین سے متاثر ہوئے ہیں، اور نہ ہی نیشن اسٹیٹس کے تصور نے انھیں الجھایا ہے۔ ان کے یہاں معاشرت، معیشت، سیاست، حکمرانی... ہر ایک میدان میں وہی فکر پائی جاتی ہے، جو عروج کی تیرہ صدیوں میں مسلمانوں میں موجود تھی، اور جسے انھوں نے علمائے امت کے علمی و فقہی ذخیرے میں لکھا ہوا پایا ہے۔

دین کے غلبے اور اقامت کے معانی ان کے یہاں اسلامی احکام، اسلامی شریعت کی تنفیذ ہے اور اس کے لیے صاحبِ قوت، صاحبِ اقتدار شخص کی تقرری ہے۔ قانون سازی کا مسئلہ ان کے یہاں بہت آسان اور سادہ ہے، کیونکہ ان کے یہاں قوانین وہ ہیں جنھیں مجتہدینِ اسلاف اور بعد کے فقہائے امت نے پہلے سے مدون کر دیا ہے۔ اس کے لیے وہ کسی قسم کے قانون ساز ادارے کے وجود کو بھی تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ یہ کام تو بیشتر ہو چکا ہے اور... بفضل اللہ... تدوین شدہ موجود ہے۔ قانون سازی تو ان لوگوں کا مسئلہ ہے جو اس کے لیے اللہ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے، یا تسلیم کرتے ہیں تو اس کے اختیارات کو تسلیم نہیں کرتے، اور اسی وجہ سے اپنی اجتماعیت کے لیے خود اپنی مرضی کے قوانین بناتے ہیں۔ یہ مسئلہ اسلام اور مسلمانوں کا ہے نہیں۔ اور اسی وجہ سے امارت کے یہاں بھی یہ کوئی ایشو ہی نہیں ہے۔

ہاں! اگر کہیں چھوٹے سے دائرے میں جدید 'نوازل' میں اجتہاد کی ضرورت پڑے یا 'ضرورت' و 'اضطرار' کے سبب ترجیح آراء[1] کا اجتہاد کرنا پڑے تو ماہرینِ فن کی آراء کو لے کر علمائے کرام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، چاہے وہ علماء کی جماعت شوریٰ میں ہو یا باہر ہو۔ اکثر علماء سے استفادہ کی کوشش کی جاتی ہے، بلکہ پوری امارت ہی علمائے کرام کی سرپرستی میں چلائی جاتی ہے۔ پھر اس دائرے کی قانون سازی کے لیے بھی ان کے یہاں دین کے متعین 'معیارات' ہیں، لہٰذا وہ کسی بھی جگہ فرانس یا برطانیہ کے قوانین کا حوالہ نہیں ڈھونڈتے، نہ ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

---

[1] مختلف مذاہب کی آراء میں سے کسی ایک رائے کو ترجیح دینا

چنانچہ وہ بڑا جھنجھٹ جس کی وجہ سے ’روسو‘ جیسے فلسفیوں کو ’جمہوریت‘ جیسے نظریہ حکمرانی کے ایجاد کی ضرورت پڑی تھی، اور دینی احکام کو رد کر دینے کے بعد انسانی اجتماعیت کے قوانین کے خلاء کو پُر کرنے کے لیے ’قانون سازی‘ کی ضرورت پڑی تھی، اور اس قانون سازی کے ’معیارات‘ اور قانون سازی کرنے والوں کے ’اوصاف‘ کے تعین کی ضرورت پڑی تھی، یہ ہمارے یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، اور نہ ہی ہے، اور نہ ہی ہونا چاہیے۔ الحمد للہ، امارت اس مسئلے میں واضح بھی ہے اور اس کا عمل بھی واضح ہے۔

جب قانون سازی کوئی مسئلہ نہیں رہا تو قانون سازی کرنے کے لیے عوامی نمائندوں کا انتخاب کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ اس انتخاب کی ضرورت تو وہاں پڑتی ہے جہاں قانون سازی کا مقصد ’عوامی خواہشات‘ کی نمائندگی ہوتی ہے، اور اس کے لیے مختلف پارٹیاں اپنے نمائندوں کو سامنے لاتی ہیں تاکہ عوام کو بے وقوف بنائیں کہ وہی عوام کی خواہشات کی صحیح نمائندگی کریں گے۔ پھر عوام سے کہا جاتا ہے کہ وہ ہر جگہ مختلف نمائندوں میں سے کسی کو منتخب کریں کہ وہ قانون سازی کے عمل میں ان کی نمائندگی کرے۔ اسی وجہ سے معاشرے کے ایسے لوگ عوام میں متعارف کرائے جاتے ہیں جن کی پہلے سے کوئی دینی خدمت یا عوامی خدمت نہیں ہوتی، بلکہ وہ کچھ عرصہ حکومت کے مزے لینے کے لیے خطیر رقم خرچ کرتے ہیں، اور جھوٹ و فریب سے منتخب ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے ہی کمزور لوگ ہوتے ہیں جنھیں ’ڈیپ اسٹیٹ‘ یا ’بیرونی طاقتیں‘ کنٹرول کر کے اپنی مرضی کے قوانین نافذ کرواتی ہیں۔ الحمد للہ، امارت کے یہاں نہ قانون سازی کوئی مسئلہ ہے، اور جب قانون سازی کوئی مسئلہ نہیں تو قانون ساز اداروں کے نمائندوں کے انتخاب کی ضرورت نہیں ہے۔

حاکم کا انتخاب کیسے ہو اور حکومت کس طرز کی ہونی چاہیے؟ تو اس کے لیے امارت کے زعماء ’الأحکام السلطانیۃ‘ کے موضوع پر علمائے امت کی لکھی ہوئی کتب سے رجوع کرتے ہیں تو انھیں ایک ’امیر‘ [امیر المؤمنین] کے تعین کی تعلیم ملتی ہے، جسے معاشرے کے ’سربرآوردہ‘ لوگ منتخب کرتے ہیں۔ وہ لوگ منتخب کرتے ہیں جنھوں نے معاشرے میں دین کے غلبے کی حقیقی جدوجہد کی ہوتی ہے، اور اسی جدوجہد کے نتیجے میں معاشرے میں انھیں ’اشرافیہ‘ کا مقام ملا ہوتا ہے۔ یہ وہ ’مصنوعی‘ اشرافیہ نہیں ہوتی جو کسی ایسی جارح قوت کے ہاتھوں وجود میں آئے جس کا مقصد اسلام سے متصادم ہو، کجا یہ کہ ایسی اشرافیہ کو یہ حق دے دیا جائے کہ وہ مسلمانوں کا حاکم منتخب کریں۔

غلبۂ دین کی جدوجہد کے نتیجے میں معاشرے میں ابھرنے والی اشرافیہ ہی امیر المؤمنین کی ’مشیر‘ بھی ہوتی ہے اور انھی میں سے بعض مختلف اداروں اور وزارتوں کی سرپرستی کرنے والے بھی بنتے ہیں۔ ان لوگوں کے انتخاب کے لیے کسی قسم کے الیکشن کی ضرورت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ تو معاشرے میں اپنی دینی و ملی خدمات کی بدولت خود ’اہل الحل والعقد‘ کی سطح کو پہنچے ہوتے ہیں۔ اسلامی حکومت سازی میں یہ مرحلہ بہت اہم ہے، کیونکہ حاکم کا انتخاب اسی پر موقوف ہے۔ لہٰذا جب غلبۂ دین کے لیے قربانیاں دینے کے نتیجے میں کوئی شخص معاشرے میں ابھرتا ہے، تو دنیوی پیمانوں سے اس میں اطمینان زیادہ ہے کہ ایسا فرد اخلاص اور اہلیت... دونوں صفات سے متصف ہو گا۔ غلبۂ دین کی جدوجہد ہی وہ ’کسوٹی‘ ہے جس پر مفاد پرستی، اخلاص سے اور نااہلیت، اہلیت سے چھانٹی جا سکتی ہے۔ دنیا بھر کے نظمِ حکمرانی میں ایسی کوئی ’کسوٹی‘ نہیں پائی جاتی ہے۔

پھر انھی اہل الحل والعقد کے دو کام ہوتے ہیں؛ ایک امیر کا انتخاب، اور دوسرا انتظامی امور میں ’امیر‘ کو مشاورت کی فراہمی۔ چونکہ اسلامی حکومت کا سربراہ ’مؤقت‘ نہیں ہوتا، اسی لیے اہل الحل والعقد بھی ’مؤقت‘ نہیں ہوتے۔ ہر کچھ عرصے بعد نئے حکمران کے انتخاب کی ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس عمل کے لیے انتخاب کرنے والوں کی بار بار ضرورت ہوتی ہے۔ ہاں! مشاورت کا کام یہ لوگ ہمیشہ اور مستقل کرتے رہتے ہیں، اور خدمات [وزارتیں اور کابینہ] بھی بدلتی رہتی ہیں۔

اب جبکہ اہل الحل والعقد موجود ہیں تو امیر کا انتخاب کوئی مشکل کام نہیں رہتا۔ اہل الحل والعقد اتفاقِ رائے سے کسی ایک فرد کو امیر منتخب کر لیتے ہیں۔ اس عمل کو اگر کوئی ’ووٹنگ‘ سے تعبیر کرے تو کوئی مسئلہ نہیں، اور پھر اس ’ووٹ‘ کو امانت، شہادت، وکالت سے تعبیر کرے تو بالکل ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ ووٹنگ جمہوریت نہیں کہ یہ قانون سازی کے لیے ممبران کے انتخابی الیکشن سے کوئی مماثلت نہیں رکھتی اور اس میں انتخاب کا اختیار ہر ایرے غیرے کو نہیں بلکہ اہل حل و عقد کو ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ مغرب نے غلبے کے بعد جس جمہوریت کو دنیا میں متعارف کروایا، اسے بزورِ قوت دنیا پر مسلط کیا، اور ایسا کرنے کے لیے کروڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا، اس جمہوریت کا اصل مقصد انتخابِ امیر نہیں ہے، بلکہ دینِ الٰہی سے ’آزاد‘ انسانی خواہشات کو دنیا میں غالب کرنا ہے۔ یہ کہنا کہ جمہوریت دراصل پرامن ’انتقالِ اقتدار‘ کا نام ہے، جمہوریت کی ناقص تصویر کشی ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ پرامن انتقالِ اقتدار جس میں انسانی مرضی کی حاکمیت کو یقینی بنایا جائے۔ ورنہ اگر کہیں دنیا میں

اس کے خلاف ہو تو یہی 'پر امن' انتقالِ اقتدار 'خونی' انقلاب کی لپیٹ میں آجاتا ہے، اور دنیا بھر کے جمہوریت پسند اس خونی انقلاب کی مشروعیت [legality] کو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں، جیسا کہ الجزائر و مصر میں ہوا۔

بات دور چلی گئی۔ ہم یہ بتا رہے تھے کہ حکومت سازی کی جو تصویر ہمیں اسلامی تاریخ کے اوراق پر ملتی ہے، جو ہمیں فقہائے امت کی کتابوں میں ملتی ہے، اور جسے آج امارتِ اسلامیہ نے مسلمانوں میں زندہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اہل الحل والعقد وہ لوگ بنتے ہیں جو غلبۂ دین کی جدوجہد میں استقامت سے ڈٹے رہتے ہیں، جن کی دینی خدمات مسلّم ہوتی ہیں، ان کے انتخاب کے لیے کسی الیکشن کی ضرورت نہیں ہوتی، انھیں اپنی تشہیر خود نہیں کرنی پڑتی، بلکہ معاشرہ انھیں خود مقام دیتا ہے۔ پھر یہی لوگ امیر المؤمنین کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ سارا عمل دنیا میں اس وقت رائج نظمِ حکومت سے میل نہیں کھاتا، لہٰذا اس کی الگ حیثیت کو تسلیم کرنا چاہیے۔

اب جب امیر کا بھی انتخاب ہو گیا تو مسئلہ یہ آتا ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کیا ہیں۔ چنانچہ امیر کے فرائضِ منصبی بھی فقہاء نے واضح کر رکھے ہیں، تاکہ کوئی بھی مطلق العنان نہ بن جائے۔ لہٰذا یہاں کسی کو اعتراض کا موقع نہیں کہ یہ 'مطلق العنان' 'ڈِکٹیٹر شپ' ہو گی، کیونکہ ایک بات تو یہ ہے کہ اسلام میں 'امارت' ایک مسؤولیت ہے، کوئی مفادات کی شے نہیں ہے کہ کوئی اپنی مرضی کرنے لگے، اور دوسرا اس کے فرائض واضح ہیں، جن کی ادائیگی کے لیے ہی وہ منتخب ہوتا ہے۔ اور اس کا لبِ لباب دو باتیں ہیں؛ شریعت کی تنفیذ[1] کی یقین دہانی اور مسلمانوں کا دفاع۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسے 'جمہوریت' کا بنیادی مقصد الہامی تعلیمات سے آزاد انسانی خواہشات کی حامل قانون سازی کی تنفیذ اور اس کا دفاع ہے۔ افغانستان میں 'کابل ادارہ' آخر وقت تک 'قانونِ اساسی' کی مالا جپتا رہا، اور دنیا والے بھی... بشمول اسلامی ممالک... امارت کو اسی پر قانع کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہی حال اسلامی ممالک میں رائج جمہوریتوں کا بھی ہے۔

یہاں تک تو نظامِ حکومت اور خالص حکومت سازی کے عمل پر بات ہوئی۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ سارا عمل خلاء میں تو ہونا نہیں ہے، زمین پر ہو گا۔ جب زمین پر اس سارے عمل کے منافی نظام موجود ہو، چاہے کسی بھی نام سے ہو، تو اس عمل تک پہنچنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جائے، یعنی اقامتِ دین کے مرحلے تک کیسے پہنچا جائے۔ آج اسلامی تحریکوں کو سب سے زیادہ اسی مسئلے نے الجھایا ہوا ہے اور وہ اپنے معروضی حالات سے مجبور ہو کر مختلف راستوں اور طور طریقوں کو اپنائے ہوئے ہیں۔ امارت کا طرزِ عمل اس معاملے میں بھی بڑا واضح رہا، دین کی تعلیمات کے بھی عین مطابق رہا اور عقل و خرد کے پیمانوں پر بھی پورا اترا۔

اوپر ہم نے جس نظامِ حکومت کی بات کی ہے، وہ نظامِ حکومت ہو یا دنیا کا کوئی بھی نظامِ حکومت ہو، اسی وقت وجود میں آتا ہے جب اس کے پیچھے قوت ہو، طاقت ہو۔ کوئی بھی تحریک اگر کسی نظامِ حکومت کو رائج کرنا چاہتی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ مدِ مقابل نظام کے مقابلے میں اپنے اندر قوت پیدا کرے، اور اتنی قوت پیدا کرے جس کے بل بوتے پر وہ اپنا نظام رائج کر سکے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ جو 'مؤسسِ تحریک' ہیں، انھوں نے ۹۰ء کی دہائی میں جب دیکھا کہ افغانستان میں ہر طرف 'وار لارڈز' کی حکومت ہے، اور ظلم و فسق پھیلا ہوا ہے، تو اس کے مقابلے میں نظامِ اسلامی کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ اس کام کے لیے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا اور مقامی کمانڈانوں [وار لارڈز] کے خلاف جنگ لڑی۔ یوں ایک طرف اپنی قوت میں اضافہ کرتے چلے گئے اور دوسری طرف ظالموں کی قوت توڑتے گئے۔ یہ جنگ آپ کی طرف سے شرعی جہاد تھا، کیونکہ اس جنگ کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ تھا۔ جس جنگ کا بھی مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور وہ شرعی احکام کے مطابق ہو، تو اسے اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی جہاد کے نتیجے میں چند سالوں میں انھوں نے کابل فتح کیا، اہل الحل والعقد نے انھیں امیر المؤمنین کا خرقہ پہنایا اور امارتِ اسلامیہ وجود میں آگئی۔ پھر جب ۱۱ ستمبر کے حملوں کے بعد امریکہ نے افغانستان کو تہس نہس کر دیا، امارت کا سقوط ہو گیا تو اس وقت دوبارہ عالمی طاقتوں نے اپنے حواریوں کے ساتھ مل کر ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھجوایا کہ افغانستان میں ہم نے جمہوریت رائج کر دی ہے، اگر آپ نظامِ اسلامی کے قیام کی جدوجہد کرنا چاہتے ہیں تو آجائیں، آپ بھی جمہوریت میں حصہ لیں اور اس کی کوشش کریں۔ لیکن آپ کے نزدیک مسئلہ واضح تھا۔ ایسی کوئی جدوجہد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فقہائے امت کے یہاں نہیں ملتی تھی، اسی لیے آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہم اپنا جہاد جاری رکھیں گے۔ پھر بیس سالہ جہاد کے بعد آج ایک مرتبہ پھر امارتِ اسلامیہ قائم ہو گئی ہے، بفضل اللہ۔

یہاں کسی شخص کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ ان بیس سالوں میں افغانستان میں 'کافر' امریکہ جارح قوت کے طور پر موجود تھا، اس لیے اس خطے میں جہاد مشروع تھا۔ یہ ماڈل دوسرے اسلامی خطوں میں نہیں اپنایا جا سکتا۔ اس بات کا جواب کہ دوسرے اسلامی خطوں

---

[1] جب شریعت کی تنفیذ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد ہر میدانِ زندگی میں حکومتی سرپرستی میں شریعت کے احکامات کی پاسداری ہوتا ہے، اسلامی سزاؤں کا اجراء اس کا محض ایک جزو ہے۔ آج کے زمانے میں بعض لوگ شریعت کے نفاذ کو صرف حدود کے اجراء تک محدود تصور کرتے ہیں۔

میں کیا کیا جائے، بعد میں ذکر کریں گے۔ فی الحال امارت کے طریقِ کار پر بات کرتے ہوئے عرض ہے کہ جس وقت ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۱ء میں جہاد شروع کیا تھا، اس وقت کوئی بیرونی جارح قوت نہیں تھی، بلکہ مسلمان وار لارڈز تھے۔ پھر حالیہ جنگ میں جب امریکہ کے ساتھ جنگ بندی ہوگئی اور صلح کا معاہدہ ہوگیا، اس کے بعد کوئی کافر قوت مقابلے میں نہیں تھی، بلکہ اشرف غنی کی سربراہی میں 'کابل ادارہ' تھا۔ اس وقت بعض لوگوں نے امارت کے قائدین سے یہی بات کہی کہ اب آپ کس دلیل سے جہاد کر رہے ہیں جبکہ امریکہ سے جنگ ختم ہوگئی ہے، آپ کو تو یہاں کے نظامِ جمہوریت میں شامل ہو کر اپنی جدوجہد کرنی چاہیے، تو انھوں نے واضح کہا کہ ہمارے جہاد کے دو مقاصد تھے؛ ایک امریکی جارحیت کا خاتمہ، اور دوسرا اسلامی نظام کا قیام، ابھی ایک مقصد پورا ہوا ہے، جبکہ دوسرا باقی ہے۔ جب تک دوسرا مقصد بھی پورا نہیں ہوتا، جہاد جاری رہے گا۔

اس سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد میں جہاد فی سبیل اللہ کا تصور امارت کے یہاں واضح ہے۔ وجہ یہی ہے کہ یہ تصور قرآن و سنت میں واضح ہے، فقہی متون میں واضح ہے، اسلامی تاریخ میں واضح ہے۔ 'آئینی' جدوجہد کا مسئلہ تو انگریز کی آمد کے بعد بیسویں صدی میں سامنے آیا، جب مسلمان مغلوبیت سے اس درجے مجبور ہوگئے کہ جہاد کی سکت باقی نہ رہی، تو اس وقت بعض علمائے امت نے 'اضطراری' حکم کے طور پر آئینی جدوجہد کے لیے 'جواز' کا فتویٰ دیا۔ یہاں یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ فتویٰ آئینی جدوجہد کے جواز کا تھا، وجوب کا نہ تھا، دوسرے لفظوں میں ان علماء کا فتویٰ جہاد فی سبیل اللہ یا انقلابی عسکری جدوجہد کی حرمت یا عدم جواز کا نہ تھا۔ اور ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ ہماری دینی تعلیمات اور فقہائے امت کی کتب اس موضوع سے متعلق احکامات سے بھری پڑی ہیں، جہاں کفار کے خلاف جہاد کے ساتھ ساتھ مفسدوں، ظالموں، باغیوں، محاربوں کے خلاف جہاد و قتال کے احکامات موجود ہیں۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ دونوں طرح کے جہاد کے احکامات مختلف ہیں۔ یہاں تو ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ جب زمین پر نظامِ اسلامی کے قیام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والا کوئی بھی نظام موجود ہو... چاہے اس کے چلانے والے جس نام سے بھی ہوں...، تو اس کے خلاف 'قوت' جمع کرنا اور پھر 'قوت' کے ساتھ اس نظام کو ختم کر کے اسلامی نظام رائج کرنا، یہ امارت کا طرزِ عمل رہا اور یہ طرزِ عمل فقہائے امت کی تعلیمات کے مطابق تھا۔

ہم اپنی بات کو مزید واضح کرتے چلیں کہ شاید ہماری بات سے کسی کو یہ ابہام ہو کہ ہم ہر اس خطے میں ... جہاں اسلامی نظام قائم نہیں ہے... فوری اسلحہ اٹھا کر مسلح جدوجہد کی دعوت دے رہے ہیں۔ نہیں! ہمارے ساتھ عجلت نہ کیجیے، بلکہ ہماری بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ہم تو یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ نظامِ اسلامی کے قیام کے لیے مقابل نظام سے 'آزاد'، 'قوت' کی فراہمی ناگزیر ہے اور وہ قوت بھی اسی وقت کہلاتی ہے جب وہ 'عسکری' قوت ہوتی ہے، کیونکہ ایسی آزاد قوت ہی کسی بیرونی اثر سے محفوظ رہ کر مکمل اسلامی نظام یا امارتِ اسلامیہ قائم کر سکتی ہے۔ یہ ہمارا بنیادی نکتہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس قوت کی فراہمی کے لیے کیا کیا جائے؟ شاید کوئی سمجھتا ہو کہ آئینی جدوجہد کر کے بھی یہ قوت فراہم کی جا سکتی ہے۔ ہم ایسے فرد کو روک تو نہیں سکتے، لیکن اسے اس کے اپنے تجربے سے استفادہ کرنے کا ضرور کہہ سکتے ہیں، کہ آج کے جدید دور میں ابھی تک کسی ایسی جدوجہد سے کوئی قوت میسر نہیں آ سکی ہے جو اسلامی نظام قائم کر سکی ہو، بلکہ آئینی جدوجہد والے تو پر امن جدوجہد کرتے ہیں، محض لوگوں کو جمع کرتے ہیں، انھیں مسلح تک نہیں کرتے کہ وقت آنے پر وہ کسی مقابل قوت کا مقابلہ کر سکیں، الٹا مسلح جدوجہد سے ہمیشہ روکتے ہیں۔ نتیجتاً یہی ہوتا ہے کہ آئینی جدوجہد میں یہ اکثریت بھی حاصل کر لیں تو ملکی افواج... جو عسکری قوت کی حامل ہوتی ہیں... ان کا تختہ الٹ دیتی ہیں، بلکہ ان میں سے بعض کو تختہ دار تک بھی پہنچا دیتی ہیں[1]، اور اتنی بھاری اکثریت وہیں ڈھیر ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غلبۂ دین کی تحریک کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے قوت کی فراہمی کا راستہ ڈھونڈیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلم خطوں میں ابتداء ہی سے کوئی بھی غلبۂ دین کی تحریک اسلحہ اٹھا لے اور غالب نظام سے لڑنا شروع کر دے۔ ظاہر ہے کہ بغیر بھرپور تیاری کے جنگ کا نتیجہ ایسے مجاہدین کی شکست اور اس ملک میں مسلمانوں کی زبوں حالی میں اضافہ کی شکل میں برامد ہونا اغلبی ہے۔ مسلح جدوجہد کے آغاز کے لیے اس وقت تک اقدام مفید نہیں ہوتا، جب تک اپنے غالب گمان میں غلبے کے عوامل پورے نہ کر لیے جائیں۔ اس لیے اس سے قبل افراد کو اسلامی نظام کے قیام کے نظریے پر جمع کرنا، مختلف طبقات اور مختلف میدانِ عمل کے افراد کو جوڑنا، کسی بھی ملک میں سیاسی طور پر اپنے آپ کو مضبوط کرنا، اپنے افراد میں جہاد و قتال کے معانی زندہ کرنا... تاکہ جب آپ کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھ کر نظام آپ کے خلاف متحرک

---

[1] اللہ تعالیٰ مصر کے صدر مرسی پر رحم فرمائیں اور انھیں ان کی نیکیوں کا اچھا صلہ دیں، آمین۔

ہو تو اس کے خلاف جہاد و قتال شروع کر دینا... یا تیاری بھی پوری ہو جائے اور سیاسی اسباب بھی پیدا ہو جائیں تو خود اقدام کر لینا۔ یہ سارا کام آئینی جدوجہد میں شمولیت سے ’فلاپ‘ ہو جاتا ہے۔ ہاں! آئینی جدوجہد پر ’اصرار‘ کرنے والے افراد کو بھی اس منصوبے میں شامل رکھنا یقیناً مفید ہے، تاکہ وہ بھی اس بڑی تحریک کی تائید میں اپنی جدوجہد کریں، اور غلبۂ دین کی جدوجہد کرنے والوں میں کوئی مخالف آواز نہ رہے۔

عمل

ابھی تک ہم نے امارت کے یہاں طرزِ فکر اور ان کی فکر پر بات کی ہے، عمل پر بات ابھی کرتے ہیں۔ جہاں ہم نے نظامِ اسلامی کے قیام کے لیے جہاد کرنے کی بھی بات کی ہے تو وہ بھی فکر کے ضمن میں کی ہے، کیونکہ اسلامی نظریات میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جہاد فی سبیل اللہ ایک ’مشروع‘ عمل ہے۔ فکر ایک شے ہے اور عمل دوسری شے ہے۔ کسی کے یہاں فکر کا پایا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ عمل بھی موجود ہو، بایں ہمہ کسی کے ’مفکر‘ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ’ساعی‘ بھی ہو۔ ہاں! فکر ضرور عمل کا پیش خیمہ ہوتی ہے، مگر اسے عمل کی دنیا میں لانے والے مزید عوامل ہوتے ہیں۔

غلبۂ دین کی جدوجہد کو عملی شکل دینے کے لیے درست فکر کے بعد جو عوامل درکار ہیں، اور جنھیں یہاں ہم اپنے فہم کے مطابق اپنے لفظوں میں تعبیر کر رہے ہیں؛ وہ ہیں ایمان، توکل اور پھر صبر واستقامت۔ غلبۂ دین کی جدوجہد کسی بھی سطح پر ہو، کوئی آسان اور سہل کام نہیں ہے، بلکہ مشکلات اور مصائب سے پُر اِک کٹھن راستہ ہے۔ جس کے کبھی پہلے قدم پر ہی آزمائش شروع ہو جاتی ہے، اور اگر کہیں شروع کے قدموں پر نہ آئے تو بعد میں تو آنا ناگزیر ہوتا ہے۔ ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ﴾ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ﴾ ﴿وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭمَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا﴾۔

اس راستے پر اس وقت تک کوئی ابتداء نہیں کر سکتا جب تک کہ ’قوتِ ایمانی‘ سے سرشار نہ ہو جائے، اس کے اندر اپنے دین پر غیر متزلزل یقین نہ ہو، وہ اس دین کے لیے ہر قیمت ادا کرنے پر تیار ہو، ہر قربانی دینے کے لیے آمادہ ہو، اس کے دل میں دین سے والہانہ لگن ہو، اس کے دل میں دین کے غالب کرنے کی تڑپ ہو ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾۔ اس وقت اسلامی دنیا پر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو افغان قوم سب میں ممیز نظر آتی ہے، کہ بحیثیتِ قوم ان میں دین سے لگن اور محبت ہر دوسری قوم سے زیادہ ہے۔ جب قوم کا یہ حال ہے تو اس کے مجاہدین کی قیادت کا کیا عالم ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ امارت اسلامیہ کے ہر مجاہد اور ہر کارکن کی نگاہ میں ایک ہی منزل ہے، اور وہ ہے دینِ اسلام کا قیام اور شریعت کا نفاذ۔ وہ اس منزل کے حصول تک پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

اس کے بعد جو چیز درکار ہے، وہ اپنے رب پر ’بھروسہ‘ ہے، ’توکل‘ ہے۔ کوئی بھی قدم اٹھانے سے قبل محض مصالح ومفاسد کا موازنہ کر لینا کافی نہیں ہوتا، کیونکہ تقدیر تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، نہ انسانی تدبیر خود مستقل ہے، نہ اس کی عقل کارساز ہے، بالآخر وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اس لیے خوب سوچ وبچار کرے، لیکن پھر خدشات کو خاطر میں نہ لائے، اسباب کی کمی پر پریشان نہ ہو، بلکہ جو اسباب دستیاب ہوں، ان کے حوالے سے بھی اور جو اسباب میسر نہ ہوں، تو ان کے حوالے سے بھی، ہر حوالے سے تدبیر سے قبل اپنے آپ کو اور اپنی محنت کو اپنے رب کے سپرد کر دے، تفویض کر دے۔ یہ ’توکل‘ ہے جس کے بغیر غلبۂ دین کی محنت عملی شکل نہیں اختیار کر سکتی۔ اس اسباب سے بھری دنیا میں اگر انسان کی نظر محض اسباب پر پڑ جائے اور مصالح ومفاسد کے موازنوں میں اس کا ذہن الجھا رہے تو غلبۂ دین کی محنت ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ اللہ کی سنتِ کونیہ ہے کہ وہ باطل کو خوب ساز وسامان دیتے ہیں، اور اس کے مقابلے میں حق کو بے سروسامانی کی حالت میں مقابلے کے لیے کھڑا کرتے ہیں۔ ﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا﴾ ﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾ اور پھر اس بے سروسامانی میں توکل کی قوت کے بل پر اہلِ حق معرکہ حق وباطل لڑتے ہیں، اور کمزوری سے قوت اور قلت سے کثرت کی منزل طے کرتے ہیں، ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾۔ لہٰذا غلبۂ دین کی جدوجہد میں عقل وخرد کا استعمال ناگزیر، مگر فیصلہ کن عامل [decisive factor] اپنے اللہ تعالیٰ پر ’توکل‘ ہے۔ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا﴾۔ آج کے دور میں ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تو ’توکل‘ کے باب میں اپنی مثال آپ ہے۔ اور آپ کا پَرتو آپ کے قریبی رفقاء اور پوری تحریک پر نمایاں ہے۔ ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب انھوں نے تحریک شروع کی تو بس ’توکلِ محض‘ کیا۔ کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہ تھا۔ آہستہ آہستہ لوگ جڑتے گئے اور وہ بڑھتے گئے۔

توکل کے بعد تیسری چیز جو آتی ہے، وہ ہے 'صبر واستقامت'۔ جب توکل کر کے غلبۂ دین کی محنت شروع کر دی تو پھر اب حالات جیسے بھی ہو جائیں، مصائب جس درجے بڑھ جائیں، سختیاں آسمانوں کو چھونے لگیں، بندہ مومن ڈٹ جائے، صبر کرے، ثابت قدم رہے اور استقامت دکھائے۔ راستہ چھوڑ دینا یا بدل دینا اس کے یہاں آگ میں کود جانے کے مرادف ہو۔ ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا﴾ ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾۔

امارتِ اسلامیہ کے پہلے دور میں ہر طرف سے ان پر پابندیاں عائد رہیں، قحطِ سالی کا سامنا ہوا، شمالی اتحاد کے ساتھ مستقل جنگ رہی، ساری دنیا کی مخالفت جھیلنی پڑی، مگر ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی اور امارتِ اسلامیہ ڈٹی رہی، اپنے دین پر سودا بازی نہیں کی، شریعت کے احکامات سے روگردانی نہیں کی، ایک شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے معاملے میں دین کے 'ایک' حکم کی مخالفت بھی نہ کی۔ پھر امریکہ، نیٹو کی افواج کے ساتھ حملہ آور ہوا، اور دنیا کی سب سے بڑی قوت لے کر افغانستان آیا، کسی ملک نے امارت کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ جنھوں نے پہلے امارت کی رسمیت تسلیم کی تھی، انھوں نے بھی غدر کیا۔ لیکن ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ پھر ڈٹ گئے، اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے پھر توکل کی روش اپنائی، اور ہر مصیبت کے مقابلے میں صبر کی راہ لی۔ دربدری کا سامنا ہوا، شہادتوں اور گرفتاریوں سے گزر ہوا، لیکن پورا کاروان ڈٹا رہا، اپنے مبادی سے تنازل نہ کیا، بلکہ دوبارہ جہاد وقتال کے لیے نکل پڑے۔ اور آج بیس سال بعد یہ دنیا کے سامنے کامیاب وکامران کھڑے ہیں۔ وہ امارت جسے امریکہ نے اپنے مغربی اور مقامی حواریوں کے ذریعے گرایا تھا، آج پہلے سے زیادہ آب وتاب کے ساتھ پورے افغانستان پر اسلامی نظام قائم کر رہی ہے، افغانستان کے چپے چپے پر شریعت کا نفاذ عمل میں آرہا ہے۔ آج ایک اسلامی سلطنت کی بنا پڑ رہی ہے۔ ساری دنیا میں واحد اسلامی سلطنت۔ وہ واحد غلبۂ دین کی تحریک جس نے تمام مراحل کامیابی سے پورے کیے اور تمکین کی منزل پر سرفراز ہوئی۔

عمل میں بھی یہ ساری دنیا کی تحریکات کے لیے مثال ہے، کہ جب نعرہ اتنا بلند ہم نے لگایا ہے، تو محنت بھی اتنی ہی بلند درکار ہے۔ نظر وافکار کی بلندی کے لیے کردار کی بھی اتنی ہی بلندی درکار ہے۔ اور بلند محنت اور عالی کردار کے لیے ایمانی قوت، توکل اور پھر صبر واستقامت درکار ہے۔ اس کے بغیر منزل کا حصول ناممکن ہے۔ اس کے بغیر غلبۂ دین کے راستے پر قدم نہیں رکھا جا سکتا۔ اور اگر کوئی رکھ لے تو یا مایوس ہو کر راستہ ہی چھوڑ بیٹھتا ہے، یا 'تراجعات' اور 'تنازلات' پر مجبور ہو کر راستہ بدل لیتا ہے، اور یا پھر باطل کے ساتھ مفاہمت کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر اس فرد کو جو غلبۂ دین کی عظیم محنت کرنا چاہتا ہے یا کرنے نکلا ہے، اس انجامِ بد سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ عملِ اسلامی سے وابستہ ہر بھائی اور ہر تحریک کی درست سمت کی طرف رہنمائی فرمائیں، دین پر ثابت قدم رکھیں، دین کے مفاہیم کی ہمارے ذہنوں میں تصحیح فرمادیں، ایمان اور صبر وتوکل کی صفات ہم میں پیدا فرمادیں، اور ہم سے اپنے دین کی خدمت قبول فرمالیں، آمین۔

یہ چند گزارشات تھیں جو ہم نے چاہا کہ امارت اسلامیہ کی فتح اور بحالی کے موقع پر اپنے ان تمام بھائیوں کے سامنے رکھیں جو کسی بھی سطح پر غلبۂ دین کی محنت سے جڑے ہوئے ہیں، کوئی مدارس اور جامعات میں تدریسِ دین میں مشغول ہے، کوئی خانقاہی محنت کر رہا ہے، کوئی دعوتی میدان میں اکیلا منبر لگائے ہے یا کسی دعوتی جماعت سے جڑا ہے، کوئی دینی سیاسی جماعتوں کا رکن ہے یا کوئی اس راہ میں جہاد وقتال کی صفوں میں موجود ہے۔ ہمیں ہر ایک بھائی اپنے سے بڑھ کر عزیز ہے، ان کی محنت ہمیں عزیز ہے، ہم سب کو ایک ہی جسم کا حصہ سمجھتے ہیں، سب کو ایک ہی غم میں شریک سمجھتے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم سب کی محنت ایک ہی سمت میں چلے اور جس طرح ایک خطے میں غلبۂ دین تمکین کے مرحلے تک پہنچا ہے، دیگر خطوں میں بھی تمکین سے سرفراز ہو اور اسلامی بہاریں حقیقت کا روپ دھار لیں۔ بس امارت اسلامیہ ہم سب کی امارت ہے، رہنما ہے، سب کے لیے نمونہ ہے۔ ہم سب مل کر اسے مضبوط کریں، اور اس سے سبق حاصل کر کے اپنے اپنے خطوں میں اپنی محنت اور سعی کو درست سمت میں آگے بڑھانے کے لیے کوشاں ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے حامی وناصر ہوں، آمین۔

إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب۔
وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالى على نبينا الأمين۔

یہ بات واضح ہے کہ برطانیہ ایک سپر پاور نہیں ہے۔

لیکن وہ سپر پاور (امریکہ) جو ثابت قدمی دکھانے پر تیار نہیں، شاید وہ بھی اب سپر پاور نہیں ہے۔

بلاشبہ وہ ایک عالمی طاقت تو نہیں رہی۔

بین والس (برطانوی سیکریٹری دفاع)

نوائے غزوۂ ہند

افغان جنگ میں امریکی خسارے

نعمان حجازی

تعارف

۳۱اگست ۲۰۲۱ء کو تقریباً بیس سال بعد افغانستان سے آخری امریکی نکل جانے کے بعد امریکہ کی تاریخ کی طویل ترین جنگ اپنے اختتام کو پہنچی۔ ایک عام امریکی شہری بھی اپنی ہزیمت کی وجہ سے اس جنگ کو بھلانا چاہتا ہے اور امریکی حکومت کی طرف سے بھی کوشش ہے کہ ویتنام جنگ کے برخلاف اس جنگ کی تفصیلات پر کم سے کم روشنی پڑے اس لیے اس جنگ میں ہونے والے اپنے جانی ومالی نقصانات کو حتی الامکان چھپانے اور بہت کم کر کے دکھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن اس بیس سالہ جنگ نے امریکہ پر اتنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں کہ اسے اتنی آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ امریکی آبادی کے ہر چار افراد میں سے ایک اسی جنگ کے دوران پیدا ہوا، اس نے اس جنگ سے پہلے کے امریکہ کو کبھی نہیں دیکھا صرف اس کے متعلق باتیں ہی سنی ہیں۔ ان کے ذہنوں پر اس ہاری ہوئی جنگ کی گہری چھاپ ہمیشہ موجود رہے گی۔ پھر اس جنگ میں زخمی ہونے والے ہزاروں امریکی فوجیوں کے علاج معالجے اور صحت کے اخراجات بھی عشروں تک امریکی حکومت اور اس کے ٹیکس دہندگان کے لیے بوجھ بنے رہیں گے۔ اسی طرح دسیوں کھرب ڈالر جو امریکہ نے اس جنگ میں جھونکے وہ سب قرضے سے حاصل ہوئے، وہ قرضہ اور اس پر لگا سود در سود بھی آنے والے کئی عشروں تک امریکی معیشت پر ایک بھاری بوجھ بنا رہے گا۔

اس تحریر میں مالی اور جانی خساروں سے متعلق اعداد و شمار کی مدد سے امریکی شکست کی ایک جامع تصویر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلاشبہ صرف اعداد و شمار کبھی بھی ایک مکمل تصویر پیش نہیں کرسکتے کہ اس جنگ میں کیا کچھ ہوا اور اس کی کیا اہمیت ہے لیکن یہ جنگ کا ایک منظر نامہ ضرور پیش کرسکتے ہیں۔ اس تحریر میں دیے گئے زیادہ تر اعداد و شمار امریکہ کی براؤن یونیورسٹی کے Cost of War Project سے لیے گئے ہیں۔ اس منصوبے سے ۵۰ دانشور، ڈاکٹر، قانونی ماہرین اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے جڑے ہوئے ہیں جو کہ افغانستان اور عراق جنگ کے جانی، مالی اور بجٹ کے حوالے سے اخراجات اور سیاسی نتائج کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ چند دیگر اعداد و شمار امریکی حکومتی ادارے 'اسپیشل انسپکٹر جنرل فار افغانستان ری کنسٹرکشن' یا سگار (CIGAR) سے اور امریکہ کے سرکاری ادارہ برائے احتساب 'گورنمنٹ اکاؤنٹیبلٹی آفس' یا گاؤ (GAO) سے لیے گئے ہیں۔ مزید اعداد و شمار جہاں جہاں سے حاصل کیے ان کا ذکر ان اعداد و شمار کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔ تاہم یہ بات پیش نظر رہے کہ ان اداروں کی طرف سے پیش کیا گیا جائزہ امریکی حکومت اور پینٹاگان کی طرف سے فراہم کی گئی رپورٹوں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اور بلاشک وشبہ یہ فراہم کردہ معلومات حقائق سے کہیں کم تر ہوتی ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حال ہی میں امریکی حکومت نے اپنی ویب سائٹ سے افغانستان میں ہوئے اخراجات کے حوالے سے بہت سی جائزہ رپورٹیں غائب کر دی ہیں۔

پس منظر

۱۸ ستمبر ۲۰۰۱ء کو، امریکہ پر گیارہ ستمبر کے حملوں کے ٹھیک ایک ہفتے بعد، امریکی ایوان نمائندگان اور ایوانِ بالا نے بلا اختلاف ایک بل منظور کیا جس کے تحت امریکہ کو صرف افغانستان کے خلاف نہیں، بلکہ گیارہ ستمبر کے حملے کے ذمہ داروں کے خلاف پوری دنیا میں ایک کھلی جنگ شروع کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

۲۰ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی صدر جارج بش نے امریکی کانگرس کے ایک اجلاس میں کہا کہ یہ جنگ عالمی سطح کی ہوگی اور اعلانیہ اور خفیہ دونوں سطح پر لڑی جائے گی اور ممکنہ طور پر یہ جنگ لمبے عرصہ تک چلے گی۔ امریکی صدر نے اپنے بیان میں کہا:

> دہشت گردی کے خلاف ہماری جنگ القاعدہ سے شروع ہوئی ہے لیکن اس پر ختم نہیں ہوگی۔ یہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک عالمی نظریہ رکھنے والے ہر گروہ کا پتہ نہ لگا لیا جائے، اسے روک نہ دیا جائے اور اسے شکست سے دوچار نہ کر دیا جائے۔ امریکیوں کو ایک جنگ کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ بلکہ یہ ایک طویل مہم ہے، جس کی مثل اس سے قبل ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔

۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ نے ’آپریشن اینڈیورنگ فریڈم‘ (Operation Enduring Freedom) کے نام سے افغانستان پر بمباری کا آغاز کر دیا۔ اس جنگ میں امریکہ، نیٹو اور غیر نیٹو اتحادی اکاون (51) ملکوں نے شرکت کی۔

۹ دسمبر ۲۰۰۱ء میں قندھار کا سقوط ہو گیا، اور امریکہ اور اتحادیوں نے تصور کر لیا کہ اب افغانستان میں جنگ ختم ہوا ہی چاہتی ہے۔

اپریل ۲۰۰۲ء میں صدر بش نے افغانستان میں ’حقیقی امن‘ کے قیام میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ وہ امن کیسے حاصل ہو گا اس پر بش نے کہا:

> امن، افغانستان کو اپنی مستحکم حکومت قائم کرنے میں مدد دینے سے حاصل ہو گا۔ امن، افغانستان کو اپنی ملی فوج بنانے اور اس کو تربیت دینے میں مدد کرنے سے حاصل ہو گا۔ اور امن لڑکے اور لڑکیوں کے لیے ایک ایسا تعلیمی نظام کھڑا کرنے سے حاصل ہو گا جو کہ کارآمد ہو۔

۱۷ فروری ۲۰۰۹ء کو امریکی صدر بارک اوباما نے افغان جنگ میں تیزی لانے کے لیے اور جلد نتائج حاصل کرنے کے لیے سترہ ہزار (17,000) مزید فوجی افغانستان بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اسی سال دسمبر میں اوباما نے اس فیصلے میں تبدیلی کی اور کل تعداد کو بڑھا کر ایک لاکھ تک کر دیا۔ جبکہ ۲۰۱۱ء کے اختتام تک افغانستان میں امریکی فوجیوں کی کل تعداد ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

’آپریشن اینڈیورنگ فریڈم‘ (Operation Enduring Freedom) اوباما کے دور میں ۲۸ دسمبر ۲۰۱۴ء کو اختتام پذیر ہوا۔ کابل میں امریکی اور نیٹو کے فوجی افسران نے اس دن کی مناسبت سے ایک تقریب منعقد کی اور اس آپریشن کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اوباما نے اس موقع پر ایک بیان جاری کیا جس میں اس نے کہا کہ یہ ہمارے ملک کے لیے ایک سنگ میل ہے اور اب امریکہ پہلے سے زیادہ محفوظ ہے۔ اور اس کے ساتھ اس نے اپنی فوج کی تعداد میں کمی کا اعلان بھی کیا۔

یکم جنوری ۲۰۱۵ء سے نیٹو نے ایک نئے مشن ’ریزولوٹ سپورٹ مشن‘ (Resolute Support Mission) کا آغاز کیا، جس کا مقصد امارت اسلامیہ کے خلاف افغان فوج کی تربیت، مدد اور مشاورت فراہم کرنا تھا۔ اسی مشن کے تحت امریکہ نے افغانستان میں القاعدہ اور دیگر گروہوں کے خلاف خصوصی کاروائیاں کرنے کے لیے ایک علیحدہ مشن آپریشن فریڈمز سینٹنل (Operation Freedom's Sentinel) کا اعلان بھی کیا۔ اس کے ساتھ ہی امریکی اور نیٹو فوجیوں میں کمی کا آغاز ہوا اور ۲۰۱۶ء کے اختتام تک افغانستان میں آٹھ ہزار پانچ سو (8500) امریکی فوجی جبکہ تیرہ ہزار (13,000) نیٹو کے فوجی رہ گئے۔

۲۱ اگست ۲۰۱۷ء کو امریکہ کے نئے صدر ڈانلڈ ٹرمپ نے افغانستان میں امریکی افواج میں پھر سے اضافے کا اعلان کیا اور تعداد کو بڑھا کر چودہ ہزار (14,000) تک کر دیا۔

۴ ستمبر ۲۰۱۸ء کو ٹرمپ نے طالبان سے مذاکرات کرنے کے لیے زلمے خلیل زاد کو اپنا خصوصی نمائندہ مقرر کیا۔ جس کے بعد امریکہ کے امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجے میں ۲۹ فروری ۲۰۲۰ء کو امریکہ اور امارت اسلامیہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا جس کے تحت یکم مئی ۲۰۲۱ء تک امریکہ کو افغانستان سے مکمل انخلاء کرنا تھا۔

۱۴ اپریل ۲۰۲۱ء کو امریکہ کے نئے صدر جو بائیڈن نے اعلان کیا کہ امریکہ کے باقی پینتیس سو (3500) فوجیوں کا انخلاء یکم مئی کی بجائے گیارہ ستمبر ۲۰۲۱ء تک مکمل ہو گا۔

یکم مئی ۲۰۲۱ء کو امارت اسلامیہ نے معاہدے کی اصل تاریخ کے اختتام پر پورے افغانستان میں افغان فوج کے خلاف حملوں کا آغاز کر دیا اور تیزی سے اضلاع فتح ہونا شروع ہو گئے۔

۶ اگست ۲۰۲۱ء کو پہلا صوبائی مرکز، صوبہ نیمروز کا شہر زرنج فتح ہو گیا۔ پہلے صوبے کی فتح کے ۹ دن بعد ۱۵ اگست ۲۰۲۱ء کو پنجشیر کے علاوہ افغانستان کے تمام صوبے بشمول دارالحکومت کابل پر امارت اسلامیہ کا قبضہ ہو گیا۔

۳۰ اور ۳۱ اگست ۲۰۲۱ء کی درمیانی رات آخری امریکی طیارہ افغانستان سے پرواز کر گیا اور امریکہ کا افغانستان سے انخلاء مکمل ہوا۔

جانی خسارہ

امریکی بیورو آف لیبر کے اعداد و شمار کے مطابق، ان بیس سالوں میں نو لاکھ اسی ہزار (980,000) امریکی فوجی افغانستان میں مختلف اوقات میں تعینات رہے۔ امریکی فوجیوں کے علاوہ ان بیس سالوں میں امریکی عسکری کنٹریکٹر بھی افغانستان میں موجود رہے جن کی کل تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، لیکن ۲۰۲۰ء کے وسط میں ان کی تعداد بائیس ہزار پانچ سو باسٹھ (22,562) تھی جبکہ ۲۰۲۱ء کے آغاز میں ان کنٹریکٹرز کی تعداد سات ہزار آٹھ سو (7,800) تھی۔

امریکہ کے ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ۶ ستمبر ۲۰۲۱ء کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان بیس سالوں میں دو ہزار چار سو اکسٹھ (2,461) امریکی فوجی ہلاک اور بیس ہزار سات سو چھیالیس (20,746) فوجی اس جنگ میں زخمی ہوئے۔ جبکہ تین ہزار نو سو چار (3,904) امریکی کنٹریکٹر ہلاک ہوئے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ان بیس سالوں میں ایک ہزار ایک سو پنتالیس (1,145) امریکہ کے اتحادی ممالک کے فوجی ہلاک ہوئے۔ جبکہ پچھتر ہزار تین سو چودہ (75,314) افغان فوجی ہلاک ہوئے۔ امریکہ کے جو فوجی زخمی ہوئے ان میں زیادہ تعداد ایسوں کی ہے جو کہ اپنے جسم کے ایک سے زیادہ اعضاء سے محروم ہو گئے۔ جبکہ امریکہ کی یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے ڈاکٹر پال پاسکوئینا کے بقول، ان زخمیوں میں ساٹھ فیصد کے قریب ایسے ہیں جنہیں دماغی زخم بھی لگے۔

یہاں یہ وضاحت بھی کرتے چلیں کہ زخمیوں کی جو تعداد یہاں بیان کی گئی ہے یہ صرف ان زخمیوں کی ہے جو کہ لڑائی کے دوران زخمی ہوئے، اس کے علاوہ دیگر وجوہات سے زخمی ہونے والوں کا اور وہ جو جنگ کی وجہ سے 'پی ٹی ایس ڈی' اور دیگر نفسیاتی امراض کا شکار ہونے کی وجہ سے جنگ کے قابل نہیں رہے اس کا اس میں ذکر نہیں ہے۔

اگرچہ ان کے تفصیلی اعداد و شمار موجود نہیں ہیں لیکن امریکی ادارہ صحت کے اعداد و شمار کے مطابق افغانستان میں آنے والے کل امریکی فوجیوں میں اوسطاً 15.5 فیصد فوجی ایسے ہیں جو دماغی مرض 'پی ٹی ایس ڈی' (Post-Traumatic Stress Disorder) کا شکار ہوئے۔ اس فیصد تعداد کے اعتبار سے تقریباً ایک لاکھ اکاون ہزار نو سو (151,900) فوجی ان بیس سالوں میں پی ٹی ایس ڈی کا شکار ہوئے۔

اسی طرح جو امریکی فوجیوں کے مرنے والوں کی تعداد لکھی گئی ہے وہ بھی صرف وہی ہیں جو میدانِ جنگ میں مرے لیکن وہ جو زخمی ہو کر امریکہ واپس گئے لیکن اپنے زخموں کی پیچیدگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ان کا ذکر نہیں ہے۔ نہ ہی فوجیوں کی وہ بڑی تعداد شامل ہے جو اس جنگ میں شامل رہنے کے بعد نفسیاتی و ذہنی امراض کا شکار ہوئے اور پھر انہوں نے خودکشی کر لی۔ براؤن یونیورسٹی کے اعداد و شمار کے مطابق گیارہ ستمبر کے بعد سے ان بیس سالوں میں جنگوں میں شریک رہنے والے امریکی فوجیوں میں سے تیس ہزار ایک سو ستتر (30,177) فوجیوں نے خودکشی کر لی۔

اس کے علاوہ امریکی ادارہ صحت کے اعداد و شمار کے مطابق ان بیس سالوں میں افغان جنگ میں شامل رہنے والے فوجیوں میں سے جن فوجیوں نے ہیلتھ کیئر سروسز سے رجوع کیا، جن کی تعداد لاکھوں میں بنتی ہے، ان میں 23 فیصد امریکی فوج کی خواتین ایسی ہیں جن کو فوج کے اندر ہی جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا، جبکہ 55 فیصد امریکی فوج کی خواتین ایسی ہیں جنہیں جنسی ہراسگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ امریکی فوج میں 38 فیصد مرد فوجیوں کو بھی اپنی ہی فوج کے اندر جنسی ہراسگی کا سامنا کرنا پڑا۔

اس بیس سالہ جنگ میں جو فوجی جنگ کے دوران زخمی ہوئے یا مر گئے وہ تو ایک طرف لیکن اتنی بڑی تعداد کا دماغی و نفسیاتی امراض کا شکار ہو جانا، اتنی بڑی تعداد کا خودکشی کر لینا، اتنی بڑی تعداد میں امریکی فوجیوں کا اپنے ہی ساتھی فوجیوں کے ہاتھوں جنسی تشدد اور جنسی ہراسگی کا شکار ہو جانا ایسے حقائق ہیں جو کسی بری سے بری قوم کا بھی سر شرم سے جھکا دے۔ یہ اعداد و شمار مغربی تہذیب و اقدار کی ایک جھلک دکھاتے ہیں کہ جس تہذیب و اقدار کو لے کر اسے تیسری دنیا کے ممالک میں رائج کرنے نکلے ہیں وہ خود کس قدر غلیظ اور ناپاک ہے۔ اور وہ جو ہمیں پسماندہ، قدامت پرست، غیر ترقی یافتہ، غیر مہذب وغیرہ ثابت کرنے پر تلے رہتے ہیں وہ خود اخلاقی طور پر کس قدر پستیوں میں گرے ہوئے ہیں۔

یہ اعداد و شمار ان مغرب نواز جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے بھی تازیانۂ عبرت ہیں کہ جو امارت اسلامیہ کے شرعی نظام کی مخالفت اور مغرب کے غلیظ نظام کی حمایت کرتے ہیں۔ اور اسلامی شریعت کے پاکیزہ نظام کو چھوڑ کر مغربی گندگیوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

مالی خسارہ

وفاقی بجٹ میں امریکی کانگریس نے افغان جنگ کے اخراجات کی مد میں ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کے لیے دس کھرب (ایک ٹریلین) ڈالر کی منظوری دی تھی۔ لیکن تمام اخراجات شامل کرتے ہوئے ان بیس سالوں میں افغانستان میں امریکی اخراجات اس سے کہیں زیادہ ہوئے۔ ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کے اخراجات کو ملا کر ان بیس سالوں میں تقریباً بیس کھرب اکتیس ارب تیس کروڑ (2.313 ٹریلین) امریکی ڈالر افغان جنگ پر خرچ ہوئے۔ دوسرے لفظوں میں امریکہ کا افغانستان میں تقریباً تیس کروڑ (300 ملین) ڈالر روزانہ کا خرچہ ہو رہا تھا۔

یہ اخراجات درج ذیل بنیادی مدّات کے تحت کیے گئے:

مد	رقم
ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کا ابتدائی جنگی بجٹ	1.055 ٹریلین (10 کھرب 55 ارب) ڈالر
اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا جنگی بجٹ	60 بلین (60 ارب) ڈالر
ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کے بجٹ میں اضافہ	433 بلین (4 کھرب 34 ارب) ڈالر

قرضوں پر سود کی ادائیگی	532 بلین (5 کھرب 32 ارب) ڈالر
سابق فوجیوں کا علاج معالجہ	233 بلین (2 کھرب 33 ارب) ڈالر
کل رقم	**2.313 ٹرلین (23 کھرب 13 ارب) ڈالر**

ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے اوپر مذکورہ بجٹ کے تحت چیدہ چیدہ اخراجات درج ذیل ہیں۔

مد	رقم
براہ راست جنگی اخراجات	824.9 بلین (8 کھرب 24 ارب 90 لاکھ) ڈالر
افغان فوج کی تربیت، عسکری سامان	85 بلین (85 ارب) ڈالر
تعمیر نو کے منصوبہ جات	131.3 بلین (1 کھرب 31 ارب 30 لاکھ) ڈالر
افغان فوج کی تنخواہیں	14.25 بلین (14 ارب 25 کروڑ) ڈالر
حکومتی اخراجات اور ترقیاتی منصوبے	36 بلین (36 ارب) ڈالر
مرنے والے فوجیوں کے لواحقین کو	2.455 بلین (2 ارب 45 کروڑ 50 لاکھ) ڈالر

امریکی حکومت اپنے تمام ہلاک ہونے والے فوجیوں کے لواحقین کو ان کی خدمات کے صلے میں فی فوجی دس لاکھ (ایک ملین) ڈالر دیتی ہے۔ ہلاک ہونے والوں کی سرکاری طور پر ظاہر کی گئی تعداد کے مطابق لواحقین کو دی گئی کل رقم اوپر لکھی گئی ہے۔

اکتوبر ۲۰۲۰ء میں امریکی کانگریس کو پیش کی گئی ایک رپورٹ کے مطابق تعمیرِ نو، حکومتی اخراجات اور ترقیاتی کاموں کے لیے افغان حکومت کو بھیجی گئی امداد میں سے، کرپشن کی وجہ سے، انیس ارب (19 بلین) ڈالر ان منصوبوں پر لگنے کی بجائے حکومتی عہدہ داروں کی جیبوں اور بنک اکاؤنٹس میں منتقل ہو گئے۔

گیارہ ستمبر کے بعد امریکہ کی پوری دنیا میں کارروائیوں میں شامل رہنے والے سابق فوجیوں کی معذوری اور علاج معالجے پر آنے والے اخراجات امریکی انخلاء کے بعد بھی ختم نہیں ہوتے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک اندازے کے مطابق ۲۰۵۰ء تک پہلے سے موجود ان سابق فوجیوں کے علاج معالجے پر 20 کھرب (2 ٹرلین) ڈالر کے مزید اخراجات ہوں گے۔

اس کے علاوہ افغان جنگ کے لیے لیے گئے قرضوں پر سود کی ادائیگی کے اخراجات ۲۰۵۰ء تک ساٹھ کھرب پچاس ارب (6.5 ٹریلین) ڈالر تک پہنچ جائیں گے۔ اس طرح سے یہ جنگ ختم ہو جانے کے باوجود ۲۰۵۰ء تک امریکہ کے افغانستان جنگ پر کل اخراجات 100 کھرب 81 ارب 30 کروڑ (10.813 ٹرلین) ڈالر تک پہنچ جائیں گے۔

اپنی سابقہ جنگوں ہی کی طرح امریکہ نے افغان جنگ کے متعلق بھی یہ گمان کیا تھا کہ فتح بہت تیزی سے حاصل ہو جائے گی اور اس کے بعد صرف تعمیرِ نو پر اخراجات آئیں گے۔ لیکن ان بیس سال بعد آخری امریکی فوجی کے بھی افغانستان سے نکل جانے کے باوجود امریکہ اب تک جاری اخراجات گن رہا ہے۔

افغان فوج کو دیا گیا عسکری سامان

اس بیس سالہ جنگ میں ایسی شرمناک ناکامی کے بعد اگرچہ یہ سارا مالی خسارہ ہی امریکیوں کے لیے شدید تکلیف کا باعث ہو گا لیکن ان سب اخراجات میں شاید سب سے زیادہ تکلیف دہ خرچہ امریکیوں کے لیے وہ ہے جو انہوں نے افغان فوج کی تربیت، ان کی تنخواہوں اور ان کے لیے بھیجے گئے عسکری سامان پر کیا۔

افغان فوج پر امریکہ نے ایک کھرب ڈالر تک خرچہ کیا لیکن ان بیس سالوں میں افغان فوج کو دی گئی ساری تربیت دھری کی دھری رہ گئی اور تین لاکھ کی یہ بڑی بڑی فوجی طاقتوں کے ہاتھوں تربیت یافتہ فوج ریت کی دیوار ثابت ہوئی جو ایک ہوا کے جھونکے سے ہی ڈھے گئی۔ اسلحہ اور دیگر عسکری سامان کے جو پہاڑ امریکہ نے اس فوج کو دیے تھے، اس امید پر کہ شاید زیادہ سے زیادہ جدید ترین اسلحہ دینے سے یہ فوج امارت اسلامیہ کا کوئی مقابلہ کر پائے، وہ بھی ان کے کسی کام نہ آئے بلکہ فائدہ دینے کی بجائے امریکیوں کے لیے مزید ہزیمت کا باعث بنے اور آج امریکی اپنے اسلحے کے اتنے ڈھیر امارت اسلامیہ کے قبضے میں دیکھ کر اپنی ہی انگلیاں چبا رہے ہیں۔

امریکہ نے ان بیس سالوں میں جو عسکری سامان افغان فوج کو دیا اس میں افغان جنگ کے آغاز سے ۲۰۱۶ء تک فراہم کیے گئے سامان کی تفصیلی رپورٹس موجود ہیں۔ لیکن اس کے بعد سے جنگ کے خاتمے تک کی رپورٹ امریکی حکومت نے اپنی ویب سائٹ سے بھی اور سگار ادارے کی ویب سائٹ سے بھی غائب کر دی ہے جس کی وجہ سے پچھلے پانچ سالوں میں کتنا عسکری سامان امریکہ نے افغان فوج کے حوالے کیا اس کی مکمل تفصیل حاصل نہیں ہو سکی۔

اس رپورٹ کو غائب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ۲۰۱۵ء تک امریکی زیادہ جنگ خود لڑ رہے تھے اور افغان فوج ان کے تحت جنگ میں معاونت کر رہی تھی، اس لیے اس عرصے میں افغان فوج کو

اتنا عسکری سامان نہیں دیا گیا۔ لیکن ۲۰۱۵ء سے یہ معاملہ الٹ ہو گیا اور جنگ کی زیادہ تر ذمہ داری افغان فوج پر آ گئی، اور امریکی اور نیٹو افواج کا کردار معاونت کی طرف منتقل ہو گیا۔

اس وجہ سے امریکہ نے جتنا عرصہ ۲۰۱۶ء تک افغان فوج کے حوالے کیا تھا، اس سے کئی گنا زیادہ اسلحہ اس کے بعد کے ان پانچ سالوں میں حوالے کیا۔ اس میں سے بھی تین ارب (3 بلین) ڈالر کا عسکری سامان صرف پچھلے سات ماہ میں امریکہ نے افغان فوج کو فراہم کیا۔ لیکن چونکہ اس کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے، اس لیے ذیل میں تفصیلی طور پر ۲۰۱۶ء تک دیے گئے اسلحے کا ذکر ہے اور اس کے بعد اگلے پانچ سالوں میں عسکری سامان کی فراہمی کے حوالے سے جو کچھ جزوی معلومات حاصل ہو پائیں ان کا ذکر ہے۔

۲۰۱۶ء تک فراہم کیا گیا عسکری سامان

قسم	تعداد
گاڑیاں	75,898
طیارے	208
اسلحہ	599,690
جاسوسی و نگرانی کے آلات اور ڈرون	16,191
بم ڈسپوزل جیمر اور ڈیٹیکٹر آلات	29,681
مواصلاتی آلات	162,643
کل تعداد	**884,311**

گاڑیاں

قسم	تعداد
رینجر اور ڈبل کیبن	42,604
ہمویز	22,174
ٹرک	8,998
خراب اور تباہ شدہ گاڑیاں اٹھانے والی کرینیں	1,005
بارودی سرنگوں اور کمین سے حفاظت والی گاڑیاں	928
بکتر بند	189
کل تعداد	**75,898**

طیارے

قسم	تعداد
ہیلی کاپٹر	110
مال بردار جہاز	60
A-29 جیٹ	20
PC-12 جاسوسی اور نگرانی کا طیارہ	18
کل تعداد	**208**

اسلحہ

قسم	تعداد
رائفلز	358,530
پستول	126,295
مشین گن	64,363
گرنیڈ لانچر	25,327
شاٹ گن	12,692
راکٹ لانچر	9,877
آرٹلری اور مارٹر	2,606
کل تعداد	**599,690**

جاسوسی اور نگرانی کے آلات

قسم	تعداد
نائٹ وژن آلات	16,035
مخابرہ کی جگہ معلوم کرنے کے آلات	120
جی باس سرویلنس ٹاور	22
سکین ایگل ڈرون	8
نگرانی کے غبارے	6
کل تعداد	**16,191**

بم ڈسپوزل، جیمر اور ڈیٹیکٹر آلات

قسم	تعداد
جیمر	13,265
مائن ڈیٹیکٹر	13,367
بم ڈسپوزل روبوٹ	1,093

بم دھماکے سے حفاظت کا لباس	1,101
فوجی گاڑیوں کی مائن سے حفاظت کے لیے مائن رولر	496
ایکس رے نظام	359
کل تعداد	**29,681**

مواصلاتی آلات

قسم	تعداد
سادہ مخابرے (وائرلیس ریڈیو ٹرانسمٹر)	66,439
ہائی فریکونسی بڑے مخابرے	13,464
VHF مخابرے	75,256
UHF مخابرے	2,107
ملٹی بینڈ مخابرے	5,377
کل تعداد	**162,643**

سگار کی وہ رپورٹ جس میں ۲۰۱۶ء کے اختتام سے ۲۰۲۱ء تک افغان فوج کو جو سامان فراہم کیا گیا اس کا مکمل آڈٹ موجود تھا اسے تو غائب کر دیا گیا ہے۔ لیکن سگار کی ویب سائٹ پر ۲۰۱۸ء سے ۲۰۲۱ء تک کہ سہ ماہی جائزے رکھے ہیں جن میں دیگر معلومات کے ساتھ اس عرصے میں افغان فوج کو دیے گے عسکری سامان کی بھی معلومات موجود ہیں۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

یکم اپریل ۲۰۱۸ء سے یکم اگست ۲۰۲۱ء تک فراہم کردہ عسکری سامان

قسم	تعداد
A-29 جیٹ	14
AC-208 لڑاکا طیارہ	7
UH-60 بلیک ہاک ہیلی کاپٹر	80
Mi-17 ہیلی کاپٹر	5
MD-530 گن شپ ہیلی کاپٹر	49
C-130 کار گو طیارہ	1
ہمویز	5,785
رینجر اور ڈبل کیبن گاڑیاں	602
بڑی کرینیں	16
پانی کے ٹینکر	130
تیل کے ٹینکر	151
سامان کے ٹرک	48
سامان کے بڑے ٹریلر	143
خراب گاڑیاں اٹھانے والی کرین	3
امریکی موٹر سائیکل	179
مشین گنز	5,538
رائفلز	6,289
ہیوی مشین گنز	140
مارٹر	56
پستولیں	6,484
راکٹ لانچر	864
گرنیڈ لانچر	1,150
نائٹ وژن	299
ملٹی بینڈ مخابرہ	82
گولے	428,304
گرنیڈ	311,884
گولیاں	94,111,957

سگار کی ایک اور رپورٹ کے مطابق امریکہ نے سکین ایگل ڈرون بنانے والی کمپنی کے ساتھ ۲۰۱۵ء میں افغان فوج کو یہ ڈرون فراہم کرنے کا سات سال کا معاہدہ کیا۔ اس میں ۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۹ء تک جو ڈرون فراہم کیے گئے ان کی تعداد اس آڈٹ رپورٹ میں موجود ہے لیکن اس کے بعد ۲۰۱۹ء سے ۲۰۲۱ء تک کی تعداد کا علم نہیں۔ ان چار سال کی تعداد یہ ہے:

۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۹ء تک فراہم کردہ سکین ایگل ڈرون

سال	تعداد
۲۰۱۶ء	96
۲۰۱۷ء	46
۲۰۱۸ء	55
۲۰۱۹ء	80
کل تعداد	**281**

مذکورہ بالا عسکری سامان میں پینتیس عدد بلیک ہاک ہیلی کاپٹر اور تین عدد A-29 جیٹ طیارے امریکہ نے جولائی کے وسط میں دیے تھے۔ اس کے علاوہ جولائی کے مہینے میں ہی امریکہ نے

افغان فوج کو مزید سکین ایگل ڈرون حوالے کیے جن کی حتمی تعداد کا اندازہ نہیں ہے۔ یہ چیزیں ایک ایسے وقت میں افغان فوج کے حوالے کی جا رہی تھیں جب امارت اسلامیہ کا صوبائی مراکز کو چھوڑ کر افغانستان کے تقریباً تمام ہی اضلاع پر قبضہ ہو چکا تھا اور امریکہ نے اس امید پر کیا کہ فضائی طاقت میں اضافہ کرنے سے شاید افغان فوج امارت اسلامیہ کا مقابلہ کر سکے۔ لیکن اس کا ذرّہ برابر بھی فائدہ نہیں ہوا اور ان چیزوں کو ایک بار بھی افغان فوج استعمال نہیں کر سکی۔

امارت اسلامیہ کے قبضے میں آیا عسکری سامان

سگار کی مئی تا جولائی ۲۰۲۱ء کی آڈٹ رپورٹ اور فلائٹ گلوبل انسائٹ کی ایک رپورٹ کو ملا کر ایک اندازے کے مطابق امارت اسلامیہ کے صوبوں کے مراکز پر قبضہ شروع کرنے سے قبل افغان فضائیہ کے پاس کل طیاروں کی تعداد درج ذیل تھی۔

قسم	تعداد
A-29 جیٹ	26
AC-208 لڑاکا طیارہ	10
C-208 ٹرانسپورٹ طیارہ	24
C-130 ٹرانسپورٹ طیارہ	4
بوئنگ 717 وی آئی پی ٹرانسپورٹ طیارہ	1
PC-12 سرویلنس طیارہ	18
Mi-17 ہیلی کاپٹر (روس)	96
Mi-35 لڑاکا ہیلی کاپٹر (روس)	4
Bell UH-1 ہیلی کاپٹر	10
HAL چیتا ہیلی کاپٹر (انڈیا)	3
MD-530 گن شپ ہیلی کاپٹر	50
UH-60 بلیک ہاک ہیلی کاپٹر	80
CH-47 چینوک ہیلی کاپٹر	5
کل تعداد	331

مذکورہ بالا تفصیل میں وہ طیارے شامل نہیں ہے جو خاص افغان سپیشل فورس کو دیے گئے۔ کیونکہ امریکہ کی طرف سے افغان سپیشل فورس کو جو بھی فنڈنگ یا عسکری سامان فراہم کیا جاتا تھا اسے خفیہ رکھا گیا تھا اور اس کو آڈٹ سے استثناء دی گئی تھی۔ سپیشل فورس کو دیے گئے ان طیاروں میں پانچ عدد چینوک ہیلی کاپٹر بھی شامل ہیں جو امریکیوں کے انخلاء کے بعد کابل ائیر پورٹ پر موجود تھے۔ ان طیاروں کا ذکر اوپر فہرست میں کر دیا گیا ہے۔

امارت اسلامیہ کے کابل پر قبضہ کرنے کے بعد افغان فوج کے افراد چھیالیس کے قریب طیارے لے کر ازبکستان فرار ہو گئے، جبکہ امریکہ نے کابل ائیرپورٹ سے نکلتے وقت ۷۳ طیارے اور ۷۰ گاڑیاں ناکارہ بنا دیں۔ ان طیاروں کو منفی کر دیا جائے تو طالبان کے پاس طیاروں کی کل تعداد اس وقت 212 ہو گی۔ اس کے علاوہ روسی اور انڈین طیاروں کی تعداد فلائٹ گلوبل انسائٹ کی ایک رپورٹ سے لی گئی ہے جو کہ ۲۰۱۸ء کے اختتام کی رپورٹ ہے، اس لیے یہ بات حتمی نہیں کہ بعد کے اڑھائی سال میں کتنے طیارے تباہ ہوئے اور کتنے اب تک کارآمد ہیں۔ اس لیے ان طیاروں کی حتمی تعداد نہیں بتائی جا سکتی۔ لیکن بعض امریکی اداروں کے ہی اندازوں کے مطابق اس وقت امارت اسلامیہ کے پاس موجود طیاروں کی تعداد 121 ہے۔ اور امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک بیان کے مطابق دنیا کے پچاسی فیصد (85%) ممالک میں سے کسی کے پاس اتنے بلیک ہاک ہیلی کاپٹر نہیں ہیں جتنے اب امارت اسلامیہ کے قبضے میں ہیں، وللہ الحمد۔

اس کے علاوہ پچھلے بیس سال میں جو گاڑیاں، اسلحہ اور دیگر عسکری سامان افغان فوج کے حوالے ہوا اس میں سے کتنا تباہ ہوا اور کتنا طالبان کی فتح تک افغان فوج کے پاس سلامت موجود تھا، اس کا کوئی آڈٹ موجود نہیں ہے۔ لیکن اس حوالے سے سگار کی ایک سابقہ رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۶ء تک امریکہ نے افغان فوج کو جو اسلحہ دیا تھا وہ امریکہ کے امارت اسلامیہ سے معاہدے سے قبل تک تینتالیس فیصد (43%) تک طالبان کے قبضے میں جا چکا تھا۔

امریکہ نے افغان فوج کو ۲۰۱۶ء تک پانچ لاکھ ننانوے ہزار چھے سو نوے (599,690) کی تعداد میں اسلحہ دیا تھا اور اس فیصد کے اعتبار سے امریکہ طالبان معاہدے سے پہلے تک دو لاکھ ستاون ہزار آٹھ سو سڑسٹھ (257,867) کی تعداد میں اسلحہ طالبان کے قبضے میں آ چکا تھا۔ چونکہ اسلحہ بہت کم ضائع ہوتا ہے اور فتوحات کے دوران جو غنائم کی تصاویر اور ویڈیوز سامنے آئی ہیں ان کو سامنے رکھا جائے تو بہت محتاط اندازہ بھی لگایا جائے تو افغان فوج کو دیے گئے اسلحے میں سے ۹۰ فیصد اسلحہ طالبان کے قبضے میں آ چکا ہے۔

یہی معاملہ مواصلاتی آلات اور جاسوسی اور سرویلنس کے آلات کا بھی ہے۔ ان میں ۲۰۱۹ء تک افغان فوج کو دو سو نواسی (289) سکین ایگل ڈرون فراہم کیے گئے تھے۔ ان میں ۲۰۱۶ء تک ۸ ڈرون فراہم کیے گئے تھے جبکہ باقی دو سو اکاسی (281) ڈرون اگلے چار سالوں میں فراہم

کیے گئے۔ اس تناسب کو دیکھا جائے تو ۲۰۲۰ء اور ۲۰۲۱ء میں بھی بڑی تعداد فراہم کی گئی ہو گی۔ امکان یہی ہے کہ یہ تباہ کم ہوئے اور اکثریت امارت اسلامیہ کے ہاتھ آگئی ہے۔ اور غنائم کی بعض ویڈیوز سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان سکین ایگل ڈرونز کی ایک بڑی تعداد بالکل نئی اور پیک حالت میں ہی امارت اسلامیہ کے ہاتھ آئی ہے جنہیں استعمال کرنے کا افغان فوج کو موقع نہیں مل سکا۔

ایک معاملہ فوجی گاڑیوں کا بھی ہے۔ پچھلے بیس سالوں میں فوجی گاڑیاں سب سے زیادہ نشانے پر آئی ہیں اس لیے جو فوجی گاڑیاں امریکہ نے افغان فوج کو دی ہیں ان میں سے بڑی تعداد اس جنگ میں تباہ ہوئی ہے۔ لیکن ۲۰۱۶ء سے لے کر ۲۰۲۱ء تک امریکہ نے افغان فوج کو ماضی کی نسبت کہیں زیادہ فوجی گاڑیاں فراہم کی تھیں۔ اور جو غنائم سامنے آئے ہیں ان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں یہ فوجی گاڑیاں امارت اسلامیہ کے قبضے میں آئی ہیں، الحمدللہ۔

اختتامیہ

۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو جب امریکہ نے اس جنگ کا آغاز کیا تب، اگرچہ بش نے کہا تھا کہ یہ ایک طویل مہم ہو گی لیکن اس وقت بھی، نہ تو بش، نہ ہی کوئی بھی امریکی شہری اور نہ امریکہ کے صف میں شامل ہونے والے ۵۰ ممالک کے حکمران اور افواج کبھی خواب میں بھی یہ سوچ سکتے تھے کہ یہ جنگ دہائیوں تک جاری رہے گی۔

اکتوبر ۲۰۰۱ء میں جب امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہونے جا رہا تھا تب اٹھاسی (88) فیصد امریکی اس جنگ کے حامی تھے، جبکہ اگست ۲۰۲۱ء میں اس جنگ کے اختتام پر باسٹھ (62) فیصد امریکیوں کی رائے میں افغانستان کے خلاف یہ جنگ شروع ہی نہیں کی جانی چاہیے تھی۔

امریکہ افغانستان میں تین اہداف لے کر آیا تھا۔ ایک القاعدہ کا خاتمہ، دوسرا امارت اسلامیہ کی شرعی حکومت کا خاتمہ اور تیسرا افغانستان میں ایک امریکہ نواز مستحکم جمہوری اور بے دین حکومت کا قیام۔ لیکن اس بیس سالہ جنگ میں امریکہ ان تینوں اہداف کے حصول میں بری طرح ناکام رہا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ امریکہ نے ۳۵ بلیک ہاک ہیلی کاپٹر، ۳ جیٹ اور کچھ سکین ایگل ڈرون افغان فوج کو ایسے وقت میں دیے جب امارت اسلامیہ افغانستان کے تقریباً تمام ہی اضلاع پر قبضہ حاصل کر چکی تھی۔ ایسے وقت میں، جب امارت اسلامیہ کی فتح یقینی نظر آ رہی تھی، امریکہ کی طرف سے ایسا قیمتی سامان افغان فوج کے حوالے کرنے کی دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یا تو امریکہ اتنا احمق ہے کہ وہ اتنی سادہ سی بات نہیں سمجھ سکا کہ افغان فوج بہت ہی معمولی جنگ کے بعد پسپائی اختیار کر رہی ہے اور ایسی بھاگتی ہوئی فوج کو جتنا مرضی اسلحہ دے دیا جائے وہ اپنے قدم نہیں جما سکتی۔ یا شاید 'ڈوبتے کو تنکے کا سہارا' کے مصداق امریکہ کو یہ امید ہو گی کہ شاید ان کو مزید اسلحہ دینے سے یہ صوبائی مراکز کو بچا سکیں۔ اور ایسا نظر آتا ہے کہ اس پر تو امریکی سو فیصد مطمئن تھے کہ امارت اسلامیہ کابل کو کبھی فتح نہیں کر سکتی۔ لیکن یہ بات ثابت ہو گئی کہ چاہے اسلحے اور عسکری سامان کے پہاڑ بھی جمع کر لیے جائیں، یہ سب چیزیں اللہ کی نصرت کے مقابلے میں سمندر کی جھاگ سے بھی کم حیثیت رکھتی ہیں۔

اتنی طاقت، ٹیکنالوجی اور جدید ترین اسلحہ رکھنے کے ساتھ بیس سال تک کوشش کرنے کے باجود شکست کا سامنا کرنے کی ہزیمت ایک طرف، لیکن اس سے بھی بڑی ہزیمت امریکہ کے لیے یہ ہے کہ اس جنگ کے اختتام پر بھی اس کے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے اور طالبان کابل کے دروازے پر پہنچ گئے اور انہیں جوتیاں چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اتنی بڑی طاقت رکھنے والے، دنیا کو اپنی انگلیوں پر نچانے والے امریکہ کی فوج اور سرکاری ملازمین طالبان کے کابل کے دروازوں پر پہنچنے کی خبر ملتے ہی اندھا دھند کابل ایئر پورٹ کی طرف بھاگے اور پھر اس کے بعد اگلے پندرہ دن تک دنیا کی واحد سپر پاور اور اس کی کٹھ پتلی افغان حکومت کا افغانستان میں اثر و رسوخ صرف کابل ائرپورٹ کی حدود کے اندر تک ہی رہ گیا، جہاں امریکی فوج نے انخلاء کے معاملے میں بد نظمی اور نااہلی دکھا کر امریکہ کے لیے ہزیمت کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ ۳۱ اگست ۲۰۲۱ء کو صرف افغانستان میں امریکی جنگ کا خاتمہ ہی نہیں ہوا بلکہ امریکی حکومت کی بوکھلاہٹ، شکست کا اعتراف، امریکی شہریوں، امریکی دوستوں اور اتحادیوں کی طرف سے امریکہ کی ایسے شرمناک انخلاء پر تنقید اس بات کا بھی اعلان ہے کہ افغانستان میں جنگ کے خاتمے کے ساتھ امریکہ کی عالمی طاقت ہونے کا دور بھی ختم ہو گیا۔ اس تحریر کا اختتام رینڈ کارپوریشن کی ایک حالیہ رپورٹ 'افغانستان سے حاصل شدہ اسباق' کے اختتامی کلمات سے کرتے ہیں:

> ''بلاشبہ اس بیس سالہ قطعی شکست کے اسباق کے بارے میں آنے والے عشروں تک بحث ہوتی رہے گی۔ لیکن افغانستان میں مستقبل میں کسی ممکنہ مداخلت کے حوالے سے جو اوّلین اور اہم ترین سبق حاصل ہوتا ہے وہ شاید بہت سادہ سا ہے، جسے برطانویوں کے، روسیوں کے اور بہت سے دیگر تجربات سے سیکھا جا سکتا تھا۔ اور وہ ہے 'مت کرو'۔''

افغان جنگ میں امریکی خسارے

کل امریکی فوجی تعیناتی
980,000
9 لاکھ 80 ہزار فوجی

جنگ کا کل دورانیہ
7,262 دن
19 سال 10 ماہ 23 دن

جانی خسارہ

36,542
کل امریکی ہلاکتیں

2,461 امریکی فوجی
دورانِ جنگ ہلاک

3,904 عسکری کنٹریکٹر
کاروائیوں میں ہلاک

30,177 امریکی فوجی
خودکشی سے ہلاک

172,646
معذور امریکی فوجی

20,746 امریکی فوجی
جسمانی معذور

151,900 امریکی فوجی
دماغی معذور (PTSD)

مالی خسارہ

کل لاگت
2.313 ٹرلین ڈالر
(20 کھرب 31 ارب 30 کروڑ)

اوسط یومیہ لاگت
300 ملین ڈالر
(30 کروڑ ڈالر روزانہ)

824.9 بلین ڈالر
جنگی اخراجات

532 بلین ڈالر
قرضوں پر ادا کردہ سود

233 بلین ڈالر
سابقہ فوجیوں کا علاج معالجہ

131.3 بلین ڈالر
تعمیرِ نو کے منصوبہ جات

85 بلین ڈالر
افغان فوج کی تربیت اور عسکری سامان

36 بلین ڈالر
حکومتی اخراجات اور ترقیاتی منصوبے

14.25 بلین ڈالر
افغان فوج کی تنخواہیں

2.455 بلین ڈالر
مرنے والے فوجیوں کے لواحقین کو

افغان جنگ میں امریکی خسارے

صوبائی مراکز کی فتح سے قبل افغان فوج کے پاس موجود ڈرونز، طیارے اور ہیلی کاپٹر

سکین ایگل ڈرونز	289
Mi-17	96
UH-60 بلیک ہاک	80
MD-530	50
A-29 جیٹ	26
C-208 ٹرانسپورٹ طیارہ	24
PC-12 سرویلنس طیارہ	18
AC-208 لڑاکا طیارہ	10
Bell UH-1	10
CH-47 چینوک	5
HIND Mi-35	4
C-130 ٹرانسپورٹ	4
HAL چیتا	3
Boeing 747 وی آئی پی	1

افغان فوج کو امریکہ کی طرف سے دی گئی گاڑیاں اور اسلحہ جو یا تباہ ہوا یا امارت اسلامیہ کے قبضے میں آیا

رینجر و ڈبل کیبن	43,206
ہمویز	27,959
ٹرک، ٹرالر و ٹینکر	9,470
کرینیں اور ریکوری گاڑیاں	1,024
مائن پروف گاڑیاں	928
بکتر بند	189
رائفلز	364,819
پسٹلز	132,779
مشین گنز	69,901
گرنیڈ لانچرز	26,477
شاٹ گنز	12,692
راکٹ لانچرز	10,741
آرٹلری اور مارٹر	2,662
ہیوی مشین گنز	140

فتح مبین اور ہماری ذمہ داری

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمن المرابط

ایک وقت وہ تھا کہ طالبان کے خلاف کفار کا لشکر میدان میں اتر آیا۔ بظاہر لگ رہا تھا اور کفار کا دعویٰ بھی تھا کہ اب اس نظام کا خاتمہ ہو گیا ہے اور نیا دور شروع ہوا ہے۔ کفار کا یہ دور صرف خونریز ہی نہ تھا بلکہ دجل، جھوٹ، رشوت اور بے حیائی سے بھرپور دور بھی تھا۔ شیطان کے لشکر نے ہر حربہ استعمال کیا کہ کلمہ توحید کو مٹایا جائے لیکن انہیں کیا علم کہ اس کلمے کو مٹایا نہیں جا سکتا۔

امارتِ اسلامی اور افغان قوم نے اس کلمے کی خاطر بیش بہا قربانیاں دیں اور امتِ مسلمہ کے صالح، باشعور اور باہمت افراد نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس سرزمین کو بے شمار مسلم اقوام کے جوانوں کے خون نے سیراب کیا، کیا عرب اور کیا عجم۔ ان قربانیوں کی بدولت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب کی اور پوری امتِ مسلمہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

چنانچہ امارتِ اسلامی کی فتح تمام مسلمانوں کی فتح ہے۔ امارتِ اسلامی شہدائے افغانستان کی امانت ہے۔ اس امانت کی حفاظت صرف مسلمانانِ افغانستان پر نہیں بلکہ پوری امت کے مسلمانوں پر فرض ہے۔ ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ وہ کیسے اتنی عظیم قربانیوں اور جہاد کے ثمرات کو ضائع ہونے سے بچا سکتا ہے۔ آیئے سوچیں کہ یہ فتح ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد کرتی ہے۔

امارت کا دفاع

سب سے پہلی ذمہ داری امارت کا دفاع ہے۔ یہاں زمینی دفاع کی بات نہیں کر رہا... اگرچہ اس کے لیے بھی تیاری ہونی چاہیے، لیکن بحمد اللہ امارت اسلامی نے جب زمین پر دنیا کی عظیم ترین طاقت کو ہرا دیا تو ان شاء اللہ دوسروں کے خلاف بھی لڑ سکتی ہے، یہاں تک کہ پنجشیر کے داخلی فتنے کو بھی مہینے کے اندر اندر ختم کر دیا... میری مراد فکری اور اعلامی دفاع ہے۔ کیونکہ معرکۂ حق و باطل کے درمیان ایک مرحلہ اگر ختم ہوا ہے تو اگلا شروع ہو گیا ہے، لیکن معرکہ ختم نہیں ہوا۔ کفارِ عالم یہود و نصاریٰ اس وقت تک ہم سے راضی نہیں رہ سکتے جب تک ہم ان کی (ملت) کا اتباع نہ کریں۔ اگر ان کی افواج نے افغانستان کی سرزمین چھوڑ دی ہے لیکن وہ افغانستان پر اپنی افکار ویسے ہی مسلط کرنا چاہتے ہیں جیسے دیگر اسلامی ممالک میں مسلط ہیں۔ ان کی بھرپور کوشش ہے کہ خالص اسلامی شریعت کے نفاذ میں ہر طرح کی رکاوٹ ڈالیں۔ اس لیے جب تک عالمی کفر کا زور عالمی سطح پر نہیں ٹوٹتا، اس وقت تک یہ جنگ جاری رہے گی۔

عالمِ کفر نے... جس کا دورِ جدید میں دنیا پر غلبہ ہے... کسی بھی حکومت کی بقا کے لیے اسے اقوامِ متحدہ کی طرف سے تسلیم کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ جب کفر نے دیکھا کہ فوجی طاقت کے ذریعے امارتِ اسلامی کو نہیں ہرا سکے تو اب ان حربوں کے ذریعے قابو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حال ہی میں اقوامِ متحدہ کی جانب سے امارتِ اسلامی کو تسلیم کرنے کے لیے چند شرائط عائد کی گئی ہیں جن میں اہم یہ ہیں کہ افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت تشکیل دی جائے، انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے خصوصاً حقوقِ نسواں کو اور افغانستان کی زمین دیگر ممالک کے خلاف استعمال نہ ہو۔

اگرچہ یہ شرائط امارتِ اسلامی بھی تسلیم کرتی ہے، لیکن ہر ایک کی تشریح مختلف ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال گزشتہ دنوں کابل میں حقوقِ نسواں کی خواتین ریلی تھی جسے امارت نے بزور روکا۔ اس واقعہ کو عالم کفر بہانہ بنا کر الزام لگا رہا ہے کہ امارتِ اسلامی خواتین کے حقوق کا تحفظ نہیں کرتی۔ حالانکہ امارتِ اسلامی کا عرصے سے یہ اصولی موقف ہے کہ ہاں، ہم حقوق دیں گے بلکہ دے رہے ہیں، لیکن اسلامی شریعت کے دائرے میں اور عملاً بھی اس کے لیے اقدامات اٹھائے ہیں۔ گویا عالمِ کفر حقوق کی اپنی تشریح کرتا ہے اور اسے دیگر پر بزور مسلط کرنا چاہتا ہے۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ اس قسم کے زہر اگلنے میں ماہر ہیں۔ امارت کے اچھے اقدامات کو بھی منفی طور پہ پیش کرتے ہیں۔ اس لیے امتِ مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ اس حوالے سے امارت کا دفاع کرے۔ کیسے؟

امارت شرعی امارت ہے

پہلا قدم یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں یہ طے کر لیں کہ آیا امارتِ اسلامی برحق ہے یا نہیں؟ آیا یہ شریعت کے مطابق 'اسلامی حکومت' ہے یا نہیں؟ میرا ان لوگوں سے نہیں خطاب جو امارتِ اسلامی کے مخالفین ہیں۔ میرا خطاب تو امتِ مسلمہ کے دیندار اور دین سے محبت رکھنے والے

طبقہ سے ہے جو امت کی بھاری اکثریت ہے، جس کی آرزو ہے کہ شریعت غالب آئے، جو یہ سمجھتا ہے کہ عمومی طور پہ طالبان نیک اور صالح ہیں، لیکن یہ طبقہ کفار کے زہر آلودہ پراپیگنڈہ سے پریشان ہو جاتا ہے۔ درحقیقت یہ سوال شیطان کا وسوسہ ہے جسے شیطان کے انسانی چیلے اتنے زور و شور سے پھیلاتے ہیں کہ عام مسلمان تو درکنار اچھے خاصے سمجھ دار لوگ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف تقریباً ایک صدی کے بعد دوبارہ کسی خطے پر اسلامی شریعت کا بول بالا ہو رہا ہے۔ اس لیے نت نئے مسائل ابھرنا ایک قدرتی امر ہے جن کے شریعت کے دائرہ میں حل کے لیے تیزی اور سختی کے بجائے سوچ بچار سے حل نکالنے کی ضرورت ہے۔

لیکن جن کے دلوں میں شک ہے انھیں سوچنا چاہیے کہ آیا امارتِ اسلامی کی شریعت کی خاطر قربانیوں سے بھری 20 سالہ تاریخ اس پر شاہد نہیں کہ امارت شریعت کے خلاف کوئی اقدام نہیں اٹھاتی؟! آیا فتح کے بعد ان کے قول و عمل سے اسی مقصد کے حصول کی کوشش جاری نہیں؟! عالی مقام امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ نے ماہ صفر کے اوائل میں امارتِ اسلامی کی عارضی حکومت کے قیام کے دن اعلان کیا کہ امارت کے دو بڑے اہداف تھے؛ اول غاصب حملہ آوروں کو نکال کر ملک آزاد کرنا، دوم شریعت کا نفاذ۔ اب جبکہ پہلا ہدف حاصل ہو گیا تو دوسرے پر توجہ دینی ہے۔ اسی لیے اس بیان میں انھوں نے تمام اداروں پر زور دیا ہے کہ وہ شریعت کے نفاذ کے لیے کام کریں۔

یہ سمجھنے کی بات ہے کہ شریعت کا نفاذ ہمیشہ تدریجاً ہوتا ہے، خصوصاً جب مسائل گھمبیر ہوں۔ شریعت کے نفاذ کے عزم میں کوئی کمی نہیں، لیکن عمل میں تدریج حکمت کا تقاضہ ہے۔ مزید یہ کہ شریعت میں جتنی چھوٹ مل سکتی ہے اتنی دینی چاہیے کیونکہ امت اپنی غفلت سے بیدار ہو رہی ہے لیکن مکمل بیدار نہیں ہوئی۔ کوئی بھی انسان یا حکومت غلطی سے مبرا نہیں ہو سکتی، لیکن قصداً خطا کا مرتکب ہونا یا سمجھنے کے بعد اصرار کرنا غلط ہے۔ ایسا رویہ ابھی تک دیکھنے کو نہیں ملا۔ اندرونی اصلاحِ احوال کی تو ہر جماعت اور حکومت میں گنجائش رہتی ہے۔

یہاں تفصیل اور دلائل کا مقام نہیں۔ بس ایک بنیادی نکتہ سمجھنے کا ہے کہ جب تک امتِ مسلمہ کو یہ یقین نہ ہو کہ امارت ان کی امارت ہے اور وہ واقعی شریعت کی پاسداری کرے گی، اس وقت تک وہ اس کی وکالت نہیں کر سکے گی اور شکوک و شبہات میں پڑ کر امارت کی حمایت کم ہو جائے گی۔ اس طرح امتِ مسلمہ میں تقریباً ایک صدی کے بعد دوبارہ شریعت کے احیاء کے 'بہترین' منصوبہ کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ طالبان کے سابقہ دور میں بہت سے لوگ انھی شکوک کا شکار ہونے کی وجہ سے امارت کی وہ حمایت نہ کر سکے جو کہ مطلوب تھی۔ اس لیے جب تک امارت اپنے دعوی پر قائم ہے کہ وہ شریعت نافذ کرے گی اور اس کے لیے عملی اقدامات حتی الوسع اٹھا رہی ہے... جس پر ان کی تاریخ کی گزشتہ تین صدیاں گواہ ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا... تو یہ قطعاً مناسب نہیں کہ زمینی حقیقت کو چھوڑ مفروضوں پر رائے قائم کی جائے۔

امارت سیاست دنیویہ کی بھی ماہر ہے

ہم امارت کا اس وقت کما حقہ دفاع نہیں کر سکتے جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہو کہ امارت واقعتاً شریعت سے منحرف نہیں ہو گی، اسی طرح یہ یقین بھی ہونا چاہیے کہ امارت دنیوی اعتبار سے حکومت چلانے کی اہل ہے۔ اسلام میں حکومت کا مقصد ہی سیاسۃ البلاد والعباد ہے، البتہ شریعت کے مطابق۔ اور زمین پر شریعت کے نفاذ کا مطلب ہی یہ ہے کہ دنیوی نظام کو شریعت کے مطابق چلایا جائے، ورنہ شریعت کس پر نافذ ہوتی ہے۔ نیز شریعت نظامِ زندگی پر نافذ ہونے کے لیے آئی ہے تو اس کا احاطہ داخلی و خارجی سیاست، اقتصاد، تعلیم، صحت سمیت زندگی کے تمام پہلوؤں پر ہو گا۔

اس حوالے سے ہمیں یقین ہونا چاہیے کہ امارت ان تمام پہلوؤں میں ترقی چاہتی ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ شریعت کا ان پہلوؤں پر نفاذ ہو لیکن ترقی نہ ہو۔ اس کا تو یہ مطلب ہو گا کہ لادین سیکولر افراد کا موقف درست ہے، جو کہتے ہیں کہ شریعت کے تحت ترقی نہیں ہو سکتی۔ جسے امتِ مسلمہ بالعموم مسترد کرتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ طالبان کے سابقہ دور میں یہ الزام بہت عام تھا کہ 'بھئی طالبان تو اچھے ہیں، لیکن ان کے پاس کوئی نظام نہیں، انہیں حکومت چلانی نہیں آتی' وغیرہ وغیرہ۔ اول تو اس میں بھی عالمی ذرائع ابلاغ کے زہر آلود پراپیگنڈہ کا بہت عمل دخل ہے، اور دوم یہ کہ عالمی کفر نے اس وقت بھی ترقی کے سامنے رکاوٹیں ڈالی تھیں اور اب بھی ڈال رہی ہے۔ نظام چلانے کی صلاحیت نہ ہونا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ بیرونی طاقتیں نظام چلانے ہی نہیں دیتیں۔ ایک چھوٹی سی مثال امریکی فوج کا کابل سے نکلتے نکلتے کابل ایئرپورٹ کو برے طریقے سے تباہ کرنا ہے، جس کا کوئی عسکری یا سیاسی جواز نہیں۔ الٹا امریکہ یہی الزام گزشتہ چند ماہ میں امارتِ اسلامی پر لگاتے رہے ہیں کہ وہ ملکی تعمیرات کو بے جا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اب تو دنیا شاہد ہے کہ امارتِ اسلامی نے کیسی کامیابی سے جنگ جیتی۔ اتنی بڑی جنگ عوامی حمایت کے حصول کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا ان 20 سالوں میں جہاں امارتِ اسلامی نے کفار ومنافقین کے ساتھ جنگ کی، وہیں اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں عوام کی سہولیات کا بھی بھرپور خیال رکھا۔ جو امارت جنگی حالات میں اپنی دنیوی سیاست سے عوام کی حمایت حاصل کر سکی ہے تو وہ امن کی حالت میں ایسا کیوں نہیں کر سکتی۔ ہمیں معلوم ہے کہ امارت نے جنگی حالات میں ہی... جب کہ مکمل اقتدار ان کے ہاتھ میں نہ تھا... سڑکیں بنوائیں، زمینیں آباد کروائیں، صحت اور تعلیم میں ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائیں۔

پھر امارت کے حالیہ بیانات و اقدامات دیکھیے۔ اقتصادی، تعلیمی، طبی اور دیگر سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے حکومت کے اعلان سے پہلے ہی کوششیں شروع ہو گئی تھیں۔ امارتِ اسلامی بخوبی جانتی ہے کہ جتنی وہ سیاست دنیویہ میں کامیاب ہو گی، اتنی ہی اسے مقبولیت حاصل ہو گی، اور جتنی مقامی مقبولیت حاصل ہو گی اتنا ہی عالمی دباؤ کا مقابلہ کر سکے گی، اور ثابت کر سکے گی کہ شریعت کے سائے تلے بھی زندگی آرام اور اطمینان کے ساتھ گزر سکتی ہے۔ یہ تو عالمی کفر ہے کہ شریعت کے زیرِ سایہ ترقی کے راستے روکتا ہے، کیونکہ وہ ڈرتا ہے کہ اگر شریعت کے تحت ترقی کی ایک مثال بھی کامیاب ہو گئی تو ان کے کفریہ نظریات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ در حقیقت شریعت ہی انسان کی بقا اور فلاح کی ضامن ہے۔

ابھی تک ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اول تو معرکہ حق و باطل ختم نہیں ہوا۔ اس لیے جیسے گزشتہ عرصے میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کو امتِ مسلمہ کے اہلِ خیر کے مال و جان کی ضرورت تھی۔ اس طرح اب بھی ہے۔ اگر پہلے خون بہانے کی زیادہ ضرورت تھی، تو اب پیسہ اور پسینہ بہانے کی ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ کہ امارت شرعاً بھی برحق ہے اور سیاستاً بھی اس قابل ہے کہ نظامِ حکومت سنبھالے۔

اس لیے پہلی ذمہ داری ہماری یہ بنتی ہے کہ ہم خود یقین کر لیں کہ یہی صحیح نظامِ حکومت ہے جس کی تائید کرنا ہم پر فرض ہے۔ یہ ہماری اپنی امارت ہے۔ اس کے خلاف پراپیگنڈوں کا جواب ہم نے خود دینا ہے۔ یہ ہماری عزت ہے۔ جو بھی ہماری عزت خراب کرنے کی کوشش کرے گا اسے ہم دوبدو جواب دیں گے، تاکہ دشمن جو زہر اگل رہے ہیں... جسے منافقین سمیت ہمارے سادہ لوح عوام بھی دہرا جاتے ہیں... اس کا توڑ ممکن ہو سکے۔

اقتصادی مدد

جب ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ امارت شرعاً اور سیاستاً اہلِ حکومت ہے تو اس یقین کے بعد دوسری اہم ضرورت یہ ہے کہ اقتصادی طور پہ امارت کو مضبوط کیا جائے۔ صدقات، خیرات، زکاۃ کے ذریعے بھی، اور اس سے بڑھ کر تجارتی صنعتی ترقی میں حصہ لے کر بھی۔ جس ملک کے خلاف عالمی کفر عسکری کارروائی نہیں کر سکتا، اس کے خلاف اس کا مضبوط ترین حربہ 'اقتصادی پابندیاں' لگانا اور معیشت کو کمزور کرنا ہے، تاکہ عوام بددل ہو جائیں اور حکومت کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اقتصادی پابندیاں لگانے میں کفر کے علمبردار امریکہ کا گزشتہ دہائیوں میں انتہائی ظالمانہ کردار رہا ہے۔ چاہے وہ امارتِ اسلامی کا سابقہ دور ہو یا پہلی خلیج جنگ کے بعد عراق پر پابندیاں ہوں۔ امریکہ کی ان اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے کتنے بوڑھوں، خواتین اور بچوں سمیت عوام کو تا مرگ بھوک اور امراض کا سامنا کرنا پڑا اور وہ لقمۂ اجل بن گئے۔

انھی اقتصادی پابندیوں کے دوران اقوام متحدہ اور دیگر عالمی ادارے... اپنے اپنے عزائم لے کر... مشروط مدد پیش کرنے کے لیے میدان میں اتر آتے ہیں۔ چنانچہ اب بھی متعدد عالمی ادارے یہ کہہ رہے ہیں کہ امارت یہ شرائط پوری کرے تو امداد دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس مدد سے اگر عوام کی کچھ تکلیف وقتی طور پہ دور ہو بھی جائے لیکن دنیا کے سامنے ایسا منظر پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ امارت ناکام رہی، اس لیے بالآخر ان اداروں کو آگے آنا پڑا۔ اور نتیجے میں اسلام کے بجائے کفر کا نام اونچا ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے کے لیے ضروری ہے کہ کفریہ ممالک اور اداروں کے بجائے امتِ مسلمہ کے اہلِ خیر افراد اور ادارے اس موقعہ پر آگے بڑھ بڑھ کر اقتصاد کو مضبوط کریں۔ ابھی امارتِ اسلامی کے ابتدائی دن ہیں۔ اگر ابھی امارتِ اسلامی کو مضبوط کر دیا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے تو ان شاءاللہ آئندہ دنوں میں مزید بہتری آئے گی۔

حرفت وصنعت کی مدد

تیسری اہم ضرورت تعلیم، صحت، اور تعمیر و ترقی سمیت زندگی کے مختلف شعبوں کے اہلِ ہنر اور اہلِ فن حضرات کی خدمات ہیں۔ اس کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ امت مسلمہ میں سے جو بھی شریعت کے سائے تلے زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ امت کی ترقی اور مستقبل میں اپنا حصہ ڈالنا چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ افغانستان آ کر اپنی خدمات پیش کرے۔

چاہے یہاں ان خدمات کے بدلے سہولیات نسبتاً کم ہوں، لیکن امت کی کھوئی ہوئی عزت حاصل کرنے کے لیے یہ کوئی برا سودا نہیں۔

ان اہلِ حرفت وصنعت میں سے ایک خاص قسم کی افرادی قوت کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ ہم نے اسلامی ممالک میں دیکھا ہے کہ کیسے امتِ مسلمہ کے ہنر مند دین دار افراد اپنے پیشوں میں اسلامی شریعت کی پاسداری کے لیے کوششیں کرتے رہے ہیں جس کے لیے انھوں نے بے شمار تجربے بھی کیے۔ مثال کے طور پہ مسلمان ڈاکٹر کے سامنے یہ سوال ضرور آتا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے مسئلہ میں وہ کیا رویہ اپنائے، کتنا حلال ہے کتنا حرام؟ خاندانی منصوبہ بندی کی تائید میں جو اعداد و شمار پیش کیے جاتے ہیں، ان میں کتنی حقیقت ہے۔ اس حوالے سے بے شمار مسلمان ڈاکٹروں کے اپنے تجارب اور تجاویز ہوں گی۔ اسلامی امارت کے سائے تلے جب حکومت خود شریعت کے نفاذ میں مخلص ہو تو ان تجارب اور تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح تعلیم کا معاملہ ہے۔ دیگر اسلامی ممالک کی طرح افغانستان کی سابقہ حکومت کے تحت تعلیم کے نظام اور نصاب میں متعدد شرعی، اخلاقی اور فکری قباحتیں تھیں۔ جبکہ بے شمار اسلامی ماہرینِ تعلیم نے اپنے اپنے خطوں میں نظام بھی تجویز کیے، تجربے بھی کیے اور نصاب بھی تشکیل دیے ہیں۔ اب جب کہ امارتِ اسلامی خود اس کے لیے تیار ہے… جیسا کہ اعلیٰ تعلیم کے وزیر مولانا عبد الباقی حقانی صاحب نے فرمایا کہ ہم قوم کے تمام افراد کو علوم سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن شریعت کے دائرے میں… تو امتِ مسلمہ کے تعلیم سے وابستہ افراد کو یہاں آ کر اپنی خدمات پیش کرنی ہوں گی۔

گویا عموماً بھی اہلِ حرفت وصنعت کی ضرورت ہے، لیکن خصوصاً ایسے افراد کی جو اپنے پیشوں کے تمام زاویوں کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کا تجربہ رکھتے ہیں، یا تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔

امارتِ اسلامی امتِ مسلمہ کے لیے ایک انعام ہے جس کے حصول کے لیے بیش بہا قربانیاں دی گئی ہیں۔ امتوں کی تاریخ میں ایسے موقعے بار بار نہیں آتے۔ امت کی تاریخ میں خلافت کے سقوط کے بعد سے تقریباً ایک صدی کے دوران یہ دوسرا 'نایاب' موقع ہے۔ چنانچہ اس انعام کی حفاظت پوری امت پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کامیابی کی بدولت امت کے دیگر ممالک کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرے کہ وہ مجاہدین… امارتِ اسلامی کے نقشِ قدم پر چل کر… خالص اسلامی نظام نافذ کر سکیں اور امت خلافت علیٰ منہاج النبوت کی طرف آگے بڑھ سکے۔ آمین۔

فتح کابل کے بعد امارت اسلامی کی طرف سے ٹی وی اعلان

بسم اللہ الرحمان الرحیم

افغانستان کی حُب دین سے سرشار ہماری قوم اور کابل کی قابل احترام ہماری عوام کہ جس نے بہت تکالیف اٹھائی ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سب سے پہلے آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ الحمد للہ اسلامی افغانستان نے غاصبین سے آزادی حاصل کی اور مکمل طور پر اب خود مختار بن گیا۔ اس تاریخی فتح پر ایک دفعہ پھر آپ کو مبارک باد کہتا ہوں۔ للہ الحمد، اللہ کے لیے تعریفیں ہیں کہ کابل سمیت پورے افغانستان کا کنٹرول امارت اسلامی نے سنبھال لیا اور یہ سارا عمل اس قدر امن کے ساتھ ہوا کہ کسی کے جسم پر خراش تک بھی نہیں آئی، یہ انتہائی شکر کا مقام ہے، ہم اللہ ہی کا شکر ادا کرتے ہیں، الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

قابل قدر بھائیو اور بہنو!

امارت اسلامی کی مسلح قوتیں آپ کے تحفظ اور امن کے لیے یہاں آئی ہیں، ان کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ آپ کی جان، عزت وناموس اور مال کو محفوظ کریں اور آپ بغیر کسی خوف وڈر کے اپنی معمول کی زندگی بسر کریں۔ امارت اسلامی نے اپنے سرفروش مجاہدین کابل کے ہر حصہ اور ہر سیکٹر میں تعینات کیے ہیں اور اب ہر جگہ انہوں نے سیکورٹی سنبھال لی ہے۔ آپ اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں۔ آپ کے جان ومال محفوظ ہیں، اگر کہیں کوئی چور ڈاکو کسی قسم کا انتشار پیدا کرنا چاہے تو قریبی پوسٹ یا سیکٹر کے مجاہدین کو اطلاع دیجیے، انشاء اللہ مجرمین گرفتار ہوں گے اور شرعی سزا پائیں گے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسلامی امارت نے سب کے لیے عام معافی کا اعلان کیا ہے۔ حکومتی ملازمین جو کسی بھی شعبے میں بھی کام کر رہے ہوں، اطمینان کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں اور بغیر کسی خوف و ڈر کے اپنے امور آگے بڑھائیں۔ یہ ملک آپ اور ہم سب کا مشترک ملک ہے اور سب انشاء اللہ اکھٹے اس کی تعمیر کریں گے۔ ایک آزاد، خود مختار اور ترقی یافتہ اسلامی افغانستان کی امید کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیشہ سرخرو اور کامیاب رہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!

ابو عمر عبد الرحمن

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

امارت اسلامی کی فتح کے بعد میڈیا میں اسلام اور شریعت مطہرہ کی حقیقی ترجمانی بھی اب ملنے لگی ہے اور پہلے کی طرح نہیں کہ لادین میڈیا کے سامنے اسلام پسند طبقات بنیادی اسلامی اصولوں کے متعلق بھی انتہائی معذرت خواہاں رہتے تھے اور ان کے تبصروں سے لوگوں کو اسلام وجاہلیت کے درمیان فرق کم ہی نظر آتا تھا۔ زیر نظر تحریر میں امارت اسلامی کے ترجمانوں کے سامنے لبرل میڈیا کے صحافیوں نے کچھ سوالات کیے، ان کے جوابات ملاحظہ ہوں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ ان جوابات میں اسلام کی عظمت ہے، اتباع شریعت پر فخر ہے اور یہ انداز بتارہاہے کہ اسلام کے مقابل سب جدید و قدیم معیارات جاہلیت اور ذلالت پر مبنی ہیں۔ نیز یہ اہم پہلو بھی ملاحظہ ہو کہ دعوت وجہاد کے ذریعہ اسلام غالب ہو تو وہاں مد نظر اتباع شریعت ہوتا ہے، ترجمان اور قائدین سب شریعت کی ترجمانی کرتے ہیں، جبکہ 'جمہوری جدوجہد' ہر لفظ میڈیا، غالب طبقات اور عوام کی خوشی ناخوشی کو دیکھ کر زبان سے نکالا جاتا ہے۔

•••••

وائس آف امریکہ پر ایک مذاکرہ میں محترم ذبیح اللہ مجاہد کی گفتگو

صحافی: مجاہد صاحب (کابل میں بعض احتجاج کرنے والی)خواتین کو آپ کی (حکومت کے حوالے سے)بہت تشویش ہے، آپ کیا کہتے ہیں؟

ذبیح اللہ مجاہد: ان خواتین کی خدمت میں ہم یہی کہیں گے کہ حوصلے سے کام لیں، انتظار کریں، حکومت کا اعلان ہو گا، نظام قائم ہو جائے گا تو جلد دائرہ شریعت کے اندر حکومت میں خواتین کا دائرہ عمل مقرر ہو جائے گا اور ان کے ایسے کام کے لیے ماحول بھی بنایا جائے گا جس کی شریعت اجازت دیتی ہو، لہٰذا اس متعلق تشویش وقت سے پہلے ہے اور ابھی سے احتجاج کرنا اور تنقید کرنا اچھا نہیں ہے۔ نظام بن جائے تو پھر جو بھی تشویش ہو گی، اس کو سنا جائے گا، دور کیا جائے گا، اگر کوئی غلط تنقید کرے گا تو اس کو جواب اور دلیل بھی بتایا جائے گا، لیکن ابھی اس وقت بے جا مخالفت اور احتجاج سے اجتناب کیا جائے، انتشار اور بدامنی پیدا کرنا کسی کے مفاد میں نہیں۔ امن و امان کی صورت حال الحمدللہ اچھی ہو گئی ہے اور مزید بہتری آرہی ہے، یہی سب سے اہم بات ہے اور باقی حقوق کا مسئلہ تو شریعت کے اندر سب کے حقوق واضح ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اسلامی حکومت بنے گی، اسلام میں خواتین کے لیے جو حقوق موجود ہیں، یہ اسلامی نظام انہیں دے گا اور اسی کے لیے ہی یہ حکومت بن رہی ہے۔ ہاں خواتین کو بھی چاہیے کہ ہم سے اپنے اسلامی حقوق مانگیں، وہ حقوق جو اللہ جل جلالہٗ نے انہیں دیئے ہیں اور شریعت میں جن کا جواز ہو۔

صحافی: خواتین کہتی ہیں کہ ان کی شرائط سخت ہیں، طالبان کام اور تعلیم کی اجازت نہیں دیتے ہیں اور اگر دیتے بھی ہیں تو سخت شرائط کے ساتھ۔ اگر یہ (جرمنی سے ٹیلی فون پر موجود افغانی خاتون) جرمنی سے آجائیں تو کیا انہیں کام کا موقع دے دیں گے؟

ذبیح اللہ مجاہد: میں نے پہلے بھی عرض کیا، کہ ہم اسلامی شرائط کے مکلف ہیں، ہم خود بھی دائرہ شریعت میں زندگی گزارتے ہیں، یہاں اس معاشرے نے اسلامی احکام کی تطبیق کے لیے بہت زیادہ قربانیاں دی ہیں، یہاں مرد وخواتین سب ہمارے نزدیک اہم ہیں، یہ سب مسلمان ہیں، اپنے آپ کو اسلامی شرائط کے پابند سمجھتے ہیں اور اسلامی احکام کو اپنے لیے سخت نہیں کہتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو دائرہ شریعت کے اندر جو حقوق دیئے وہ انشاء اللہ ہم دیں گے، ہمارے ہاں نظام میں اب بھی خواتین کے کام کے لیے خصوصی شعبے ہیں، وہ حجاب میں آتی ہیں اور اپنا کام کرتی ہیں اور مزید بھی سہولیات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، تعلیم و تربیت کے میدان میں خواتین اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ یہاں ایسی کوئی شرط نہیں ہے جو سخت ہو۔ البتہ اس کا سب کو اعتراف کرنا چاہیے کہ افغانی قوم نے شرعی احکام کی خاطر بہت قربانیاں دی ہیں، لہٰذا مرد وخواتین دونوں کو چاہیے کہ ان قربانیوں کی قدر کریں اور شرعی احکامات کے نفاذ میں تعاون کریں۔

صحافی: یہ سب کچھ اپنی جگہ درست ہے لیکن بعض لوگوں کو تشویش ہے کہ ہو سکتا ہے، آپ حضرات کی اپنی برداشت کم ہو، مثلاً سعودیہ اور ملائیشیا جیسے اسلامی ممالک بھی ہیں، وہاں عورتیں پولیس میں بھی ہیں اور عورت ہو کر بھی وہ پولیس میں کردار ادا کرتی ہیں، مثلاً کل

خواتین کے احتجاج میں اگر آپ کے پاس پولیس عورتیں ہوتیں تو وہ اچھے انداز میں احتجاج کو قابو کرتیں۔

ذبیح اللہ مجاہد: دیکھئے پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلامی احکامات کو آج اس دور میں کوئی تعبیر نہیں کر سکتا کہ وہ خود اجتہاد کر کے اپنی مرضی کی تعبیر کرے۔ ہم فقہ حنفی کے تابع ہیں اور اس فقہ میں سب کچھ واضح ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے مجتہد امام تھے، ان کے فقہ میں تمام امور کا حل معلوم ہے، ہم اپنا کوئی اجتہاد نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی پہلے سے معلوم مسائل میں کسی اور کی طرف اجتہاد کے لیے دیکھتے ہیں، ان معاملات میں اجتہاد کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور ہم اسی فقہ کے مطابق اپنا نظام بنائیں گے۔

*****

جیو ٹی وی پر سلیم صافی کے ساتھ محترم ذبیح اللہ مجاہد کا انٹرویو

سلیم صافی: آپ جانتے ہیں کہ افغانستان کے لوگ فنون لطیفہ کے بڑے شوقین ہیں، گزشتہ بیس سال میں وہاں کنسرٹ بھی ہوتے رہے، میوزیکل سکول بھی وہاں کھلے۔ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے بھی مسلسل میوزک چلتا رہا۔ تو خبر کی حد تک تو آپ لوگوں نے میڈیا کو آزادی دی ہے لیکن کیا میوزک پر آپ کی سابقہ حکومت کی طرح پابندی ہو گی یا اس دفعہ میوزک کی اجازت دیں گے؟

ذبیح اللہ مجاہد: صافی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ اسلامی نظام کی حاکمیت کے لیے ہم نے کافی قربانیاں دی ہیں اور بیس سال جو ہمارے لوگوں نے اپنے ساتھ بم باندھ کر جانوں کی قربانی دی، یہ اس لیے کہ یہاں اسلامی شریعت ہمارے اوپر نافذ ہو، ہماری ملت نے جو ہمارا ساتھ دیا اور کابل تک ہمیں پہنچا دیا تو یہ بھی اس خاطر کہ اسلامی احکامات ہمارے ملک میں یہاں رائج ہوں۔ اللہ نے جو ہمارے ساتھ مدد کی ہے اور یہ عظیم نصرت کی ہے، دیکھئے دنیا کے سپر پاور جسے کہا جاتا ہے اس کے خلاف ہمارا معرکہ کامیاب ہوا تو یہ بغیر کسی شک کے خاص اللہ کی نصرت تھی اور خصوصی نصرت تھی، تو یہ نصرت بھی اللہ نے اس لیے کی کہ ہمارا دعوی پاک تھا، وہ یہ کہ ہم اسلامی احکام کو عمل میں لائیں گے۔ تو جو چیز اسلام میں جائز ہو، ہم اس کا انکار نہیں کریں گے اور اس پر عمل کریں گے، اگر وہ شعر و شاعری ہو یا ترنم ہو، مگر جس چیز کی اسلام اجازت نہ دے تو ہمیں امید ہے کہ یہ ملت بھی ہماری ایسی بے انصاف نہیں ہو گی کہ جس کا ملک چالیس سال تک تباہ ہوتا رہا، لاکھوں شہداء اس نے دیئے، شریعت ک خاطر اور پھر علماء، منبر و محراب سے انہیں کہہ رہے ہوں کہ یہ کام جائز نہیں اور پھر وہ بھی ہم سے اس کا مطالبہ کریں۔ تو ایسے ناجائز مطالبات تو لوگوں کو بھی لازم ہے کہ ہم سے نہ کریں، ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کو ایسی زندگی فراہم کریں جو شریعت کے دائرے میں ہو، لہٰذا وہ سب کچھ جس کے ساتھ شریعت کا ٹکراؤ نہ ہو، ہم دیں گے اور جہاں شریعت مانع ہو تو امید رکھتے ہیں کہ لوگ بھی ہمارے ساتھ اس کی ممانعت پر متفق ہوں اور حوصلے سے کام لیں۔

سلیم صافی: زیادہ تر علمائے کرام میوزک کو مطلق حرام سمجھتے ہیں جبکہ بعض علما چند شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ طالبان کے علماء یا آپ کی قیادت کیا موسیقی کو مطلق حرام سمجھتی ہے؟

ذبیح اللہ مجاہد: یہ علماء کی نظر و رائے کی بات نہیں یہ اسلام کے اصولوں کا معاملہ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی بات ہے، اس مذہب کا جو فیصلہ ہو گا وہ ہمارا فیصلہ ہو گا، ہم مجتہدین نہیں ہیں کہ نیا اجتہاد کریں گے، مجتہدین نے بھلے دور میں جو فیصلہ کیا ہے، وہ کتابیں موجود ہیں، وہ مراجع موجود ہیں، ان کتابوں کو سمجھنے والے علمائے کرام بھی الحمدللہ موجود ہیں، بلکہ پروفیسر بھی ہیں جو ان احکامات کو سمجھتے ہیں، تو آنے والی حکومت ان علماء کی رہنمائی میں ہی سارے معاملات طے کرے گی۔

*****

العربیہ ٹی وی چینل پر محترم ڈاکٹر نعیم وردک کی گفتگو

العربیہ ٹی وی چینل ہے، سرخی پاؤڈر میں ڈوبی مغرب زدہ خاتون صحافی ہے جو مکمل طور پر انگریزی حلیہ و لباس کے ساتھ بیٹھی سامنے اسکرین کو مخاطب سوال کر رہی ہے اور اسکرین پر امارت کے ترجمان محترم ڈاکٹر نعیم وردک صاحب سر پر پگڑی جبکہ پیچھے توحید کا پرچم لگائے جواب دے رہے ہیں۔ خاتون صحافی کہتی ہے "آپ کہتے ہیں کہ عورت کی آزادی شرعی دائرے تک محدود ہو گی مگر سوال یہ ہے کہ شریعت کی تعبیر اور تفسیر کون کریں گے، یعنی ایک ملک کہ جس میں ناخواندگی بہت زیادہ ہے اور قرآن کی تلاوت تک بھی سب کے سب نہیں کر سکتے ہیں تو ایسے میں جب عورت کی آزادی شریعت کے پابند کرتے ہیں تو عورت کے معاملے میں شریعت کی تفسیر کون کرے گا؟" ڈاکٹر نعیم صاحب جواب دیتے ہیں "کیا ہم قرآن کی تعبیر آپ سے پوچھیں گے؟ آپ کی رائے سے کیا قرآن سمجھیں گے؟ کیا آپ اب ہمارے لیے قرآن کی تفسیر کریں گی؟"...... خاتون کہتی ہے "نہ نہ نہیں، میں نہیں۔۔" ہڑبڑائی اور لاجواب ہو گئی۔

صبر و یقین سے حاصل ہوتی ہے دین کی قیادت

بنگلہ دیش، حاجی شریعت اللہ کی سرزمین سے... مولانا احمد نبیل

1430 ہجری کے کسی ایک دن کی بات ہے، افغانستان کے پہاڑوں کے نیچے متوسط عمر کے ایک سیاہ وسفید داڑھی والے بزرگ بیٹھے ہیں، سر پر افغانی انداز میں بندھی ہوئی مشہور کالی پگڑی، جانب ہی میں ایک طرف پتھر پر ٹیک لگائے ہوئے AK-47۔ اس زمانے کے امریکی صدر اوباما کو خطاب کر کے وہ بزرگ کیمرے کے سامنے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ بہت ہی پر سکون آواز اور شائستہ زبان میں کچھ سلیس جملے کہہ رہے تھے۔ لیکن آپ کا ہر لفظ دل کو چھو رہا تھا، بے حد اثر ڈال رہا تھا، دل کو تڑپا رہا تھا۔ شیخ فرما رہے تھے کہ:

"اے اوباما! میں افغانستان کو تاریخ کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں، یا کہہ سکتے ہو کہ میں اس کو اس زمانے کا ایک خارقِ عادت واقعہ سمجھتا ہوں، عصر حاضر کی دو سپریم پاورز (ذرا دھیان کیجئے) کون سے دو ملک سپریم پاور کے مالک؟ روس اور امریکہ۔ وہ سپریم پاور ہونے کے باوجود افغان مجاہدین کے خلاف کامیاب نہ ہو سکے، سبحان اللہ! کیا عجیب بات ہے! حالانکہ یہ مجاہدین کمزور ہیں، قابلِ ذکر کوئی سامان ان کے پاس نہیں ہے۔ اے اوباما! تم کیا جواب دو گے؟ باقی سب ممالک نے تمہارا ساتھ دیا، تمہارے سامنے سر خم تسلیم کیا، تم کیا کہو گے؟ اگر کوئی تم سے کہے، 500 برس پہلے دنیا کے تمام ممالک مل کر ایک کمزور بے سر و سامان ملک کے خلاف اکٹھا ہوئے تھے، جس کمزور ملک کے پاس قابلِ ذکر کوئی اسلحہ نہیں تھا، اس کے باوجود یہ سب ممالک مل کر اس کمزور ملک کے خلاف کامیابی حاصل نہ کر سکے، بلکہ سب سے کمزور اور بے سر و سامان ملک ان سب سپریم پاور ملکوں کے خلاف لڑائی میں جیت گیا تھا۔

اگر کوئی تم کو واقعہ سنائے تو تم اس پر یقین رکھ سکو گے؟ میں تو اس پر یقین نہیں کروں گا! میں صاف کہہ رہا ہوں کہ، میں اس واقعہ کو صحیح نہیں مانوں گا اور نہیں مان سکتا، سارے ممالک مل کر ایک بے سر و سامان کمزور ملک کے خلاف لڑائی کر کے نہیں جیتے، وہ جس کے پاس خاص کوئی اسلحہ نہیں، جو کچھ تھا بالکل ہی معمولی قسم کا تھا، بس، پھر بھی سب ملک مل کر ان کے خلاف کامیابی حاصل نہیں کر سکے، یہ ہو نہیں سکتا۔

جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ افغانستان تاریخ کا ایک خارقِ عادت واقعہ ہے، اس زمانے کا ایک معجزہ ہے"۔

ہم جس شیخ کی بات کر رہے ہیں وہ افغانستان کے رہنے والے نہیں تھے، یہ ایک عرب بزرگ تھے، کویت سے آئے تھے، آپ نے اس مبارک جہاد میں شرکت کی، تاریخ کے اس حیرت انگیز واقعہ کے آپ ایک شاہد تھے، ایک براہ راست دیکھنے والوں میں سے تھے۔ آپ اور کوئی نہیں، آپ ہیں ہمارے شیخ ابو زید الکویتی رحمۃ اللہ علیہ، جن کو دنیا خالد بن عبد الرحمن الحسینان کے نام سے جانتی ہے۔ شیخ ابو یحییٰ لیبی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد آپ تنظیم قاعدۃ الجہاد کی مرکزی شرعیۃ بورڈ کے رئیس بنے تھے، جو اسی جہاد میں شہادت کا جام پی کر شہداء کی بابرکت جماعت سے ملے۔ اللہ رب العالمین آپ کی شہادت کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب یہ سب کہہ رہے تھے تب تک پوری فتح اور کامیابی نہیں ہوئی تھی، جہاد جاری تھا، معرکہ گرم تھا، لیکن ہماری خوش قسمتی ہے کہ تاریخ کی یہ حیرت انگیز کامیابی ہم دیکھ سکے، ہم اسکے شاہد بنے، جس فتح مبین کی خوشی سے ہر مؤمن کا دل سکون اور چین سے بھر گیا۔

لیکن ذرا سوچیے! یہ کامیابی کس طرح کس راستے سے آئی ہے؟ اس فتح مبین کے پیچھے کیا راز چھپا ہے؟ دنیا کے چپے چپے میں صدیوں سے ہزاروں کوششیں ہو رہی ہیں، امت ایسی ایک کامیابی کے لئے کتنی جان، مال اور خون قربان کر رہے ہیں! لیکن خواب کی وہ کامیابی صرف افغان اور ان جیسے تھوڑے دو چار قافلوں کے سوا اور کسی کے ہاتھ نہیں آ رہی۔ اکثر علاقوں میں یہ کوششیں نتیجہ خیز نہیں ہو رہیں اور فتح و کامیابی نہیں مل رہی۔ کیا وجہ ہے؟ ہم نے کبھی سوچا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے؟ کیا وجہ ہے؟!

اصل میں امت کی فتح اور کامیابی کے سلسلہ میں اللہ رب العزت کا ایک ہی طریق ہے اور ایک ہی سنت ہے، اور وہ یہ کہ اللہ اپنے قابل بندوں کو کامیابی عطاء کرتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، صدیوں سے یہی ہو رہا ہے، اللہ رب العزت کی اس سنت اور عادت میں آپ کو کوئی تبدیلی نظر نہیں آئے گی۔ دیکھئے، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید سے کامیابی اور فتح کا ایک قصہ

آپ کو سناتا ہوں، ہزار ہا سال پہلے کی امت اور ان کے دین کی کامیابی اور فتح کا قصہ سناتا ہوں، ظالم کے خلاف مظلوم کی کامیابی کا قصہ آپ کو سناتا ہوں۔ قرآن مجید کے اس قصہ کو آپ اس زمانہ کے طالبان کے ساتھ اور افغانستان کے ساتھ ذرا ملا کے دیکھئے، ان دونوں میں آپ کو مشابہت نظر آئے گی۔

وہ زمانہ ہے اللہ کے نبی شمویل علیہ السلام کی نبوت کا، اللہ کے حکم سے آپ نے طالوت کو اپنی امت پر امیر مقرر کیا تاکہ ان کی امارت کے تحت ان کی امت جہاد کرے، اس زمانہ میں جالوت نامی اللہ کا دشمن ایک کافر غیر معمولی سپر یم پاور کا مالک تھا، جو اس وقت نبی کی امت پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا، پس طالوت اپنے مجاہدین کو ساتھ لے کر جالوت کے خلاف لڑنے کی نیت سے نکلے، جس کا بیان قرآن کریم میں اس طرح آیا:

﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصَّابِرِينَ. وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ. فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ.....﴾

''پس جب طالوت اپنا قافلہ لے کر نکلا تو کہا: بے شک اللہ ایک ندی کے ذریعے تمہارا امتحان لیں گے، پس جو اس ندی سے پانی پیئے گا وہ میرے قافلہ میں شامل نہیں، اور جو نہیں پیئے گا وہ ضرور میرے قافلہ میں سے ہے، البتہ اگر کوئی چلّو بھر پی لے (تو مضائقہ نہیں)، پس تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی سب نے پانی پیا، پس جب آپ اور آپ کے ساتھی مؤمنین نے ندی عبور کی تو ساتھیوں نے کہا: آج جالوت کے ساتھ لڑنے کے لئے ہماری طاقت نہیں، اور جو یہ یقین رکھتے تھے کہ ان کو اللہ کا سامنا کرنا پڑے گا انہوں نے کہا، کتنے چھوٹے چھوٹے قافلے اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر فتح مند ہوئے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ جب وہ جالوت اور اس کے فوجیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلے تو کہا، اے ہمارے رب! ہم کو صبر کی طاقت عطاء فرما، ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے خلاف ہماری نصرت فرما، پس اللہ کے حکم سے انھوں نے ان (جالوت والوں) کو ناکام کیا، اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا، اور اللہ نے ان کو ملک، حکمت اور جتنا چاہا علم عطاء فرمایا....." (سورۃ بقرۃ 249-251)

قرآن کریم میں بیان کردہ اس واقعہ پر ذرا گہری نظر ڈالیں، اللہ رب العزت نے سب سے پہلے مجاہدین کے صبر کا امتحان لیا، امیر کی اطاعت میں صبر سے استقامت کے ساتھ رہنے کا امتحان لیا۔ لمبے سفر کی تھکاوٹ اور پیاس کے باوجود اللہ رب العالمین کی منع کردہ باتوں سے بچے رہنے کے لئے صبر کا امتحان۔ جو حرام سے بچ کر امیر کی اطاعت میں صبر کے ساتھ رہ سکے وہی اللہ کی طرف سے منتخب ہوئے، دوسرے پھسل گئے، پانی پینے کے باوجود طاقت اور ہمت کھو بیٹھے، کیوں کہ وہ شریعت کے احکام پر مضبوط نہ رہ سکے۔

اس منتخب مجاہدین کی جو دوسری خصوصیت تھی وہ ہے اللہ پر مضبوط یقین۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک بہت بڑی جمات ایک ساتھ نکلی تھی، جن کی تعداد بعض مفسرین نے اسی ہزار تک بتلائی، ان میں سے اکثر جہاد کے راستے سے ہٹ گئے تھے، تھوڑے سے مجاہدین باقی تھے، جن کی تعداد کسی نے تین سو تیرہ (313) بتلائی اور کسی نے چار ہزار (4000) بتلائی۔ ذرا غور کیجئے کہ اس نازک حالت میں تھوڑے سے مجاہدین کی ایک چھوٹی سی جماعت یہ اعلان کر رہی ہے کہ 'کتنے چھوٹے چھوٹے قافلے اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعت پر فتح مند ہوئے'۔ ایمان کتنا مضبوط ہو تو ایسی حالت میں ایسی بات کہی جا سکتی ہے! ان کے اس اعلان سے ایک اور بات واضح ہو جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی چھوٹی جماعت کے بڑی جماعت کو ناکام کرنے کا واقعہ یہی پہلا واقعہ نہیں تھا، بلکہ اس کا سلسلہ بہت پیچھے سے جاری ہے، شرط یہ ہے کہ مضبوط ایمان کے ساتھ صبر ہو، ان مجاہدین کا ایمان والا ہونے کا بیان اللہ رب العزت خود کر رہے ہیں: ﴿قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللهِ﴾ یعنی آخرت پر ان کا یقین مضبوط تھا، وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ ایک دن ان کو اللہ کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔

ان کی تیسری خصوصیت تھی، وہ میدانِ جہاد میں اللہ کے ذکر کے ساتھ تھے، وہ اللہ کے حضور دعا کر رہے تھے: ''اے ہمارے پروردگار! ہم کو صبر کی طاقت عطاء فرما، ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے خلاف ہماری نصرت فرما''۔ وہ اللہ کی طرف متوجہ تھے، اللہ کی یاد سے غافل نہ تھے۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ، ان میں سے ایک نوجوان داؤد (جسے ابھی تک نبوت نہیں ملی تھی، علیہ السلام) نے جالوت جیسے طاقتور سپہ سالار کو آمنے سامنے لڑائی میں قابو کر لیا، جس کے ڈر سے سب کانپتے تھے، اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس نوجوان کا اسلحہ کیا تھا؟ اس کا اسلحہ تھا تین پتھر۔ پتھر کے تین ٹکڑے اس کا اسلحہ تھا۔

فتح و کامیابی کا یہی راستہ ہے، اللہ پر ایمان، یومِ آخرت پر ایمان اور ہر نازک سے نازک تر حال میں بھی شریعت کے اصول پر مضبوط رہنا، ساتھ ساتھ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا۔ سابق امتوں کے بارے میں اللہ رب العالمین دوسری ایک آیت میں فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾

”اور ہم نے ان میں سے بہتوں کو امام بنایا جو ہماری ہدایت کے مطابق راستہ دکھلاتے تھے، (یہ اس وقت) جب وہ صبر سے رہے، اور وہ میری آیتوں پر یقین رکھتے تھے“۔

اس آیت میں اللہ رب العالمین زمین پر قیادت عطاء کرنے کے دو سبب بتا رہے ہیں، ایک اللہ کی ہدایات پر یقین اور دوسرا ہے دین کے راستے میں صبر سے رہنا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فبالصبر واليقِين تنال الإمامَة فى الدّين، فَقيل بِالصبرِ عَن الدُّنْيا، وَقيل بِالصبرِ على البلاء، وَقيل بِالصبرِ عَن المناهي والصَّواب أنه بِالصبرِ عَن ذَلِك كُله، بِالصبرِ على أداء فَرائض الله والصَّبْر عَن مَحارمه والصَّبْر على أقداره.

”صبر اور یقین ہی سے دین کی قیادت ہاتھ میں آتی ہے، صبر کی تفسیر میں کسی نے کہا دنیا قبول کرنے سے صبر کرنا، کسی نے کہا امتحان و ابتلاء کے وقت صبر کرنا، کسی نے کہا ممنوع باتوں سے بچنے میں صبر کرنا، لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ ان تمام باتوں میں صبر کرنا، اللہ کے فرائض کو صبر سے اداء کرنا، حرام سے بچے رہنا اور تقدیر پر صبر سے رہنا“۔

ہم امارتِ اسلامیہ کی کی کامیابی اور فتح سے خوش ہیں، ساتھ ساتھ ہم حیران بھی ہیں کہ ایسی ایک کامیابی کیسے حاصل ہوئی؟ بہت سے ایسے ہیں جو اپنے بارے میں مایوسی میں مبتلاء ہیں، اپنی کتنی محنتیں بیکار ثابت ہو رہی ہیں، کتنے طور طریقے بلا نتیجہ سامنے آ رہے ہیں! لیکن ہم نے کبھی تلاش کر کے دیکھا ہے کہ اس کامیابی کے پیچھے کیا راز چھپا ہوا ہے؟ اگر ہم نے اس راز کو پالیا اور اس طور طریقہ پر اپنے کاموں کو چلا سکے تو کامیابی کی یہ خوشی ہمارے لئے بھی مبارک ہو گی اور با معنی و نتیجہ خیز ہو گی۔

یہ فتح و کامیابی اسی راستہ سے آئی ہے جس راستہ سے طالوت اور ان کے مجاہدین نے کامیابی حاصل کی تھی، جس راستے پہ چل کر ہر زمانہ میں اللہ کے بندوں نے قیادت حاصل کی، وہ راستہ ہے ایمان اور یقین کا راستہ، ابتلاء اور صبر کا راستہ، اصحابِ طالوت سے لے کر اصحابِ محمد ﷺ تک ہر قافلے نے اس طریقہ پر کامیابی حاصل کی، عمرِ اول سے لے کر عمرِ ثالث تک سب اسی طریقہ پر فتح و کامیابی سے سرفراز ہوئے۔ ہم ان کی کامیابی کے واقعات پڑھ کر، سن کر اور دیکھ کر فخر کرتے ہیں، محظوظ ہوتے ہیں، لیکن ان کے راستے پر چلنے کے لئے اپنے کو تیار نہیں کرتے، ان کے منہج کو قبول کرنا نہیں چاہتے، ہمارے اور ان میں یہی فرق ہے۔

عالمی تاریخ کی سب سے طاقتور فوجی متحدہ قوت کو ناکام کرنے کا واقعہ ہم نے دیکھا، لیکن ہم نے کبھی سوچا بھی ہے کہ اس کے پیچھے کیا تھا؟ زمانہ حاضر کے فرعون، نمرود اور جالوت کی متحدہ فوجی طاقت کے سامنے پہاڑ جیسا عزم اور خون کے دریا میں تیرتے ہوئے بھی دین پر سخت استقامت۔ 20 برسوں سے زیادہ مدت تک مسلسل آگ اور خون میں کھڑی تھی ایک اسلامی امارت، سارے عالم میں صحیح معنی میں کامل دین و شریعت پر قائم ایک اسلامی خطہ زمین، ہر مؤمن کی امیدوں کا چراغ، ایک بے سر و سامان مسلم قوم۔ اسی میں فرعونِ زمانہ نے اعلان کیا تھا کہ 'ایک مؤمن کو ہمارے ہاتھ میں دے دو، اسامہ کو دے دو، ورنہ ہم آ رہے ہیں اور تمہیں جڑ سے اکھاڑ دیں گے'۔ دوسرے ملکوں کے لیڈروں سے کہہ دیا: 'یا تو تم ہمارے ساتھ ہو یا دہشت گاروں کے ساتھ'۔ اس اعلان کے بعد سب کے سب فرعون کے سامنے سجدے میں گر پڑے، لبیک یا فرعون کہہ کر سب فرعون کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے: 'کیا کیا تقاضا ہے؟ فرمایئے'۔ پاکستان، ترکیا، سعودی عرب سب کے سب فرعون کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے تھے، کسی طرف سے کوئی امداد کرنے والا نہیں، تھوڑے سے مؤمنوں کی جماعت، سامان کے طور پر کچھ AK-47 اور بس۔ علماء کی جماعت حاضر ہوئی: 'اے امیر المؤمنین! صرف ایک ہی دار الاسلام ہے، اس دار الاسلام کی حفاظت کے لئے کیا ایک مؤمن کو دشمن کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا؟ ایک مؤمن کی قربانی سے دار الاسلام محفوظ رہے گا اور لاکھو مومنوں کی جان بھی بچے گی'۔

امیر المؤمنین نے کہا: ’یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ایک مہاجر اور ایک مجاہد کو اللہ کے دشمن کفار کے حوالہ کر دوں؟! جو ہمارے دین کی حفاظت کے واسطے جہاد کے لئے عرب سے آئے! یہ کبھی نہیں ہو سکتا!!‘

آپ نے اعلان کر دیا، آپ کے اس تاریخی اعلان کو ذرا سن لیجیے:

’لقد توعدنا بوش بالهزيمة ووعدنا الله بالنصر وسنرى أي الوعدين أوفى‘۔

’’بش نے ہم سے ناکامی کا وعدہ کیا(یعنی دھمکی دی)، اور اللہ نے ہم سے وعدہ کیا کامیابی اور فتح کا، ہم دیکھیں گے کہ کس کا وعدہ پورا ہوتا ہے؟‘‘۔

فرعون نے حملہ کر دیا، اسلامی امارت کا سقوط ہو گیا، وہی سخت لڑائی پھر شروع ہوئی اور خون کا دریا بہنے لگا۔ تخمیناً 2008ء یا 2009ء کا واقعہ ہے، ایک مغربی نامہ نگار طالبان کے عسکری ذمہ دار ’ملا داد اللہ‘ رحمہ اللہ کا انٹرویو لے رہا تھا۔

نامہ نگار: آپ لوگوں نے تو ایک اسامہ کے لئے اپنی امارت کو برباد کر دیا، اگر یہ امارت دوبارہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں آئے اور دوسرے کسی کے بدلے میں امارت کو ہاتھ سے چھوڑنا پڑے تو آپ لوگ یہی غلطی پھر کریں گے؟

ملا داد اللہ: اگر اس طرح سو بار بھی اسلامی امارت ہمارے ہاتھ میں آئے اور ایک مؤمن کی حفاظت کے لئے سو بار امارت کو چھوڑنا پڑے تو ہم سو بار اس سعادت کو قبول کریں گے۔

سبحان اللہ! آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ کیسا ایمان ہے اور کیسا مضبوط یقین ہے؟

2008ء میں الجزیرۃ کے مشہور نامہ نگار ’احمد زیدان‘ نے طالبان کی مجلسِ شوری کے ایک رکن اور امیر المؤمنین کے مشیر خاص ’ملا حسن رحمانی‘ رحمہ اللہ سے ایک انٹرویو لیا، اس انٹرویو میں انہوں نے سوال کیا کہ ’آپ حضرات نے اسامہ کو امریکیوں کے حوالے نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا، اس فیصلہ پر آپ کو افسوس ہے؟ آپ پشیمان ہیں؟‘ ملا حسن رحمانی نے فرمایا: ’آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ طالبان اللہ کے راستہ کے مجاہدین ہیں، جو مضبوط ایمان اور عقیدے کے مالک ہیں، اور اسی وجہ سے وہ جہاد کرتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجاہدین اسامہ بن لادن کو دشمن کے سپرد نہ کرنے پر افسوس کریں؟! حالانکہ ہمارے ایمان وعقیدہ کا اصول ہے، ہر مسلمان کو کفر اور کفار سے محفوظ رکھنا، لہٰذا یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ان کو دشمن کے سپرد نہ کرنے کی وجہ سے ہمیں افسوس ہو۔ وہ تو ہماری عزت ہے اور ہمارا فخر ہے۔ کفر اور کفار کے خلاف کارروائی کی وجہ سے، دشمنانِ اسلام کے خلاف ان کے رویہ کی وجہ سے ہم ان کی عزت کرتے ہیں، ہم شیخ اسامہ یا اور کسی مسلمان کو دشمن کے کبھی سپرد نہیں کریں گے۔ یہ کبھی نہیں ہو گا اور ہو نہیں سکتا‘۔

یہ ہے ان کا ایمان، دین کے راستہ میں ان کی مضبوطی اور ثابت قدمی اور شریعت کے فیصلہ کے سامنے اپنے آپ کو سپرد کر دینے کا نمونہ۔

ان کو کتنی قربانیاں دینی پڑیں؟ کتنے صبر سے ان کو کام کرنا پڑا؟ اس کا ایک نمونہ دیکھئے۔ 1430 ہجری کی مذکورہ بالا گفتگو میں شیخ خالد الحسینان نے کہا:

أنا ذهبت إلى زابل وتجولت في زابل، فقط في زابل تصور يا أوباما، 40 ألف أرملة!

’’میں زابل گیا تھا، زابل میں گھوما پھرا، اوباما! ذرا سوچو! صرف زابل میں چالیس ہزار (4000) بیوہ عورتیں موجود ہیں!!‘‘

یہ ہے اب سے 12 سال پہلے زابل کی حالت، اُس وقت وہاں چالیس ہزار ایسی بیوہ ماں اور بہنیں تھیں جن کے شوہروں کو مار ڈالا گیا، اور ان کے نکاح کا کوئی انتظام بھی نہیں ہوا تھا۔ ہم ذرا سوچ سکتے ہیں؟!

آج ہم فتح اور کامیابی دیکھ رہے ہیں، اعلیٰ قسم کی ہزار ہا گاڑیاں دیکھ رہے ہیں، ہم قسم قسم کے جنگی جہاز اور ہیلی کاپٹر دیکھ رہے ہیں، لیکن یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے کس راستہ سے آنا پڑا اور کس کس مرحلے سے گزرنا پڑا؟! شیخ خالد الحسینان کہتے ہیں:

أنا عاشرت المجاهدين من حركة طالبان وجلست مع الأمراء والقادة، والله ما عندهم شيء، ليس عندهم شيء يا أوباما ، والله إن بعضهم أحذيتهم والله مقطعة مخيطة ، الأسلحة قديمة۔

"میں طالبان مجاہدین کے ساتھ رہا، امراء اور قائدین کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا ہوا، میں نے دیکھا کہ ان کے پاس کچھ نہیں، بالکل کچھ نہیں۔ اے اوباما! اللہ کی قسم! ان میں سے بہتوں کی تو جوتیاں بھی پھٹی ہوئی، پیوند لگی ہوئی تھیں، پرانے قسم کا کچھ اسلحہ تھا...‘‘

ان کے صبر کے بارے میں کہا:

الشعب الأفغاني يضرب فيه المثل في الصبر۔

"افغان قوم صبر میں تو ضرب المثل ہیں"۔

فتح وکامیابی اسی طرح آتی ہے، ایمان، ابتلاء اور صبر کے راستے گزار کر ہی قیادت حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ رب العالمین ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمارہے ہیں:

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾

"یاد کرو اس وقت کو جب ابرہیم کا ان کے رب نے کئی امور میں امتحان لیا، اور ابراہیم نے ان سب کو پورا کیا، تو اللہ تعالی نے فرمایا، میں تم کو لوگوں کا امام اور قائد بناؤں گا، ابراہیم نے کہا: اور میری اولاد میں سے؟ اللہ نے فرمایا: میرا عہد ووعدہ ظالموں کے لئے نہیں ہے"۔

دیکھیے، اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو نوعِ انسان کے امام اور قائد بنانے سے پہلے بہت سارے امتحانوں میں ان کو مبتلی کیا، اور ابراہیم علیہ السلام کو ان امتحانوں میں جیتنے کے بعد ہی نوعِ انسان کا امام بنایا گیا۔ اپنی اولاد اس امامت کی مستحق ہے کہ نہیں، اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اگر کوئی ظالم اور نافرمان ہو جائے تو وہ اس وعدہ میں شامل نہ ہو گا۔ پچھلے زمانے کے انبیاء اور اللہ والوں کے حالات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝﴾

"اور کتنے نبی تھے جن کا ساتھ دے کر اللہ والوں نے جہاد کیا۔ البتہ اللہ کے راستے میں ان پر جو مصیبتیں آئیں، ان کی وجہ سے وہ پست ہمت نہیں ہوئے، ضعیف نہیں ہوئے اور ہار نہیں مانے، اور اللہ تعالی صبر کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ ان کی زبان سے صرف یہی بات نکلی کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے، ہمارے کاموں میں جو حد سے تجاوز ہوا ہے، اس کو معاف فرمادے، ہم کو ثابت قدم رکھ اور کفار کے خلاف ہماری مدد فرما"۔

پہلے زمانے کے انبیائے کرام اور اللہ والوں نے ہزار ہار کاوٹوں کے باوجود اللہ کے دین کے راستے پر قتال وجہاد کیا، صبر کے ذریعہ اللہ کی محبت حاصل کی، دعاء کے ذریعہ اللہ کی رحمت کے آغوش میں رہے، اور اسی طرح انہوں نے فتح وکامیابی حاصل کی۔ اب اگر طالبان کی طرف دیکھیں تو یہی صورتِ حال آپ کو نظر آئے گی، یہی اسلحہ استعمال کرکے انھوں نے یہ تاریخی کامیابی حاصل کی، دنیا کے چپے چپے میں اقامتِ دین کے لئے جتنی کوششیں جاری ہیں، ان کے لئے یہی سب سے اعلیٰ نمونہ ہے۔ اگر امت کے کچھ لوگ اب بھی عزم وہمت سے کھڑے ہو جائیں، دین کے بارے میں ذرّہ برابر تساہل نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیں، صبر کے ساتھ اس دریا کو پار کرلیں اور اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ میں سپرد کردیں، تو ان پر بھی وہ آسمانی نصرت وامداد نازل ہو گی جو ہزار ہا سال پہلے طالوت کے کمزور قافلہ پر نازل ہوئی تھی، اور اسی طرح جو نصرت بے سروسامان طالبان مجاہدین پر نازل ہوئی۔ دنیا میں ایسی کوئی 'سپریم پاور' نہیں ہے جو ان کا راستہ روک سکتی ہے۔ اللہ جن کی مدد کرے، ان کا مقابلہ کرنے کی ہمت کسے ہو سکتی ہے؟!!

☆☆☆☆☆

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کی وفات پر تعزیت

اس ماہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے ممتاز عالمِ دین مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب نور اللہ مرقدہ وفات پا گئے۔ ہم آپ کی وفات پر تمام قارئین اور اہلِ پاکستان سے تعزیت کرتے ہیں۔ یقیناً موت العالِم (عالِم کی موت) موت العالَم (جہان کی موت) ہوتی ہے۔ آپ نور اللہ مرقدہ کی ساری زندگی خدمتِ دین سے عبارت تھی۔ مجاہدینِ امت کے ساتھ تو آپ کی محبت والہانہ تھی۔ ہمیشہ آپ نے ہم سمیت سبھی مجاہدین کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے آپ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں، فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، اور آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کو جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

(ادارہ)

بلاتبصرہ
ایک ماہ قبل
امریکی صدر جو بائیڈن
جولائی ۲۰۲۱ء
صحافی: کیا اب یہ بات اٹل ہے کہ طالبان افغانستان پر قابض ہو جائیں گے؟
بائیڈن: نہیں، ایسا نہیں ہے!
صحافی: کیوں؟
بائیڈن: اس لیے کہ آپ کے سامنے تین لاکھ افغان فوج ہے، جو کہ اچھی طرح
مسلح ہے، دنیا کی کسی بھی اور فوج کی طرح مسلح۔ اور اس کی ائیر فورس بھی ہے۔
اور اس کا مقابلہ صرف ۷۵ ہزار طالبان کے ساتھ ہے۔
”افغانستان کی سیاسی قیادت دست بردار ہوگئ اور ملک سے فرار ہوگئ۔ افغان فوج ڈھیر ہو
گئ، بعض دفعہ تو لڑنے کی کوشش کیے بغیر ہی۔ پچھلے ہفتے کی پیش رفت اس بات کو تقویت
دیتی ہے کہ افغانستان میں امریکی فوج کی موجودگی کو ابھی ختم کرنا ایک درست فیصلہ
تھا۔ امریکی فوج نہ ایسی جنگ میں لڑے اور مرے گی اور نہ ہی اسے ایسی جنگ میں لڑنا اور
مرنا چاہیے، جس میں افغان فوج خود اپنے لیے لڑنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم نے کھربوں
ڈالر صرف کیے، ہم نے افغانی فوج کو تربیت دی اور مسلح کیا۔ جس کے تین لاکھ فوجی
تھے۔ ایسی فوج جس کا حجم ہمارے کئ نیٹو اتحادیوں سے بھی زیادہ تھا۔ ہم نے انہیں ہر وہ
چیز دی جو انہیں ضرورت ہو سکتی تھی، ہم نے ان کی تنخواہیں ادا کیں، ان کی فضائیہ کی دیکھ
بھال کے لیے بھی رقوم فراہم کیں، ایک ایسی چیز جو کہ طالبان کے پاس نہیں ہے۔ طالبان
کے پاس فضائی طاقت نہیں ہے۔ ہم نے اپنی طرف سے بھی فضائی مدد فراہم کی۔ ہم نے
انہیں ان کے اپنے مستقبل کا تعین کرنے کا ہر موقع دیا۔ جو چیز ہم انہیں نہیں دے سکتے
تھے وہ انہیں ان کے اپنے مستقبل کے لیے لڑنے کا جذبہ تھا۔ ایسے وقت میں امریکی
دستوں کو اپنی کارروائیوں میں اضافے کا حکم دینا غلط ہے، جب افغانستان کی اپنی فوج ایسا
نہیں کر رہی تھی۔“
ایک ماہ بعد
امریکی صدر جو بائیڈن
اگست ۲۰۲۱ء
نوائے غزوۂ ہند

امارت اسلامیہ کی فتح تصاویر میں

امارت اسلامی کی آمد پر عوام خوشی منا رہے ہیں۔

شہر فتح ہونے کے بعد طالبان مجاہدین زار و قطار روتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدہ شکر ادا کر رہے ہیں۔

امریکیوں کے ذلت آمیز انخلاء کے بعد کابل ائیر پورٹ میں طالبان مجاہدین اللہ کے سامنے سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے۔

کابل میں امریکی سفارت خانے کی عمارت جس پر اب امارت اسلامی کا پرچم توحید پرنٹ کیا گیا ہے۔

کابل ائر پورٹ پر ذبیح اللہ مجاہد صاحب پریس کانفرنس کر رہے ہیں۔ صحافیوں میں ایک خاتون صحافی موجود ہے جو شرعی پردہ کیے ہوئے ہے۔

ذبیح اللہ مجاہد صاحب علماء کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

امارت اسلامیہ کی فتح تصاویر میں

ایک مجاہد امارت اسلامی کے جھنڈے کے ساتھ ہیلی کاپٹر سے بذریعہ پیراشوٹ اتر رہا ہے۔

جو ہیلی کاپٹر کل امریکہ جہاد و مجاہدین کو ختم کرنے کے لیے افغانستان لایا تھا، آج ان میں امارت اسلامی کے مجاہدین پرچمِ توحید کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں۔

قندھار میں امارت اسلامی کی پولیس نئے یونیفارم کے ساتھ

شہر کی سکیورٹی پر مامور طالبان مجاہدین

امارت اسلامیہ کو حاصل شدہ غنائم کی چند جھلکیاں

امارت اسلامیہ کی فتح پاکستانی دانشوروں کی نظر سے

شاہین صدیقی

ابتدائیہ

امارت اسلامیہ کی بے مثال فتح نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس فتح کے ان ممالک پر کیا اثرات ہوں گے، یہ فکر بہت سے ملکوں کو لاحق ہے۔ اس لیے دنیا کے اکثر ممالک اپنے اپنے طور پر افغانستان کے حالات کا باریکی سے جائزہ لے رہے ہیں۔

گو کہ افغانستان میں طالبان نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو جس ہزیمت سے دوچار کیا ہے اور امارت اسلامیہ افغانستان کے دوبارہ قیام کا اعلان کر کے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد ڈالی ہے، اس سے ہر پُر خلوص مسلمان، چاہے وہ دنیا کے کسی خطے میں رہتا ہو، شاداں و فرحاں ہے۔ ان میں پاکستان کے مسلمان بھی شامل ہیں۔ اور پاکستان کے مسلمانوں میں اس حوالے سے کافی خوشی پائی جا رہی ہے جس کا اظہار سوشل میڈیا پر بھی کھل کر کیا جا رہا ہے۔

پاکستان کا میڈیا اس حوالے سے کافی جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا ہے اور میڈیا کی طرف سے متنوع ردعمل سامنے آ رہا ہے۔ اس تحریر میں پاکستان کے صحافتی اور دانشور طبقے کے نقطۂ نظر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۲۰۰۱ء میں امریکہ کے افغانستان پر حملے اور اس کے بعد جاری رہنے والی جنگ میں جو کردار پاکستان نے ادا کیا، وہ پاکستان کی تاریخ پر ایک بدنما داغ ہے۔ بیس سال تک پاکستان نے امریکہ کو نا صرف 'لاجسٹک' مدد فراہم کی بلکہ اس جنگ میں پاکستان نے 'فرنٹ لائن اتحادی' یا 'نان نیٹو اتحادی' کا کردار بھی ادا کیا۔ اس دوران خود پاکستان کے اندر اسلام کا نام لینے والوں اور جہاد کی بات کرنے والوں کے خلاف جو کچھ ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کا مذہبی، صحافتی و دانشور طبقہ مختلف نقطہ ہائے نظر میں منقسم ہے۔

ایک طبقہ وہ ہے جو طالبان کی فتح کو اسلام کی فتح کہہ رہا ہے اور امارت اسلامیہ افغانستان کو رول ماڈل سمجھتا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو پاکستان کے مفاد کو اوّلین ترجیح پر رکھتے ہوئے افغانستان کے حالات کو پاکستان کے سماجی و سیاسی تناظر میں دیکھتا ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو طالبان کی فتح کو ایک خطرہ گردانتا ہے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہے۔

پہلا طبقہ: دین پسند دانشور

ایسے وقت میں جبکہ پاکستانی میڈیا پر اسٹیبلشمنٹ کا مضبوط شکنجہ ہے اور صحافتی آزادی ناپید ہے، میڈیا وہی زبان بولتا ہے جس کی سرکار کی طرف سے اسے اجازت ملتی ہے۔ لیکن ایک چھوٹا سا دین پسند دانشور طبقہ ایسا بھی ہے جو موقع بہ موقع حق بات بولنے کی جرأت کر ہی لیتا ہے۔ بعض دفعہ اشاروں کنایوں میں اور ڈھکے چھپے انداز میں اور بعض اوقات ببانگِ دہل۔ امارت اسلامیہ کی فتح نے ان کے اندر کے جذبات کو بھی کھل کر اظہار کا موقع دے دیا اور اب وہ کھل کر حق کی حمایت کر رہے ہیں اور نا صرف ظالم کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں، بلکہ اس حوالے سے سیکولر اور لبرل طبقے کو بھی تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ اس حوالے سے چند اقتباسات مثال کے طور پر قارئین کی نظر کیے جا رہے ہیں جو پاکستانی اخبارات میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر عبد القدیر خان ۲۳ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'نیا افغانستان'' میں لکھتے ہیں:

> ''اب افغان بھائیوں نے دو بڑی طاقتوں یعنی روس اور امریکہ کو شکست دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر ایمان دلوں میں ہو تو اللہ تعالیٰ خود فتح مہیا کر دیتا ہے۔ افغانوں کا سوائے اللہ تعالیٰ اور خود کے کوئی مددگار نہ تھا۔ روس اور اس کی پرانی کالونیاں اور مغربی ممالک ان کے جانی دشمن بنے بیٹھے تھے۔ لاتعداد افواج، مہلک ہتھیار، الیکٹرانک آلات، جذبۂ جہاد کے آگے برف کی طرف پگھل گئے۔ چند ہزار مجاہدین نے برسوں کی پروردہ اور غیر ملکی اسلحہ سے لیس فوج کو بری طرح شکستِ فاش دی اور اب اپنا ملک خود چلانا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ پچھلے تجربات کی روشنی میں بہتر کارکردگی دکھائیں گے۔''

اوریا مقبول جان ۱۹ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'طالبان: اسلامی جنگی اخلاقیات کا روشن چہرہ' میں رقمطراز ہیں:

> ''عفو و درگزر اور معافی کی جس سنت کو میرے آقا ﷺ نے بدترین اور متعصب قبائلی ماحول میں جاری کیا، طالبان نے اسے ایک بار پھر زندہ کیا ہے۔ لوگ اسے عام سا واقعہ سمجھ رہے ہیں۔ انہیں اندازہ تک نہیں کہ جن لوگوں کے لیے طالبان کے ترجمان ذبیح

اللہ مجاہد نے عام معافی کا اعلان کیا ہے، ان کے جرائم کس قدر خوفناک، سنگین اور ظالمانہ تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کے مظالم انسانی تاریخ کے خونخوار ترین واقعات میں شامل ہوتے ہیں...

...روزِ ازل سے اب تک فاتحین کی تاریخ میں 'عفو و درگزر' کی اس روایت کو میرے آقا رسول اکرم ﷺ نے ایک مشعل کی طرح روشن کیا۔ صحابہ کرام نے اسے تھامے رکھا، لیکن بعد کے ادوار میں یہ بجھ گئی۔ صلاح الدین ایوبی نے اسے ایک بار پھر روشن کیا، مگر یہ پھر بجھ گئی۔ اب آٹھ سو سال بعد خراسان کی سرزمین سے طالبان نے اس سنتِ رسول ﷺ کی مشعل کو ایسا روشن کیا ہے کہ پورا عالم اس سے جگمگا رہا ہے۔''

اردو ڈائجسٹ کے مدیر الطاف حسین قریشی ۲۷ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'افغانستان میں مغربی دنیا کی شکست' میں لکھتے ہیں:

''افغان طالبان نے ۱۵ اگست کی صبح افغانستان کا جو پُرامن ٹیک اوور کیا ہے اور عام معافی اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جو عزم دہرایا ہے، وہ عصرِ حاضر کی سیاسی اور تہذیبی تاریخ کا ایک بے مثال اور عہد ساز واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان، جذبے کی صداقت اور آزادی کی تڑپ نے مغرب کا علمی، اقتصادی اور ٹیکنالوجی کی طاقت پر تکبر اور غرور خاک میں ملا دیا۔ افغان طالبان، جنہیں ان کے رب نے ذوقِ بندگی عطا کیا، ہم انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔''

شاہنواز فاروقی ۶ اگست ۲۰۲۱ء کو سیکولر نظریے کے حامی لکھاری بلال الرشید کی تنقید کے جواب میں اپنے کالم 'طالبان سے بلال الرشید کی نفرت' میں لکھتے ہیں:

''افغانستان میں طالبان کی امریکہ پر فتح گزشتہ ایک ہزار سال کی مسلم تاریخ کی سب سے بڑی خبر ہے۔ یہ خبر امریکہ اور یورپ کے پاس ہوتی تو وہ اب تک اس پر آٹھ دس فلمیں بنا چکے ہوتے، اس سلسلے میں ڈیڑھ درجن دستاویزی فلمیں تیار ہو چکی ہوتیں، دو درجن کتابیں اس حوالے سے سامنے آ چکی ہوتیں، اور امریکہ و یورپ کی فتح کی خبر ان کے اخبارات میں مسلسل شہ سرخیاں تخلیق کر رہی ہوتی۔ مگر ہمارا یہ حال ہے کہ ہم طالبان کی تاریخ ساز اور بے مثال فتح کا مذاق اڑا رہے ہیں، اس پر مٹی ڈال رہے ہیں، اس کی اہمیت کم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ بلال الرشید جیسے عناصر اسے فتح ہی تسلیم نہیں کر رہے...

...پوری کمیونسٹ دنیا ویتنام میں مزاحمت کرنے والوں کے ساتھ تھی مگر افغانستان میں امریکہ کی مزاحمت کرنے والوں کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ نہ چین اس سلسلے میں ان کی مدد کر رہا تھا اور مسلم دنیا کو اس مزاحمت میں کوئی دلچسپی ہی نہ تھی۔ اس لیے کہ مسلم دنیا کے حکمران امریکہ کے باجگزار ہیں۔ وہ افغانستان میں امریکہ کے خلاف برپا جہاد کی حمایت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس کے باوجود مجاہدین نے امریکہ کی ناک رگڑ دی۔ یہاں کہنے کی بات یہ بھی ہے کہ طالبان کی فتح اصل میں طالبان کی فتح تھوڑی ہے۔ یہ باطل پر حق کی فتح ہے۔ اسلامی تہذیب کی مغربی تہذیب پر فتح ہے۔ ٹیکنالوجی پر ایمان کی فتح ہے۔ کمزور کی طاقتور پر فتح ہے۔ امریکہ اور مجاہدین کے معرکے میں طاقت کا ایسا ہولناک عدم توازن تھا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ سیاسی دائرے میں امریکہ کی طاقت ایک لاکھ کی طاقت تھی اور مجاہدین کی طاقت صرف ایک کی طاقت تھی۔ معاشی دائرے میں امریکہ کی طاقت ایک کروڑ کی طاقت اور طالبان کی طاقت ایک کی طاقت تھی۔ عسکری دائرے میں امریکہ کی طاقت ایک ارب کی طاقت تھی اور مزاحمت کرنے والوں کی طاقت ایک کی طاقت تھی۔ اس کے باوجود امریکہ ہار گیا اور مجاہدین جیت گئے۔''

دوسرا طبقہ: پاکستانی روایت پسند دانشور

دانشوروں کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو پاکستانیت اور 'نظریہ پاکستان' کا علمبردار ہے، اور ہر واقعہ یا حالات کو پاکستان کے سیاسی، سماجی اور معاشی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ اگرچہ یہ طبقہ طالبان کی فتح کو مسرت کی نظر سے دیکھ رہا ہے، لیکن وہ اس فتح کے پیچھے بھی پاکستان کا عنصر ثابت کرنے کی کوشش کرتا دکھائی دیتا ہے۔

مثال کے طور پر اسد اللہ غالب ۲۳ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'افغان ایشو کے مغالطے اور حقائق' میں لکھتے ہیں:

''یہ سوال بھی اٹھایا گیا کہ پاکستان کو جشن منانے کا کیا حق حاصل ہے؟ جواب میں ان حضرات سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا پاکستانی عوام افغانستان میں ایک خوش آئند انقلاب

پر جشن نہ منائے تو کیا ماتم کرنے میں مصروف ہو جائے؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ افغانستان میں طالبان کی فتح دراصل پاکستان کے ادارے آئی ایس آئی کی کاشوں کا نتیجہ ہے۔ پاکستان کو افغانستان میں یہ دوسری فتح ملی ہے۔"

اسی طرح اور بہت سے صحافی اور دانشور حضرات طالبان کی فتح کے پیچھے زبردستی 'آئی ایس آئی' کا عنصر ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آئی ایس آئی کے عقوبت خانے اب بھی مجاہدین سے بھرے پڑے ہیں اور ان کے ہاتھ ہزاروں مجاہدین کے خون سے رنگے ہوئے ہیں؟

اس سلسلے میں جرنل حمید گل کے اس جملے کو بھی میڈیا پر بہت زیادہ اچھالا جا رہا ہے، جس میں انہوں نے کہا تھا:

"لوگ آئی آیس آئی پر تنقید کرتے ہیں۔ لیکن جب تاریخ رقم ہو گی تو لکھا جائے گا کہ آئی ایس آئی نے امریکہ کی مدد سے روس کو شکست دی۔ پھر ایک اور جملہ ہو گا کہ آئی ایس آئی نے امریکہ کی مدد سے امریکہ کو شکست دی۔"

حالانکہ اس بات کا حقیقت سے کہیں دور کا بھی تعلق نہیں۔ پرویز مشرف نے حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد چن چن کر آئی ایس آئی سے اسلام پسندوں کا خاتمہ کر دیا تھا اور اس کی باگ ڈور مکمل طور پر سیکولر اور اسلام دشمن لوگوں کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اس کے بعد پاکستان کے مجاہدین کو تو کیا چھوڑا جاتا، افغان طالبان کو بھی نہیں بخشا گیا۔ آئی ایس آئی کی بیس سالہ کارکردگی کو دیکھتے ہوئے یہ دانشور کس منہ سے طالبان کو پاکستان کی 'پراکسی' قرار دے رہے ہیں؟ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اشرف غنی کی حکومت بھارت نواز تھی اور پاکستان کے خلاف کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیتی تھی، جبکہ بھارت طالبان کا شدید مخالف ہے۔ اس لیے اس صورتحال کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اسی تناظر میں آئی ایس آئی کا سربراہ جرنل فیض حمید بھی اچانک کابل کے دورے پر پہنچ گیا، تاکہ دنیا کو یہ تاثر دیا جائے کہ طالبان ہمارے ماتحت ہیں۔ لیکن الحمدللہ طالبان کسی بھی دباؤ سے بالاتر، اپنے تمام اقدامات میں منفرد و نمایاں نظر آ رہے ہیں۔

افغانستان کے بارے میں پاکستانی اداروں کی پالیسی سے متعلق اسی طرح کا مؤقف محمد عامر خاکوانی کے ۱۶ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'فتح مبین' میں بھی واضح ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"افغانستان اور طالبان کے حوالے سے پاکستان کی پالیسی سو فیصد درست اور بھارت کی پالیسی مکمل طور پر غلط نکلی۔ ہم پر بے پناہ امریکی دباؤ تھا، اس کے باوجود جس حد تک ممکن تھا، پاکستانی اداروں نے طالبان کے لیے گنجائش پیدا کی، ان کی قیادت، اسٹرکچر، کوئٹہ شوریٰ، حقانی نیٹ ورک وغیرہ کے خلاف آپریشن نہیں کیا۔ پاکستانی عوام کے ایک بڑے حصے نے نام نہاد پاکستانی طالبان 'ٹی ٹی پی' پر تنقید کی، ان کی مخالفت کی، مگر ملا عمر کے افغان طالبان کی حمایت جاری رکھی۔ یہ درست پالیسی تھی۔ تاریخ نے اسے سچ اور درست ثابت کیا۔"

بش کے بعد جب اوباما کا دورِ حکومت شروع ہوا، اور اوباما کے دورِ حکومت میں جب امریکہ نے اپنی پھیلائی ہوئی جنگ کو لپیٹنے کے ارادے کا اظہار کیا، تب ہی پاکستان کے مقتدر حلقوں کو اس بات کا ادراک ہو گیا تھا کہ جلد یا بدیر امریکہ افغانستان سے رفوچکر ہو جائے گا۔ امریکہ کو جس مزاحمت کا سامنا تھا اور طالبان جس طرح سے طاقتور ہو رہے ہیں، اس سے امریکہ کی شکست واضح نظر آ رہی تھی۔ انہیں یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ امریکہ کے چلے جانے کے بعد امریکہ کا 'فرنٹ لائن اتحادی' ہونے کے سبب پاکستان کو نتائج بھگتنا ہوں گے۔

ایسے وقت میں جب امریکہ بھاگنے کے لیے تیاری پکڑ رہا تھا اور طالبان مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جا رہے تھے، طالبان کے ساتھ دشمنی مول لینا خودکشی کے مترادف تھا، اس لیے پاکستان کو مجبوراً اپنی پالیسی میں کچھ تبدیلی لانا پڑی، اور انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ طالبان سے روابط بڑھائے جائیں اور پس پردہ ان کے معاملات میں نرمی کی پالیسی اپنائی جائے۔ ورنہ لال مسجد کے سانحہ سے قبل افغان جنگ کے ابتدائی چھ سالوں میں مسلسل افغان مجاہدین کے خلاف پاکستان کا کریک ڈاؤن جاری تھا۔ تب کس نے طالبان قیادت کو اپنی جیلوں میں بند رکھا اور بعض کو امریکہ کے حوالے کیا؟

اب جبکہ طالبان فاتح بن چکے ہیں تو پاکستان نے میڈیا پر کچھ ایسی ٹون اپنا رکھی ہے کہ جیسے یہ ہی اصل میں طالبان کے سرپرست ہوں۔ اس حوالے سے سلیم صافی یکم ستمبر ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'طالبان کی فتح اور ہماری غلطیاں' میں لکھتے ہیں:

"افغانستان کے حوالے سے پاکستانی میڈیا حب الوطنی کے جذبے کے تحت ایک سنگین غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے، جس کا کسی کو احساس نہیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پاکستانی میڈیا اپنی ریاست کی رہنمائی کر رہا ہے اور نہ طالبان کی۔ لیکن ایک جشن کا سا

سماں بندھ گیا ہے۔ مشرف حکومت کے فیصلے اور عالمی اور سفارتی حوالوں سے ریاستِ پاکستان آج بھی امریکہ کی اتحادی ہے۔ اور یوں اگر امریکہ کو شکست ہوئی ہے تو اس کے ہر اتحادی کو بھی شکست ہوئی ہے۔ لیکن میڈیا پر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ امریکہ ہارا اور پاکستان جیت گیا۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہم ہر روز امریکہ کو اپنے احسانات اور قربانیاں کیوں یاد دلا رہے ہیں؟"

دانشوروں کا یہ طبقہ طالبان کی شریعت کے نفاذ اور سابقہ دور کو دیکھتے ہوئے کسی حد تک خائف بھی نظر آتا ہے اور طالبان کے متعلق اپنے تحفظات کا بھی بار بار اظہار کر رہا ہے اور ان کی طرف سے، 'بنیادی انسانی حقوق'، 'خواتین کی تعلیم اور روزگار کے حقوق'، 'وسیع البنیاد حکومت جس میں تمام طبقوں کو نمائندگی دی جائے' جیسے مطالبات بار بار پڑھنے اور سننے کو مل رہے ہیں۔

تیسرا طبقہ: سیکولر اور دین بیزار دانشور

اس طبقے کے تحت نہ صرف سیکولر اور دین بیزار دانشور آتے ہیں بلکہ وہ غامدی فکر کے لوگ بھی اس میں شامل ہیں جو دین پر بعینہٖ عمل کرنے پر کسمساتے ہیں، دین کو 'موجودہ سماجی منظر نامہ کے ساتھ ہم آہنگ' بنانے کے لیے نت نئی تشریحات گھڑتے رہتے ہیں اور مغربی تہذیب کے اس قدر غلام ہیں کہ مغربی نظریۂ جمہوریت کو اسلام سے جوڑنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔

طالبان کی فتح سے متعلق اس طبقے کے نقطۂ نظر میں 'نئے طالبان' اور 'بدلے ہوئے طالبان' جیسی اصطلاحات بہت نظر آتی ہیں۔ یہ طبقہ طالبان کی فتح اور اس کے پاکستان پر اثرات سے شدید خوفزدہ ہے۔

ارشاد محمود ۱۶ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'کابل پھر اجڑ رہا ہے' میں لکھتا ہے:

"کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد پاکستان کی داخلی سیاست اور سماج پر بھی گہرے اور طویل المیعاد اثرات مرتب ہوں گے۔ طالبان کی سیاسی اور مذہبی فکر کے حامی، جو جاں بلب ہیں اور سیاسی طور پر بری طرح کمزور ہو چکے ہیں، نہ صرف تازہ دم ہو جائیں گے، بلکہ پاکستان کے طول و عرض میں انتہا پسند گروہ اور انہیں فکری غذا فراہم کرنے والے عناصر بھی سرگرم ہو جائیں گے... خاص طور پر متشدد گروہوں کو نئی زندگی مل سکتی ہے۔ وہ از سرِ نو اپنے آپ کو منظم کریں گے۔ ایسی صورتحال پاکستان کو داخلی طور پر عدم استحکام کا شکار کر سکتی ہے اور عالمی سطح پر تنہا بھی۔"

چونکہ اس طبقے سے تعلق رکھنے والے طالبان کو 'قدامت پسند'، 'جاہل' اور 'عصرِ حاضر کی تہذیب سے نا آشنا' سمجھتے ہیں، اس لیے ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء تک کی طالبان کی حکومت کی پالیسیوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ افغانستان دوبارہ سے سماجی اور ثقافتی 'تاریکی' اور 'عدم برداشت' میں ڈوب جائے گا۔

جاوید چوہدری ۱۹ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'طالبان فیکٹر' میں لکھتا ہے:

"ہمارے لیے دوہری مصیبت ہے، یہ لوگ اگر ۲۰۰۱ء کی طرح ناکام ہو گئے تو امریکہ ایک بار پھر ان کی ناکامی پاکستان پر ڈال دے گا اور ہم ۲۰۰۱ء کی طرح دوسری مرتبہ ان کا ملبہ اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اور دوسرا اگر یہ کامیاب ہو گئے، تو پھر طالبان ماڈل کو پاکستان آتے دیر نہیں لگے گی۔ پاکستان میں ان کے لاکھوں بلکہ کروڑوں چاہنے والے موجود ہیں۔ یہ اگر افغانستان میں کامیاب ہو گئے تو ان کے شاگرد پاکستان کے اندر بھی ان کے جھنڈے لہرانا شروع کر دیں گے اور یہ سلسلہ اگر ایک بار چل پڑا تو آپ خود اندازہ کر لیجیے، ہماری کیا حالت ہو گی۔ چنانچہ ہمیں افغانستان کی کسی بھی صورتحال پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ یہ چھری اور خربوزے کا کھیل ہے۔"

پرویز ہودبوئے جیسے اول درجے کے لبرل عناصر 'کھسیانی بلی کھمبا نوچے' کے مصداق بے پر کی اڑا رہے ہیں۔ پرویز ہودبوئے ۲۸ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے انگریزی کالم "A Reformed Taliban?" (اصلاح شدہ طالبان؟) میں لکھتا ہے:

"پاکستان کو طالبان کے نئے چہرے کا استقبال کرنا چاہیے، لیکن ساتھ ہی ساتھ مضبوطی سے ان کو 'مہذب رویہ' اپنانے پر زور بھی دینا چاہیے۔

یہ قابلِ فہم بھی ہے۔ جو دوحہ کے آرام دہ اور پُر آسائش ہوٹلوں، اور پشاور اور کوئٹہ میں موجود اپنے بنگلوں میں رہنے کے عادی ہو چکے ہوں، وہ اپنے اُن پہاڑی دیہاتوں میں واپس جانے کے قابل نہیں رہے، جہاں سے انہوں نے حملہ آوروں کے خلاف جنگ کی تھی۔ بلکہ وہ اب اپنے حملہ آوروں کی ہی ایجاد کردہ 'عمدہ زندگی' چاہتے ہیں۔ بعید نہیں

کہ مستقبل میں وہ، یا شاید ان کے بعد آنے والی نسل، اپنے بچوں کو پاکستانی اور افغانی مدارس میں بھیجنے کی بجائے عام سکولوں میں بھیجنے لگے۔"

طالبان کی مخالفت میں سیکولر اور لبرل دانشور طبقہ اور غامدی مکتبہ فکر ایک ہی پیج پر ہیں، جیسا کہ عموماً ہوتا آیا ہے۔ جاوید غامدی کے شاگرد بھی طالبان کے متعلق ہرزہ سرائی میں کسی سے پیچھے نہیں۔ صوبائی مراکز کی فتح سے قبل، جب طالبان تیزی سے اضلاع فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور افغان فوج ہر جگہ ہتھیار ڈالتی چلی جا رہی تھی، تب خورشید ندیم ۲۵ جون ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'افغانستان کس کا قبرستان؟' میں لکھتا ہے:

"افغانستان اور اس خطے میں امن کی ضمانت صرف اس میں ہے کہ یہ ملک انسانی تہذیب کے قافلے میں آملے۔ انسانی تہذیب کا کوئی تصور جمہوریت کے بغیر نامکمل ہے۔ جب تک افغانستان میں اقتدار کی منتقلی کا کوئی پُر امن راستہ موجود نہیں، خانہ جنگی اس ملک کا مقدر رہے گی۔ جمہوریت ہی اس کا واحد حل ہے۔"

خورشید ندیم جسے 'انسانی تہذیب سے بچھڑا ہوا سماج' قرار دے رہا ہے، وہاں جس شان و شوکت سے طالبان فاتح بنے، امن و امان کی بے مثال روایت قائم کی، کیا کسی 'تہذیب یافتہ' اور 'ترقی یافتہ' ملک کی فہرست سے ایسی کوئی مثال لائی جا سکتی ہے؟ سوائے اُن چند ہزار لوگوں کے، جو پہلے امریکیوں کے آلۂ کار بنے بیٹھے تھے اور اب اُسی مادر پدر آزادی کے پیچھے یہاں سے بھاگ چکے ہیں، پورا افغانستان طالبان کی آمد پر جشن منا رہا ہے۔

مگر جدید مغربی تہذیب نے اس طبقے کی آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی ہے، اور انہیں اسلام کی وہ روشن مشعل نظر ہی نہیں آرہی جو طالبان نے اٹھا رکھی ہے۔ اب انہیں یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ طالبان تو بدلے نہیں، کہیں دوبارہ سے اسلامی شریعت نہ نافذ کر دیں۔ اس حوالے سے خورشید ندیم ۲۸ اگست ۲۰۲۱ء کے اپنے کالم 'کیا طالبان تبدیل ہو گئے ہیں؟' میں لکھتا ہے:

"کیا آج طالبان کا تصورِ ریاست تبدیل ہو گیا ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ نئے طالبان نے واضح لفظوں میں بتا دیا ہے کہ وہ جمہوریت پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ مشاورت کو مانتے ہیں اور وہ بھی علماء سے۔ جدید طالبان سے جب عورتوں اور پردے کے بارے میں سوال ہوا تو ان کا جواب یہی تھا کہ اس کا تعین علماء کریں گے۔ اس لیے نظریاتی اعتبار سے نئے طالبان بھی وہی ہیں جو قدیم طالبان تھے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا آج کے علماء بھی وہی ہیں یا بدل گئے؟ اس کے لیے ہمیں اس وقت کا انتظار کرنا پڑے گا جب وہ سماجی، سیاسی اور معاشی امور پر کوئی حکمت عملی بنا لیں گے۔ آثار یہی ہیں کہ ان کی سوچ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔"

اختتامیہ

اس ساری بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ پاکستان کا میڈیا 'اسٹیٹ کنٹرولڈ' میڈیا ہے۔ اس لیے بالآخر میڈیا پر وہی بات آئے گی جس کی بالواسطہ یا بلاواسطہ ریاست اجازت دے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ میڈیا پر لادین طبقے کی اجارہ داری ہے، اس لیے پاکستان میں دین مخالف اور دین بیزار طبقہ اگرچہ بہت چھوٹا سا ہے، مگر ان کی آواز زیادہ گونجتی ہے۔ لیکن حق اپنا لوہا منوانے کے لیے کسی سہارے کا محتاج نہیں۔ مجاہدین نے جہاد فی سبیل اللہ میں جان و مال کی بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں۔ یہ انہی قربانیوں کا ثمر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کے ذریعے اپنے بندوں کو ایسی عزت سے نوازا۔ ہمیں امید ہے کہ پاکستانی میڈیا اور صحافتی طبقہ جتنا بھی اس فتح کے ثمرات چھپانا چاہے یا اسے اپنی مرضی کا رنگ دینا چاہے، طالبان کی تحریک اور امارتِ اسلامیہ کی کرنیں پھیلیں گی۔ افغانستان میں طالبان کی حالیہ فتح، فتحِ مکہ کی ایک جھلک ہمارے نظروں کے سامنے لے آتی ہے، کہ جس کے بعد دیگر خطوں کے لوگوں میں حقیقی اسلام کا رنگ پھیلے گا۔ فتحِ مکہ کے وقت نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے، اللہ تعالیٰ کے اس قرآنی اعلان کی گونج آج ایک بار پھر فضاؤں میں محسوس ہو رہی ہے:

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

☆☆☆☆☆

اہم تنبیہ!

اس خصوصی شمارے میں علمائے کرام کی اجازت سے انسانی تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ تاہم یہ اجازت اس درجے میں ہمیں دی گئی ہے کہ جب تک یہ تصاویر عکسی ہیں، اور کاغذ پر نہیں اتری ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی فرد بھی اس شمارے کو کاغذ پر پرنٹ کرنا چاہے تو براہِ کرم انسانی تصاویر کو بلر (blur) کر کے پرنٹ کرے۔ قدیم و معاصر علماء کی اکثریت بہر حال کاغذ پر اتری ہوئی تصویر کی اجازت نہیں دیتی۔

تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو!

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

طالبان کی فتح کابل میں کئی معرکوں کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ وجہ یہ بھی ہے کہ طالبان کی عسکری تربیت مدرسہ نبوت ﷺ سے ہوئی ہے۔ فتح مکہ میں کریم نبی ﷺ کا اسوہ مشعلِ راہ بنا۔ مشرکین مکہ کے ہاتھوں ستائے گئے عظیم نبی ﷺ فتح و نصرت کا لشکر لیے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی سرزمین پر سربلند و سرخرو ہو کر داخل ہو رہے ہیں۔ مشن کی تکمیل کے اس مرحلے میں سیاہ عمامہ پہنے آپ ﷺ کا مبارک سر فرطِ تواضع سے اللہ کے حضور یوں جھکا ہوا تھا کہ داڑھی مبارک کجاوے کی لکڑی کو چھو رہی تھی۔ سورۃ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ایسا فاتح جس نے عدل و انصاف، تواضع و انکسار، عفو درگزر کو شعار بنایا۔ خون کے پیاسے دشمنوں کے لیے پیغام تھا، 'آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو'۔ آپ نے طاقت کو عفو و درگزر میں ڈھال کر عام معافی کا اعلان فرمایا۔ 'جو ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے، اسے امان ہے، جو اپنا دروازہ اندر سے بند کرلے اسے امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امان ہے'۔ خانہ کعبہ کے بت آپ ﷺ کمان کی ٹھوکر سے گراتے جا رہے تھے یہ فرماتے ہوئے: 'حق آگیا اور باطل چلا گیا۔ باطل جانے والی چیز ہے'۔ (اسلام آباد میں ستم کی انتہا یہ ہے کہ بانیان پاکستان، محمد علی جناح کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے اور اقبال کو نظریۂ پاکستان، کلمہ توحید کی بنیاد پر پیش کرنے کی سزا دی۔ بت شکن انبیاء کی آل ہو کر بھی دونوں کے مجسمے (بت) ملک کے مرکزی مقام پر چڑھا کھڑے کیے۔) خانہ کعبہ میں تصاویر جو مشرکین نے بنا رکھی تھیں آپ ﷺ حکم سے مٹادی گئیں، طالبان نے خواتین کی حیا باختہ تصاویر مٹا ڈالیں سنت کی پیروی میں۔ درج بالا منظر آج لحہ بہ لحہ طالبان کی فتوحات میں دیکھئے۔ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دینے کا کفر کا زعمِ باطل ہوا ہو گیا۔ اللہ اسے مکمل کر کے رہے خواہ یہ کافروں کو کتنا ناگوار کیوں نہ ہو! یہی مناظر اپنے وقت کی سپر پاورز ایران و روم میں دیکھے گئے۔ شمالی افریقہ، اسپین میں شرق تا غرب۔ تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا۔ کفر اتنا ہی دم بخود، ہزیمت خوردہ، سراسیمہ ان تمام خطوں میں بھی ہوا تھا۔

پوری تاریخ کے مناظر ہمیں اس قافلہ سخت جاں نے دکھا دیئے۔ سنت رسول ﷺ کے عین مطابق افغانستان میں ہر جگہ فتح کے ساتھ امن، تحفظ، عفو درگزر کی یقین دہانیاں۔ امارت کی جانب سے ترجمان سہیل شاہین کا کہنا تھا: "ہم ملک اور عوام کے خادم ہیں۔ کابل (جو طالبان دشمنی کا مرکز تھا) کے لوگوں کو فکر نہیں ہونی چاہیے۔ ان کا جان و مال محفوظ ہے۔ یہاں ٹھہریں۔ نہ بھاگیں۔ ملک کی تعمیر نو میں مدد دیں۔ ہم کسی سے انتقام نہیں لیں گے"۔ اسلامی امارت کی جانب سے فتح کابل سے عین پہلے جو اعلامیہ جاری ہوا وہ صبر، تحمل، بردباری اور دانائی کا شاہکار ہے۔ مومنانہ فراست پوری حکمت عملی میں عیاں ہے۔ 20 سال ہر قسم کی جدید آلودگی (کالی اسکرینیں، برے مناظر، فکر و نظر میں ژولیدگی بھرنے والے اشرار اور افکار) سے محفوظ قرآن و سنت سے وابستگی، مدرسۂ جہاد عین غزوات و سرایہ سے براہ راست جوڑنے والا! عقل عیار نہیں عشق بلاخیز کے حامل، ابراہیمؑ کے بیٹے۔ بے خطر آتش نمرود میں کود پڑنے والے۔ ہر قسم کے معذرت خواہانہ رویوں سے پاک۔ دنیا بچانے کی خاطر دین کا کچھ حصہ چھوڑنے کی بجائے دین بچانے کی خاطر پوری دنیا سے ہاتھ اٹھا لینے والے۔ آج دنیا جن کے قدموں میں لوٹ رہی ہے۔ بدر کا منظر اور نبی کریم ﷺ کی دعا دیکھ لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جنگ بدر کے موقعہ پر ۳۱۵ آدمی لیکر مدینہ سے نکلے اور یہ دعا کی: "اے اللہ! یہ لوگ پیدل چل رہے ہیں ان کو سواری دے۔ اے اللہ! ان کے جسم پر کپڑے نہیں ہیں، انہیں پوشاک عطا فرما۔ اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں انہیں آسودہ کر۔ اللہ نے بدر میں مسلمانوں کو فتح سے نوازا اور وہ اس حال میں مدینہ لوٹے کہ ہر آدمی کے پاس ایک یا دو اونٹ تھے اور ہر ایک کو کھانا اور کپڑا میسر ہوا۔ (ابو داود) اللہ سے عہد بندگی سچا کر دکھانے والوں کے لیے فتح و نصرت کے دروازے کل بھی کھلے اور آج بھی۔ نبی ﷺ کی دعا ۱۴۰۰ سال کا فاصلہ طے کر کے طالبان کے لیے ہم قبول ہوتے دیکھتے ہیں۔ آج ان کے پاس دیو ہیکل ہموی ہیں۔ نعمتیں ان کے قدموں تلے ہیں۔ اللہ انہیں ان پر بھی صبر و انضباط عطا فرمائے، آمین۔

عسکری مہارت کا کمال ہے کہ کابل جیسا طالبان مخالف شہر ادنی ترین مزاحمت یا الجھاؤ کے بغیر فتح ہو گیا! یہ معجزے سے کم نہیں! یہاں رک کر عالمی میڈیا میں طالبان کو جس طرح اجڈ، وحشی، مار دھاڑ کرنے والے شدت پسند، دہشت گرد جیسے القاب سے نوازا جاتا رہا، اس کے برعکس یہ کس درجے شائستہ، مہذب، صبر و حلم سے آراستہ گروہ ہے! حکومت کے قیام کے بعد طالبان کو بدعنوانی کی ہمہ نوع عفریت کا چیلنج درپیش ہو گا جو سرکاری اداروں میں پرانے ملازمین سے کام

لینے میں سامنے آئے گا، جس کی ہوش ربا کہانیاں زباں زد عام ہیں۔ ایک کھرب ڈالر امریکہ نے جو ان پر لگایا وہ اسی طرح برباد ہوا۔

ایسا ہی بیان امیر المومنین ملا ہبۃ اللہ کی جانب سے جاری ہوا ہے۔ اس پر متوجہ کیا ہے کہ اللہ کی مدد و نصرت سے حاصل ہونے والی فتوحات شریعت مطہرہ کے اتباع کی بنا پر ہی ہیں۔ اس کے تحفظ کے لیے احتیاط کریں کہ آپ کہیں فتوحات پر غرور، تکبر، عجب اور خود ستائی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ مال غنیمت میں خیانت نہ ہو۔ جو آپ کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ کہیں آپ سے ظلم سرزد نہ ہو جائے۔ امور شریعت کی پابندی اور تواضع کی تاکید کی ہے۔ ذکر و دعا کی یاد دہانی ہے۔ امام احمد بن حنبل کا فرمان یاد آتا ہے کہ کوڑوں کی آزمائش سے توڑوں (اشرفیوں کی بہتات) کی آزمائش زیادہ سخت تھی۔ اللہ اس عظیم گروہ ہو جس نے سنت جہاد کو امت میں جاری رکھا، اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔ شاندار گاڑیوں، اونچی مسندوں، مقبولیت اور ہر دلعزیزی، بالخصوص میڈیا اور موبائیلوں کی آزمائش میں محفوظ رہیں۔ 20 سال کی سخت کوشی، اجنبیت اور تنہائی کے بعد خدانخواستہ دنیاوی آلائشیں چھو نہ جائیں۔ اللہ انہیں حبِ دنیا سے بچا! آمین۔ دوسری طرف سینٹ کام کے کمانڈر نے طالبان قیادت سے ایئرپورٹ پر معاملات امریکا ہی کے حوالے رہنے دیں، مداخلت نہ کریں' کی درخواست کی تھی۔ وہ قبول کرلی گئی تھی۔ جس کے بعد بدترین مناظر امریکی ایئر فورس کے جہاز پر چڑھنے کے ضمن میں پیش آئے۔ افراتفری، بدنظمی، ہجوم پر فائرنگ اور 10 افراد کا مرنے کا واقعہ سپرپاور کی انتظامی صلاحیتوں پر سوالیہ نشان ہے۔ دوڑتے جمعہ بازار جیسے ہجوم کے درمیان جہاز چل رہا ہے۔ جنگجوؤں کے زیر انتظام ملک پرسکون، امن میں ہے۔ کابل، افغانستان اس وقت ایک آئینہ ہے، ایک اسکرین ہے جس پر کرداروں، ضمیروں، اقوام کے چہرے، ان کے ایکسرے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اشرف غنی ہی کو دیکھ لیجیے۔ بیروت کی امریکن یونیورسٹی اور کولمبیا یونیورسٹی نیویارک سے تعلیم یافتہ۔ علوم بشریات میں ڈاکٹریٹ کی۔ علوم بشریات میں انسانوں کا ماضی، حال، ثقافتی احوال گہرائی میں سمجھا سکھا جاتا ہے۔ تاہم انسان بن کر رہنا سکھانا نصاب میں شامل نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے کابل یونیورسٹی، ڈنمارک، امریکی برکلے اور جان ہاپکنز یونیورسٹیوں میں پڑھایا۔ وہاں بشریات کی تھیوری تھی۔ عملی بشریات کے اسباق دنیا نے 15 اگست کو ان سے پڑھے جب یہ کرسیٔ صدارت سے 'رضاکارانہ' اتر کر چل دیئے۔ غنی نے باقی تربیت ورلڈ بینک کی ملازمت سے حاصل کی، جہاں وہ چند سال مشرقی اور جنوبی ایشیا میں پراجیکٹ پر کام کرتے رہے۔ (ہمارے ممالک کو ورلڈ بینک کے ملازم بہت اچھا چلا لیتے ہیں) چنانچہ 2002 سے وہ صدر حامد کرزئی کے مشیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ان کی اہلیہ رولا غنی، لبنانی عیسائی ہیں۔ قوم کو آخر تک ڈٹے رہنے کا عندیہ دے کر اچانک صدر اشرف غنی ہیلی کاپٹر لیے نکل گئے۔ روسی سفارت خانے کے ترجمان کے مطابق رقم سے بھری چار گاڑیاں اور باقی رقم ہیلی کاپٹر میں ٹھونس لے جائی گئی۔ پھر بھی بادل نخواستہ انہیں کچھ رقم چھوڑنی پڑی، دکھی دل سے۔ لمحہ فکریہ تو یہ ہے کہ عمر 72 سال، صرف 2 بچے ہیں جو خود انہی کی طرح اعلیٰ تعلیم یافتہ، خود کفیل ہیں۔ 4 افراد پر مشتمل کنبے کی ضروریات زندگی کتنی ہوں گی، جو ساری زندگی اعلیٰ ترین نوکریوں کی کمائی کے باوجود غریب مسکین افغانوں کی کمائی پر ہاتھ یوں صاف کرنے پر مجبور ہوئے؟ حدیث مجسم! 'اگر آدم زاد کے پاس دو وادیاں بھر کر مال ہو تو وہ تیسری وادی کی تمنا کرے گا۔ ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھر سکتا' (بخاری) یہ حاصل ہے شاندار جمہوریت کا، جو افغان عوام کو اسلامی امارت کے چنگل سے چھڑا کر عالمی اعلیٰ تعلیم یافتہ طاقتوں نے جنگ کے ذریعے مسلط کی۔ یہی شہکار ہے تیرے ہنر کا!

اشرف غنی کی جگہ ملا عبدالغنی برادر اور ان کے طالبان برادران ہوں گے۔ وہ جو قوم سے برادرانہ سلوک بھی کریں گے اور باذن اللہ۔

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل!

دنیا نے پہلے بھی دیکھا تھا اس حیات بخش نظام کو اور کفر کو اندیشہ یہی تھا کہ اگر اسے روکا کچلا نہ گیا تو جمہوریت کی ہوا اکھڑ جائے گی، بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ یہ مسلم دنیا میں وائرل ہو جائے گا۔ اب ایک مرتبہ پھر یہی غم انہیں کھائے جا رہا ہے۔

[روزنامہ نئی بات، ۲۲ اگست ۲۰۲۱ء]

☆☆☆☆☆

افغانستان میں طالبان کی حکومت اور پاکستان کا مذہبی عنصر

اوریا مقبول جان

امریکہ کی افغانستان میں ذلت آمیز شکست کے بعد اب دوسری شکست ان سیکولر، لبرل، جمہوریت پرست تجزیہ نگاروں کی ہو رہی ہے جو گزشتہ ایک سال سے یہ واویلا مچا رہے تھے کہ اگر امریکہ افغانستان سے چلا گیا تو وہاں ایک ایسی خانہ جنگی کا سماں ہو گا کہ تاریخ میں کسی نے نہ دیکھا ہو۔ مہاجرین کے قافلے پاکستان کا رخ کریں گے اور افغانستان میں خانہ جنگی کے نتیجے میں پاکستان میں دہشت گردی کو فروغ ملے گا۔ گزشتہ ماہ چھ جولائی ۲۰۲۱ء کو ٹیکنالوجی پرستوں کا 'دیوتا' رات کی تاریکی میں اپنے سب سے محفوظ ٹھکانے 'بگرام ایئر بیس' سے بھاگ نکلا۔ پجاریوں کو علم تک نہ ہوا۔ سب سے بڑا 'پروہت' جو افغان حکومت سنبھالے بیٹھا تھا، اسے بھی اپنے اس دنیوی معبود کے بھاگنے کی خبر نہ ہو سکی۔ آج اس واقعے کو اڑتیس دن ہو چکے ہیں، لیکن تجزیہ نگاروں کا ایک خواب بھی پورا نہیں ہوا۔ جب امریکہ بگرام سے بھاگا تو اس وقت پچاسی فیصد افغانستان پر طالبان کا کنٹرول تھا، اور تمام ضلعی مراکز ان کے حصار میں تھے۔ امریکہ نے جانے سے پہلے ہی اپنے ان 'وفاداروں' کو اشارہ کیا کہ اب تم وہ غیرتِ افغانی دکھاؤ جس کا ہمیں گزشتہ دو سالوں سے طعنہ دے رہے تھے کہ اگر آپ چھوڑ بھی جاؤ تو ہم لڑتے رہیں گے۔ امریکی صدر جو بائیڈن نے بگرام سے رخصتی سے اگلے دن کہا کہ 'ساڑھے تین لاکھ افغان سیکیورٹی افواج کو دنیا کی بہترین ٹریننگ میسر کی گئی، انھیں دنیا کے جدید ترین اسلحے سے لیس کیا گیا، اور ان کے پاس عالمی دفاعی نظام براستہ سیٹلائٹ رہنمائی میسر ہے۔ اب وہ جانیں اور طالبان جانیں'۔ امریکیوں کو معلوم تھا کہ ان دودھ پینے والے مجنوؤں اور 'بھاڑے کے ٹٹوؤں' کی مبلغ اوقات کیا ہے۔ اسی لیے ۲۹ فروری ۲۰۲۰ء کو امریکہ اور طالبان کے درمیان معاہدے کے بعد امریکہ نے انھیں میدان میں اتار کر کھلی چھٹی دے دی۔ ایک سال پانچ ماہ امریکہ اور نیٹو کی تیار کردہ اس افغان فوج کو ملا، لیکن پسپائی، ہتھیار ڈالنے کی ذلت و رسوائی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بددیانتی اور کرپشن کے الزامات کا ایسا عالم کہ امریکہ سے ملنے والا پچاس فیصد اسلحہ طالبان کو بیچ دیا گیا۔ اس ڈیڑھ سالہ لڑائی کی کوکھ سے یہ حقیقت برآمد ہوئی کہ آج پچانوے فیصد افغانستان پر طالبان کا قبضہ ہے۔ وہ تمام قانونی راستے جو ایران، تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، چین اور ایران کو جاتے ہیں، جہاں سے سامانِ تجارت درآمد و برآمد ہوتا ہے، اور انسانوں کی آمد و رفت بھی کنٹرول ہوتی ہے، اس پر طالبان کا پرچم لہرا رہا ہے۔ صوبائی اور ضلعی ہیڈ کوارٹر محصور ہیں، جنھیں طالبان ایک ایک کر کے فتح کرتے جا رہے ہیں۔ اس ڈیڑھ سال کی فتح میں طالبان کے خلاف نہ عوام نے کسی قسم کے ہتھیار اٹھائے، اور نہ ہی وہ احتجاج کی صورت سڑکوں پر نکلے۔ اس کے برعکس عالم یہ رہا کہ طالبان روزانہ افغان سیکیورٹی فورسز کے ارکان کی لسٹ جاری کرتے رہے، جو افغان حکومت چھوڑ کر ان کے ساتھ ہتھیار ڈال کر شامل ہو رہے تھے۔ اس مایوسی اور ناکامی کے عالم میں امریکی ۶ جولائی کو بگرام سے نکلے اور دوسرے بڑے حمایتی بھارت کا آخری ٹھکانہ مزار شریف ۱۱ اگست کو خالی ہو گیا۔ امریکہ اور بھارت کے بعد اب جو رسوائی ان تجزیہ نگاروں اور دانشوروں کا مقدر ہو رہی ہے، وہ بھی دیدنی ہے۔ یہ گزشتہ دو ماہ سے ایڑیاں اچکا اچکا کر طورخم اور اسپین بولدک کے بارڈر کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہاں سے افغان مہاجرین کا ریلہ آئے گا، طالبان کے ظلم و ستم کی کہانیاں بیان کرے گا، پاکستان کی حکومت انھیں بارڈر پر روکے گی، ایک تماشہ لگے گا۔ رات کو 'سرخی پاؤڈر لگائے اینکرز' طالبان کے تشدد کا تذکرہ کریں گے اور اسلام کی شدت پسندی پر گفتگو ہو گی۔ پاکستانی نہیں بلکہ عالمی تجزیہ نگاروں کی مایوسی کا بھی عالم ویسا ہی ہے کہ ڈھونڈنے کے بعد انھیں مہاجرین کے کیمپ کی ایک تصویر ملی اور وہ بھی قندھار کے ان شہریوں کی جو شہر میں لڑائی کی وجہ سے اس کے مضافات میں آکر آباد ہوئے ہیں اور طالبان ان کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے سوات اور قبائلی علاقہ جات کے لوگ آئی ڈی پیز ہوئے تھے۔ افغان قوم کا طالبان پر اس قدر اعتماد ہے کہ ڈیڑھ سال کے دوران کوئی اپنا گھر بار چھوڑ کر نہیں بھاگا۔ البتہ سیکیورٹی فورسز ضرور بھاگیں، پچاس ہزار مترجم اور سہولت کار ضرور اپنی ویزہ درخواستیں لے کر امریکہ کی ایمبیسی کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے۔ یہ شکست صرف تجزیہ نگاروں اور دانشوروں کی نہیں، بلکہ امریکی اور مغربی ممالک کی امداد کی راہ دیکھتے ہزاروں موم بتی مافیا والوں کی بھی ہے۔ وہ جو مدتوں سے اس وقت کی راہ دیکھ رہے تھے کہ امریکہ نکلے گا تو چاروں طرف ایسا غدر مچے گا کہ ہر کسی کو پریشانی میں بھاگنا پڑے گا۔ پاکستان مستقل طور پر بدامنی اور معاشی بے حالی کا شکار ہو گا، چین کی راہداری کھٹائی میں پڑے گی، اور یوں این جی اوز کا کاروبار چمکے گا جو مہاجرین کی آبادکاری، شدت پسندی کے خلاف جدوجہد اور دیگر مصنوعی نعروں کی بنیاد پر امریکہ اور مغرب سے پیسے کمائیں گی۔ ان 'ظالموں' کی توقعات کے برعکس سب کچھ اتنی

خاموشی سے ہوتا چلا جارہا ہے کہ کسی کو یقین نہیں آرہا۔ اگر افغانستان میں قتل وغارت اور خونریزی کی چھوٹی موٹی فوٹیج بھی انھیں میسر آئی ہوتی تو اس وقت دنیا بھر کا میڈیا چیخ رہا ہوتا۔ حیرت یہ ہے کہ سوشل میڈیا والوں کو بھی طالبان کو بدنام کرنے کے لیے بیس سال پرانی ویڈیو کا استعمال کرنا پڑ رہا ہے۔ حسرتِ ناکام سے لٹکے ہوئے ان چہروں کا عالم یہ ہے کہ پھر بھی روز چینل پر بیٹھ کر اور اخبارات میں اپنی تحریروں سے یہ آج بھی خواب دیکھتے اور دکھاتے ہیں کہ افغانستان میں خانہ جنگی ہونے والی ہے، مہاجرین آنے والے ہیں، پاکستان میں دھماکے ہوں گے، شدت پسندی بڑھے گی۔ اس مختصر سے این جی او زدہ سیکولر، لبرل، دانشورانہ گروہ کے برعکس پاکستان کے عوام کا ایک بھرپور طبقہ ایسا ہے جو اپنے دلوں میں یہ خواہش لیے بے تاب رہتا ہے کہ اس ملک پر کب اور کیسے اسلام کا عادلانہ نظام نافذ ہوگا۔ دلوں میں اس خواہش کی آبیاری قیامِ پاکستان کی تحریک کے دور سے چلی آرہی ہے۔ یہ وہ 'مذہبی فیکٹر' ہے جو گزشتہ ستر سالوں میں بار بار مایوس ہوا ہے۔ کبھی مذہبی سیاسی جماعتوں کے ہاتھوں اور کبھی مین اسٹریم جمہوری پارٹیوں کے اسلامی تشخص کے فریب سے۔ اس طبقے کے اندر دینی غیرت وحمیت کسی پارٹی ڈسپلن کی محتاج نہیں ہے۔ یہ کسی قسم کی مصلحت کا قائل بھی نہیں ہوتا۔ اس طبقے کو علامہ خادم حسین رضویؒ نے ایک نعرے کے ساتھ منظم کیا تھا کہ 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تخت پر لانا ہے'۔ ان کی نوّے فیصد تقاریر اس نعرے کے گرد گھومتی تھیں۔ شاید اس نعرے کا خوف تھا کہ اس سیاسی پارٹی پر اتنی عجلت میں پابندی لگائی گئی۔ آج اگر کوئی بغور دیکھے تو اس پارٹی میں دیگر مسالک کے بے شمار لوگ بھی شامل ہو چکے ہیں۔ تحریکِ لبیک کے علاوہ ایک طبقہ وہ بھی ہے جو گزشتہ بیس سالوں میں کبھی طالبان کی حمایت، کبھی مجاہدین کے ساتھ، کبھی القاعدہ سے تعلق کے نام پر مار کھائے جارہا ہے۔ ان میں بہت سے گوانتاناموسے بگرام تک جیلیں بھی بھگت چکے ہیں۔ گیارہ ستمبر کے بعد ان میں ایک نئی روح داخل ہوئی تھی، لیکن پاکستان میں ان کے گروہوں میں بھارتی دخل اندازی اور دیگر عوامل نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔ یہ سب بکھر گئے۔ آج یہ دونوں گروہ منتشر ہیں۔ پنجاب اور سندھ کے تقریباً ہر شہر میں تحریکِ لبیک اور خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں اسلامی انقلاب کے داعیین۔ یہ دونوں اب تک جمہوریت میں اپنا راستہ تلاش کیا کرتے تھے۔ دنیا بھی ان سے سوال کرتی کہ جمہوریت کے علاوہ اور کون سا راستہ ہے کہ تم برسرِ اقتدار آؤ گے۔ لیکن طالبان اگر افغانستان میں برسرِ اقتدار آگئے، انھوں نے وہاں شریعت نافذ کر دی تو پھر اس سوال کا عملی جواب موجود ہو گا کہ اسلام کے نفاذ کے لیے جمہوریت کے علاوہ بھی راستے موجود ہیں۔ ایسے لمحے میں یہاں ایک ایسی تحریک جنم لے سکتی ہے جو خالصتاً پاکستانی ہو گی اور جس کی قوت کے مقابلے میں کوئی نہ ٹھہر سکے گا۔

[روزنامہ نیوز ۹۲، ۱۳ اگست ۲۰۲۱ء]

☆☆☆☆☆

امارت اسلامی کے ہاتھ آنے والے غنائم

"انہوں (بائیڈین انتظامیہ) نے 85 ارب ڈالر مالیت کا امریکی سامان ہمارے دشمن طالبان کے ہاتھوں چھوڑ دیا۔ 75 ہزار گاڑیاں، 200 سے زائد طیارے اور ہیلی کاپٹر، 6 لاکھ سے زائد چھوٹے ہتھیار۔ طالبان کے پاس دنیا کے 85 فیصد ممالک سے زیادہ بلیک ہاک ہیلی کاپٹر موجود ہیں۔ لیکن صرف ہتھیار ہی نہیں، ان کے پاس رات کو دیکھنے والے چشمے، باڈی آرمر اور ناقابل یقین طور پر طالبان کے پاس اب بائیو میٹرک ڈیوائسز بھی موجود ہیں جن میں فنگر پرنٹس، آئی سکینر اور بائیو گرافیکل معلومات والے آلے شامل ہیں جس میں ان تمام افغانیوں کی معلومات موجود ہے جو 20 سال سے ہمارے ساتھ تھے اور ہماری مدد کر رہے تھے"

ایک امریکی رکن کانگریس کی پریس کانفرنس

☆☆☆☆☆

طالبان کا اچھا آغاز

شاہنواز فاروقی

طالبان نے کابل کا کنٹرول حاصل کرنے کے بعد عمدگی کے ساتھ اپنے سفر کا آغاز کیا ہے۔ طالبان نے سب سے بڑی بات یہ کی ہے کہ انہوں نے اپنے تمام حریفوں اور دشمنوں کے لیے معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ انہوں نے ایسے تمام حریفوں اور دشمنوں سے کہا ہے کہ وہ کسی قسم کا خوف محسوس نہ کریں۔ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ انہوں نے ملک سے فرار ہونے والے افغان باشندوں سے اپیل کی کہ وہ ملک واپس آجائیں۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے گزشتہ 20برسوں میں 2لاکھ سے زیادہ افغان باشندوں اور 50ہزار سے زیادہ طالبان کو شہید کیا ہے، انہوں نے ہزاروں طالبان کو جیلوں میں ٹھونسا ہے، کابل فتح کرنے کے بعد طالبان چاہتے تو اپنے تمام حریفوں اور دشمنوں سے حساب برابر کر سکتے تھے، مگر طالبان نے عام معافی کا اعلان کر کے فتح مکہ کی یاد تازہ کر دی۔ حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے وقت دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کے دروازے پر موجود تھے، یہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتا تھا، مگر حضور اکرم ﷺ نے اہل مکہ کے ہر ظلم کو فراموش کر کے اپنے تمام حریفوں اور دشمنوں کو معاف کر دیا۔ طالبان بھی فتح کابل کے بعد اپنے حریفوں اور دشمنوں کے سروں پر قہر بن کر ٹوٹ سکتے تھے، مگر وہ بدلے اور انتقام کے جذبات سے بلند ہو گئے، یہ معمولی بات نہیں۔ یہ جدید تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ امریکہ اور اسکے اتحادیوں نے نائن الیون کے بعد افغانستان کو فتح کیا تھا، تو انہوں نے افغانستان ہی میں نہیں پاکستان میں بھی طالبان پر زمین تنگ کر دی تھی۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے چن چن کر طالبان کو مارا۔ امریکہ نے پاکستان میں افغانستان کے سفیر ملا ضعیف تک کو نہ بخشا۔ جنرل پرویز مشرف نے ملا ضعیف کو امریکہ کے حوالے کر دیا۔ امریکہ نے ملا ضعیف کو ننگا کر کے ان پر تشدد کیا، حالانکہ ملا ضعیف کو سفارتی قوانین کے تحت گرفتاری اور تشدد سے استثنا حاصل تھا۔ لیکن امریکہ اور اس کے اتحادی تشدد سے کیسے باز رہتے، تشدد ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا۔ خون آشام امریکیوں کی فطرت ہے، امریکہ کے سفید فاموں نے امریکہ فتح کیا تو انہوں نے 8سے 10کروڑ ریڈ انڈینز کو مارا۔ دوسری جنگ عظیم میں 30لاکھ انسانوں کو ہلاک کیا۔ امریکہ نے ویت نام میں 10لاکھ لوگوں کو مارا۔ دوسری جنگِ عظیم میں امریکہ نے جاپان کو عسکری شکست سے دوچار کر دیا تھا اور جاپانی فوجیں امریکہ کے آگے ہتھیار ڈالنے ہی والی تھیں، امریکیوں نے اس سلسلے میں جاپانیوں کے خفیہ پیغامات کو پڑھ لیا تھا، مگر اس کے باوجود امریکہ نے جاپان کے خلاف دو ایٹم بم استعمال کیے اور ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کو زندہ جلا دیا۔ لاکھوں کو زندہ درگور کر دیا۔ امریکہ چاہتا تو مفتوحہ جاپانیوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر سکتا تھا، مگر معافی کا لفظ امریکہ کی لغت میں موجود ہی نہیں۔ لیکن طالبان نے اسلام کی روح کے عین مطابق کابل پر کنٹرول حاصل کرتے ہی امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ بلاشبہ اسلام معافی اور درگزر کا دین ہے، سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب بیت المقدس کو فتح کیا، اس وقت ایک لاکھ صلیبی بیت المقدس میں موجود تھے، یہ وہ صلیبی تھے جو ڈیڑھ صدی قبل بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا قتل عام کر چکے تھے۔ مسلمانوں کے لیے یہ حساب برابر کرنے کا اچھا موقع تھا مگر سلطان صلاح الدین نے عیسائیوں کو معاف کر دیا۔ اب مسلم دنیا نے طالبان کے ذریعے اس روایت کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس سب کے باوجود طالبان کے بارے میں طرح طرح کے اندیشوں کا اظہار کیا جارہا ہے، ان کے بارے میں طرح طرح کے وسوسوں کو آگے بڑھایا جارہا ہے اور مغربی دنیا ان کے امیج کو تباہ کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ طالبان پر سب سے زیادہ شدید تنقید خواتین کے حوالے سے ہوتی رہی ہے، طالبان پر الزام ہے کہ وہ خواتین کو گھروں میں بند رکھنا چاہتے ہیں، انہیں دوسرے بلکہ تیسرے درجے کا شہری بنانے پر تلے رہتے ہیں، وہ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کا حق دینے پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔ تاہم طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کابل میں نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ خواتین شریعت اور افغان اقدار کے مطابق ہر شعبے میں کام کر سکیں گی۔ مگر ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ طالبان خواتین کو برقع اڑھائیں گے، مگر طالبان نے واضح کیا ہے کہ حجاب کی ایک صورت نہیں ہے، حجاب کی کئی صورتیں ہیں اور خواتین حجاب کی جو صورت اختیار کریں گی وہ طالبان کے لیے قابل قبول ہو گی۔ خواتین کی تعلیم کے بارے میں طالبان نے واضح کیا ہے کہ وہ خواتین کو یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم حاصل کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ طالبان کے ان اعلانات سے ثابت ہوتا ہے کہ طالبان خواتین کی تعلیم اور ان کے روزگار کے ہرگز خلاف نہیں ہیں، وہ خواتین کو صرف اسکول، مدرسے یا کالج کی سطح تک تعلیم حاصل کرتے نہیں دیکھنا چاہتے، بلکہ وہ خواتین کو اعلیٰ تعلیم کے مراکز میں دیکھنے کے

خواہشمند ہیں۔ ظاہر ہے کہ خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گی تو وہ ملازمتیں بھی کریں گی۔ طالبان کو خواتین کی ملازمتوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں، البتہ وہ خواتین کی تعلیم اور ملازمت کے سلسلے میں شریعت پر عمل ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس پر دنیا کے کسی صاحب ایمان فرد کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ طالبان نے پردے کے سلسلے میں بھی اپنے مؤقف کو کھول کر بیان کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ وہ صرف برقعے کو پردہ نہیں سمجھتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طالبان اسکارف کو بھی قبول کر سکتے ہیں اور شائد بڑی چادر بھی ان کے لیے قابل قبول ہوگی۔ طالبان کے خیالات اس امر کا اظہار ہیں کہ طالبان کے تناظر مین بڑی وسعت پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے پردے کی ''صورت'' پر اصرار کرنے کے بجائے اس کی ''روح'' پر اصرار شروع کر دیا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس کا پوری امت مسلمہ کی جانب سے خیر مقدم کیا جانا چاہیے۔

ابھی تین ہفتے قبل کہا جا رہا تھا کہ اگر طالبان نے کابل فتح کر لیا، تو افغانستان کا پورا میڈیا اپنی موت آپ مر جائے گا۔ مگر طالبان نے ان اندیشوں کو بھی غلط ثابت کر دیا اور طالبان کے آنے کے باوجود میڈیا چل رہا ہے۔ ہاں انہوں نے واضح کیا ہے کہ میڈیا کو بھی شریعت کے اصولوں اور اسلام کی اخلاقی اقدار کا خیال رکھنا پڑے گا۔ طالبان کا یہ مؤقف بھی بہترین اور اسلامی معاشرے میں ذرائع ابلاغ کی آزادی کے تصور سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ اسلام میں مادر پدر آزادی کا کوئی تصور نہیں، اسلامی آزادی ''ذمہ داری'' کے ساتھ مشروط ہے۔ آزاد اخبار اور آزاد ٹی وی وہی ہے جو ذمہ دار بھی ہو۔ طالبان بھی ذرائع اباغ سے یہی مطالبہ کر رہے ہیں کہ انہیں اسلامی معاشرے کے سلسلے میں اپنی ذمے داری کا احساس ہونا چاہیے۔ یہ بات اس لیے اہم ہے کہ اکثر اسلامی معاشروں میں ذرائع ابلاغ ذمہ دار نہیں ہیں، پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے مگر ہمارے ذرائع ابلاغ اقدار کی دھجیاں اڑاتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹی وی چینلز میں عورت کو جنس کی علامت کے طور پر پیش کرنے کا رجحان عام ہے۔ بدقسمتی سے پاکستانی معاشرہ اس صورت حال پر احتجاج کرتا نظر نہیں آرہا۔ چنانچہ معاشرے میں خواتین کی بے حرمتی اور تذلیل کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔

طالبان نے بین الاقوامی برادری سے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ افغانستان کو منشیات سے پاک کر دیں گے۔ طالبان نے 2001ء میں بھی افغانستان کو منشیات سے پاک کر دیا تھا، مگر امریکہ کی آمد کے بعد افغانستان ایک بار پھر منشیات پیدا کرنے والا ملک بن کر سامنے آیا۔ خدا کا شکر ہے کہ طالبان نے ایک بار پھر افغانستان کو منشیات سے پاک کرنے کا عزم کیا ہے۔ یہ حقائق بتا رہے ہیں کہ طالبان نے بہترین انداز میں اپنے سیاسی سفر کا آغاز کیا ہے

[روزنامہ جسارت، ۲۷ اگست ۲۰۲۱ء]

بقیہ: طالبان کی فتح اور ہماری غلطیاں

(مجاہدین کی صورت میں ہم یہ سب کچھ دیکھ چکے ہیں) کہ وہ اپنی خودمختاری ثابت کرنے کے لیے پاکستان سے متعلق ایسے بیانات دیں یا اقدامات کریں جو ہمیں بہت ناگوار گزریں۔

(روس کے خلاف لڑنے والے) مجاہدین کی صورت میں یہی ہوا کہ جب وہ افغانستان پر قابض ہوئے تو ہم ان کے ماضی کی بنیاد پر ان سے تحکمانہ انداز میں بات کرتے تھے، جبکہ دوسری طرف وہ اس نفسیاتی کیفیت سے گزر رہے تھے کہ اپنے آپ کو آزاد اور خودمختار افغان اور حکمران ثابت کریں۔ جب اپنے امیج کی بحالی کے لیے انھوں نے کچھ اقدامات پاکستان کی مرضی کے خلاف اٹھائے تو ہمارے لوگ اس بات پر غصہ ہونے لگے کہ ہماری بلی ہمیں کو میاؤں۔ چنانچہ مختصر عرصہ میں وہ مجاہدین ہمارے دشمن اور انڈیا وایران وغیرہ کے دوست بن گئے۔ یہی کچھ حامد کرزئی وغیرہ کے معاملے میں ہوا۔ ترکی میں سہ فریقی میٹنگ میں پرویز مشرف نے حامد کرزئی کے ساتھ ترک صدر کی موجودگی میں تلخ گفتگو کی تھی جس کا جواب پھر حامد کرزئی نے بھی اسی انداز میں دیا تھا۔ ایک نشست میں پرویز مشرف سے میں نے اس حوالے سے پوچھا تو انھوں نے بڑی حقارت سے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ کرزئی ادھر پاکستان میں تھے، اور ہمارے فلاں فلاں بندے ان کو ڈیل کرتے تھے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ اس طرح تو آپ بھی کسی زمانے میں کپتان تھے، اب حامد کرزئی افغانستان کے صدر ہیں تو آپ ان کو اپنا زیرِ دست کیوں سمجھتے ہیں؟

ہمیں یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ اب طالبان حکمران بن گئے ہیں۔ اب اگر ہم ان سے ماضی کی بنیاد پر تحکمانہ انداز میں بات کریں گے تو بہت جلد انھیں اپنا دشمن بنالیں گے۔ اب ہمیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ جیسا چاہیں اپنا نظام بنائیں۔ ہمارے جو خدشات اور تحفظات ہیں، وہ ان کے سامنے اس طریقے سے رکھنے چاہییں جس طرح کسی بھی دوست پڑوسی ملک کے حکام کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔

[روزنامہ جنگ، یکم ستمبر ۲۰۲۱ء]

طالبان کی فتح اور ہماری غلطیاں

سلیم صافی

[کالم نگار پاکستانی میڈیا کے معروف صحافی ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ اور آپ جیسے دیگر دانشور اور صحافی حضرات کی تمام آراء سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں۔ ہم ان کی صرف وہ آراء یہاں بیان کرتے ہیں جن کا نشر کرنا خود ہمیں مقصود ہوتا ہے۔] (مدیر)

دوسروں پر تنقید سے قبل آغاز اپنے آپ یعنی میڈیا سے کرتا ہوں۔ افغانستان کے حوالے سے پاکستانی میڈیا، حب الوطنی کے جذبے کے تحت ایک سنگین غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے، جس کا کسی کو احساس نہیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پاکستانی میڈیا اپنی ریاست کی رہنمائی کر رہا ہے اور نہ طالبان کی، لیکن ایک جشن کا سا سماں بندھ گیا ہے۔ مشرف حکومت کے فیصلے اور عالمی اور سفارتی حوالوں سے ریاستِ پاکستان آج بھی امریکہ کا اتحادی ہے، اور یوں اگر امریکہ کو شکست ہوئی ہے تو اس کے ہر اتحادی کو بھی شکست ہوئی ہے۔ لیکن میڈیا پر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ امریکہ ہار اور پاکستان جیت گیا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہم روز امریکہ کو اپنے احسانات اور قربانیاں کیوں یاد دلا رہے ہیں؟ بدقسمتی سے ہم افغانستان کو بھی انڈیا کے آئینے میں دیکھ رہے ہیں۔ یقیناً اس حوالے سے پاکستان کو کسی حد تک کامیابی ملی ہے، لیکن صرف اس بنیاد پر جشنِ فتح منانا ٹھیک نہیں۔

اس رویے کا پہلا اور فوری نتیجہ تو یہ نکل رہا ہے کہ اس سے افغان طالبان بھی ناراض ہو رہے ہیں۔ ان پر اپنے ملک میں اور مغرب میں الزام لگتا رہا ہے کہ وہ پاکستان کے پراکسی ہیں۔ اب ان کے سامنے یہ چیلنج ہے کہ وہ افغانوں اور دنیا پر ثابت کریں کہ وہ خودمختار ہیں۔ مدد جس کی بھی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ قربانیاں تو طالبان نے دی ہیں، جنگ انھوں نے لڑی ہے۔ گوانتاناموبے اور بگرام بلکہ پاکستانی جیلوں میں جنرل حمید گل، مولانا سمیع الحق مرحوم یا مولانا فضل الرحمن یا عمران خان نہیں گئے۔ پی ٹی آئی کے رہنما کنٹینروں پر کھڑے ہو کر گرجے ضرور ہیں، لیکن وہ طالبان کی طرح جنرل مالک اور جنرل دوستم کے ہاتھوں کنٹینروں میں بند ہو کر قتل نہیں ہوئے۔ اب جب ان کی فتح کو پاکستان کی فتح قرار دیا جاتا ہے تو انھیں بجا طور پر غصہ آتا ہے، اور اپنی قوم اور دنیا کی نظروں میں اپنے آپ کو خودمختار ثابت کرنے کا ان کا کام مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اپنی خودمختاری کو ثابت کرنے کے لیے انھیں مجبوراً ایسے بیانات دینے پڑیں گے یا پھر ایسے اقدامات اٹھانے ہوں گے جو پاکستانیوں کو اچھے نہیں لگیں گے۔

دوسری غلطی جس کا ہمارا میڈیا مرتکب ہو رہا ہے کہ ہمارے رپورٹرز اور اینکرز نے کابل پر یلغار کر دی ہے۔ دوسری طرف افغان میڈیا کے (بعض) اہم لوگ ہجرت کر رہے ہیں۔ اس سے بھی افغانوں کو یہ غلط پیغام جا رہا ہے کہ جیسے افغانستان، پاکستان کا مفتوحہ ملک بن گیا۔ ایک اور مسئلہ یہ درپیش ہے کہ طالبان ابھی اپنا کنٹرول سنبھالنے میں لگے ہوئے ہیں، اور ادھر پاکستانی رپورٹرز ان کے سامنے مائیک لیے کھڑے ہیں۔ ان رپورٹرز کو طالبان کا جو بھی بندہ ہاتھ آ جائے تو ان سے عموماً دو ہی سوال پوچھتے ہیں۔ ایک ٹی ٹی پی کے بارے میں اور دوسرا انڈیا کے بارے میں، اور ان دونوں سوالوں سے وہ بہت چڑتے ہیں۔ وہ ایک طرح کا جواب دیتے ہیں تو پاکستان کے پراکسی بننے کا تاثر پختہ ہوتا ہے اور اگر دوسری طرح کا جواب دیتے ہیں تو پاکستان ناراض ہوتا ہے۔ اب طالبان مخالف افغان تو پہلے سے پاکستان سے نفرت کرتے ہیں، لیکن اگر ہمارے میڈیا کا یہ رویہ رہا تو یہ خدشہ ہے کہ جلد ہم طالبان کو بھی اپنا دشمن بنا لیں گے۔

جہاں تک پاکستانی حکومت کا تعلق ہے تو وزیر اعظم ایک ہفتے فریاد کرتے ہیں کہ امریکیوں کے جلد انخلاء کی وجہ سے بحران کھڑا ہو گیا ہے، لیکن اگلے روز نیشنل سیکیورٹی کمیٹی کے اجلاس کے بعد جاری کردہ اعلامیے میں جو بائیڈن کے انخلاء کے فیصلے کو سراہا جاتا ہے۔ عالمی برادری اور پاکستانی ریاست کا طالبان سے مطالبہ ہے کہ وہ انکلوسیو اور سب فریقوں پر مشتمل حکومت بنا دیں (جس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے)، لیکن دوسری طرف وزیر اعظم کے بیانات سے ایسا تاثر مل رہا ہے کہ جیسے وہ دنیا سے طالبان کی حکومت کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ایک وزیر کچھ کہتا ہے تو دوسرا وزیر کچھ کہتا ہے۔ وزیر مشیر بغلیں بجا کر یہ تاثر دے رہے ہیں کہ طالبان کی فتح پاکستان کی فتح اور امریکہ یا انڈیا کی شکست ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ اس طرح وہ طالبان کو خوش کر رہے ہیں، لیکن یہ رویہ طالبان کو زہر لگتا ہے۔ جو کمی رہ جاتی ہے وہ ہماری مذہبی جماعتیں پورا کر رہی ہیں جیسے یہ جنگ طالبان نے نہیں، انھوں نے لڑی ہے۔ حکومت اور مذہبی سیاسی جماعتوں کا یہ رویہ بھی طالبان کو اس پر مجبور کر سکتا ہے (بقیہ صفحہ نمبر ۷۷ پر)

طالبان کے قائدین کی فہرست امریکہ کی کلیدی ناکامی ظاہر کرتی ہے۔
طالبان کی نئی قیادت میں سے زیادہ تر ایسے ہیں
جنہوں نے گیارہ ستمبر سے قبل کی طالبان حکومت میں بھی خدمات سرانجام دیں۔
دیگر وہ ہیں جو ان دو عشروں کے دوران طالبان کی صفوں میں اعلیٰ شخصیات تھیں۔
امریکہ اُن بہت سے طالبان رہنماؤں کو ختم کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہا ہے
جو پہلی اسلامی امارت چلا رہے تھے۔
اس لیے اب وہ دوسری اسلامی امارت چلانے واپس آچکے ہیں!

لانگ وار جرنل

منظر بدلتا ہے!

داؤد غوری

ننھا اِبّی جیسے ہی اسکول سے آیا تو اپنی امی کی آنکھوں کو بھیگا پایا۔ اپنا بستہ رکھ کر جب وہ امی کی طرف پلٹا تو حیران رہ گیا۔ آنسوؤں کے باوجود امی کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ امی نے پیارے 'اِب جان' کو اپنی بانہوں میں بھینچ کر پیار کیا لیکن اس معصوم کا استعجاب ختم نہ ہو رہا تھا۔

'امی آپ رو کیوں رہی ہیں؟!!'

'بیٹا! الحمدللہ آج روسی فوجی افغانستان میں ہار گئے ہیں۔ افغانستان میں مجاہدین جیت گئے ہیں۔'

'اللہ اکبر! اب تو بڑا مزہ آئے گا'۔

'اچھا بیٹے! تم جلدی سے کپڑے بدل لو... ابو بھی آفس سے آنے والے ہیں... پھر تم بھی ابو کے ساتھ ایک جگہ جانا'۔

ابو دفتر سے خوشی خوشی گھر پہنچے اور ابراہیم کو لے کر آبپارہ میں واقع 'مسجدِ شہداء' میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے چلے گئے۔ نمازِ ظہر کے بعد تمام دینی جماعتوں کی طرف سے اسلام آباد میں مسجد شہداء کے مقام پر مجاہدین کی فتح کی خوشی میں شکرانے کے نوافل کا اہتمام کیا گیا تھا۔

ننھا ابی بھی خوشی خوشی کبھی نعرۂ تکبیر کا جواب پوری شدت سے اللہ اکبر کہہ کر دیتا اور کبھی سبیلنا سبیلنا کا جواب الجہاد الجہاد کہہ کر دیتا۔

منظر بدلتا ہے...

۶ ستمبر ۲۰۱۶؛ صوبہ زابل کے دور افتادہ گاؤں میں ایک کچے مکان کی چھت کے نیچے میرے بڑے بھائی اسامہ ابراہیم رحمہ اللہ نے ہم ساتھیوں کو اپنے بچپن کا یہ سارا واقعہ بڑی گرم جوشی سے سنایا۔ ان کے لہجے کی گرمی یہ بتا رہی تھی کہ امریکی فوج کی نیند حرام کرنے والے اس نڈر شیر کی یہ دلی تمنا ہے کہ وہ امریکہ کی افغانستان میں شکست کی خبر اپنی پیاری امی کو سناتے ہوئے اپنی ماں کے چہرے کی دمک کو دوبارہ دیکھ سکے...

پھر منظر بدلتا ہے...

چھ دن بعد؛ عید الاضحیٰ کی دوسری رات صوبہ زابل کے اسی کچے مکان میں پیش آئے ایک معرکے میں انجینئر اسامہ ابراہیم غوری رحمہ اللہ امریکی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔

اب منظر کچھ اور ہوتا ہے...

نیمروز، فراہ، قندوز، ہلمند، بادغیس، قندہار، غزنی اور لوگر کو فتح کرتے ہوئے مجاہدین کے کاروان کابل کے صدارتی محل میں داخل ہو رہے ہیں۔ کابل کے در و دیوار اللہ کی بڑائی کے نعروں سے گونج رہے ہوتے ہیں۔ یہ مناظر پوری دنیا کے ٹی وی کے پردوں پر دیکھے جا رہے ہوتے ہیں۔ کہیں واٹس ایپ پر لحہ بہ لحہ اپ لوڈ ہوتی ویڈیوز میں کلمے کی پٹی ماتھے پر باندھے طالبان امریکی ٹینکوں میں بیٹھ کر کابل میں گھومتے دکھائی دیتے ہیں۔ پوری دنیا انگشت بدنداں یہ مناظر دیکھ رہی ہے۔

فتح کی اس خوشی میں مَیں اپنی سن رسیدہ پُر عزم ماں کو تصور میں لاتا ہوں، جنھیں اپنے بیٹوں سے ملے ڈیڑھ دہائی بیت چکی ہے۔ لیکن آج میری امی یقیناً خوش ہوں گی۔ ان کو مبارک مبارک کی صدائیں ہر طرف سے سُنائی دیتی ہوں گی۔ وہ بھی چاہتی ہوں گی کہ اپنے 'اِب جان' اور دیگر بیٹوں کو خوشی سے سینے سے لگائیں۔ لیکن ان کا 'اِب جان' فتح و ظفر کے اس کاروان کے دوران کام آگیا۔

پھر منظر پہ منظر بدلتے ہیں...

اس خوشی کے موقع پر میرا دماغ کسی ایک نقطے پر نہیں ٹِک پاتا۔ وہ میرے مربی و استاد کی عالی ہمت والدہ...! اپنے دل کے دو ٹکڑوں کو اس راستے پر قربان کرنے کے باوجود آج پُر مسرت ہوں گی۔ ان کے بیٹوں کی امریکہ سے ٹکر لینے پر سالہاسال حماقت کا طعنہ دینے والے سیکولرز کے لبوں پر آج تالے پڑے ہوں گے۔ آج مجھے پکتیکا میں امریکی اتحادیوں کی چھوٹی سی پوسٹ پر حملے کے دوران جان سے گزر جانے والا گمنام شہید کاشف علی الخیری یاد آرہا ہے۔ ۲۰۰۵ء

میں لواڑہ کے محاذ پر امریکی ہیلی کاپٹر کو گرانے کی کوشش کرنے والا زبیر لیبی اور احمد پشاوری یاد آرہے ہیں۔ ۲۰۰۶ء میں جلال آباد میں امریکی ناپاک فوجیوں پر بارود سے بھری گاڑی ٹکرانے سے پہلے سفید ریش بزرگ حاجی عابد علی اشرف کے دل سے کہے یہ الفاظ مجھے سنائی دے رہے ہیں؛

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

آج مجھے صارم کابلی کی وہ ضعیف ماں یاد آتی ہے جس کے چار شہید بیٹوں نے کابل میں رہتے ہوئے امریکی افواج پر کاری ضربیں لگائیں۔ اور یکے بعد دیگرے اس دین پر قربان ہوتے گئے۔ اور جب مجاہدین اس کے آخری شہید بیٹے کی تعزیت کرنے پہنچے تو ماں کا سر فخر سے بلند تھا۔ اللہ اکبر! آج مجھے ہلمند کا وہ زخمی غازی فرہاد یاد آتا ہے جس نے بتایا کہ اُس کے خاندان کے بتیس افراد شہید ہو چکے ہیں۔ آج مجھے لشکر گاہ میں امریکیوں کو ناکوں چنے چبوانے والے تراب آغا کی ضعیف والدہ یاد آرہی ہیں، جن کے لگاتار ۶ بیٹوں نے امریکیوں کے خلاف جہاد میں جامِ شہادت نوش کیا، اور اپنے آخری بچنے والے بیٹے کو بھی انہوں نے راہِ جہاد کے لیے وقف کر دیا۔ آج مجھے سترہ سالہ مجاہد اسامہ قریشی یاد آتا ہے جس نے جب امریکی چھاپہ شروع ہوا تو ساتھیوں کو کہا کہ تسلیم (سرینڈر) نہیں ہوں گے، بلکہ لڑیں گے اور کئی گھنٹے تک وہ دنیا کے ہر اسلحے سے لیس کمانڈوز سے لڑتا رہا... آخر شہید ہو گیا! آج مجھے مصری مجاہد عبد الرحمن بی ایم کا اس راہِ جہاد میں کٹا خاندان یاد آتا ہے۔ امریکی ظالموں کے ہاتھوں شہید ہونے والے امریکی النسل مجاہد عزام امریکی یاد آرہے ہیں۔ آج مجھے اس راہ میں اپنا اکلوتا بیٹا اور چار داماد قربان کرنے والی خالہ ام مصعب یاد آرہی ہیں۔ عرب کے شہزادے شیخ اسامہ رحمہ اللہ کا خون میں لت پت لاشہ نظر آتا ہے۔ مجھے قلات کا کچی مٹی کا وہ تاریک کمرہ یاد آتا ہے جس میں وقت کے بادشاہ امیر المومنین ملا محمد عمر نے آٹھ سال گزار کر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی کہ...

میرا کارواں تو جیتے، میں مگر شکست کھاؤں

الحمد للہ! یا اللہ، تیرا شکر!...ایسے میں رسولِ پاک ﷺ کی جہادی غزوے سے واپسی کی دعا مجھے یاد آتی ہے۔ اور اسی پر میں ابھی اکتفا کرتا ہوں۔

«لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

☆☆☆☆☆

بقیہ: وہ جانے لگے کفر کے قافلے

کیا افغان عوام نے مشکلات نہیں سہیں؟ کیا افغان طالبان نے قربانیاں پیش نہیں کیں؟ کیا اس فتح کے پیچھے قید و بند کی، شہادتوں اور قربانیوں کی، فقر و فاقہ کی، خوف کی، جان و مال کے نقصان کی ایک پوری تاریخ نہیں ہے۔۔۔؟ یہ فتح طالبان کو سونے کے طشت میں رکھ کر تو پیش نہیں کی گئی، وہ اور ان کی قوم بلا مارے گئے پھر اللہ کی مدد و نصرت نازل ہوئی۔ آج پاکستان کی حکومت اس خوف سے کہ اسے گرے سے بلیک لسٹ میں نہ ڈال دیا جائے اپنے عوام پر معاشی بوجھ ڈالے چلی جا رہی ہے جس نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، انھوں نے اسلام کے نام لیواؤں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے کہ کہیں کوئی ہمیں اف نہ کہہ دے، کشمیر سے اپنا ناتا کاٹا، ترکستانیوں کے مقابل چین کی حمایت کی، سکھوں اور ہندوؤں کے سامنے بچھتے چلے گئے، مگر نہ عزت ملی نہ ہی مال، نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔ جبکہ اس کے برعکس جنھوں نے دنیا کی طرف سے آنے والے ہر دباؤ کو برداشت کیا مگر شریعت کے اصولوں سے سرمو انحراف گوارا نہ کیا، انھیں عزت بھی ملی، مال بھی، غنائم بھی اور حکومت بھی۔

ابھی وقت ہم مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس قدر عظیم فتح نے مسلمانوں کے دلوں میں ایمانی جوش اور ولولہ پھر سے پیدا کر دیا ہے۔ کیسا ہی گیا گزرا مسلمان کیوں نہ ہو اس کے دل میں شریعت کے سائے تلے زندگی گزارنے کی چاہت ضرور چھپی ہوتی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس چاہت کو تڑپ میں تبدیل کیا جائے، ایسی تڑپ جو کچھ کر گزرنے پر ابھارے۔ یہ دعوت کا وقت ہے کہ ہم سب اپنی زندگیوں میں سب سے پہلے شریعت نافذ کرنے کی کوشش کریں اور پھر اپنے ارد گرد نفاذ شریعت کی اہمیت اور اس کے لیے کوشش کی دعوت دیں۔ دنیا بھر کے مجاہدین، مخلص اہل ایمان، علماء، صلحاء امارت اسلامی کی اس فتح پر دل سے خوش ہیں، خوش ہونا بھی چاہیے، مگر صرف خوشی کافی نہیں ہے جب تک یہ عمل پر نہ ابھارے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو نفاذ شریعت کی راہ میں اپنی جان، اپنا مال، اپنی اولاد، اپنی راحت و چاہت قربان کرنے کا جذبہ اور توفیق عطا فرمائے، آمین۔

میری زنداں کی ساتھی تمہیں تو یاد ہی ہو گا...

امّ رُمّان

[امارت اسلامیہ کی فتح پر کابل میں امریکیوں اور افغان انٹیلی جنس ادارے 'این ڈی ایس' کی قید میں رہ چکی ایک بہن کے تاثرات]

میری زنداں کی ساتھی، تمہیں تو یاد ہی ہو گا! کچھ زیادہ وقت تو نہیں گزرا... ابھی کابل میں عالمی کفریہ طاقتوں اور ان کے ٹکڑوں پر پلنے والی افغان فوج کا دور دورہ تھا۔ ان کی شان و شوکت کو جب قریب سے دیکھا تو پس از زنداں ہی دیکھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی جب دل ان کی طاقت سے مرعوب ہونے لگتا تو دل ہی کے کسی کونے سے یاد دہانی ہو جاتی:

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ۝مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۝﴾

میری زنداں کی ساتھی، تمہیں تو یاد ہی ہو گا! کس قدر بے بسی کا عالم تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال تھی۔ ہم پر پہرہ دینے والی کابل کی وہ عورتیں جو ہمارے برقعے اور نقاب کو حقارت سے دیکھتی تھیں، طالبان اور مجاہدین کے نام سے ہی انہیں نفرت تھی۔ جیل کا یہ عملہ 'نوکریوال' کہلاتا تھا۔ ان میں سے کچھ تو ہم پر ترس کھا کر ہی رہ جاتی تھیں۔ اب جب کابل میں احتجاج ہوتا ہے، 'عورتوں کے حقوق' مانگے جاتے ہیں، تو انہی 'نوکرانیوں' کا خیال آتا ہے۔ ان کی 'آمرہ' (سپریٹنڈنٹ) اور بڑی افسران تو شاید ذلت و رسوائی کی زندگی گزارنے بھاگ گئی ہوں گی۔ باقی شاید اب بھی کابل میں بیٹھی ہوں گی۔ اور یہی وہ طبقہ ہے جو 'اسلام' سے آزادی کے لیے سڑکوں پر نکلتا ہے۔ چونکہ ان کی وہ 'مادر پدر آزادی' سلب ہو گئی ہے جو امریکہ کی موجودگی میں انہیں حاصل تھی۔

میری زنداں کی ساتھی! تم سے بھی 'تحقیقات' ہوئی ہوں گی۔ جس طرح ہم سے ہوا کرتی تھیں۔ سوچتی ہوں کہ 'این ڈی ایس' کے وہ افسران کہاں ہوں گے جو روز ہم سے ہماری رہائی کے بارے میں اور ہمارے بچوں کے بارے میں جھوٹ بولا کرتے تھے۔ جھوٹ بولنے میں 'این ڈی ایس' کا کوئی ثانی نہیں۔ شاید اس نے اس معاملے میں ہمارے ملک کی 'سی ٹی ڈی' کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہو گا۔ کتنا ناز تھا انہیں اپنی طاقت پر... ایک افسر تو کابل کو 'ناقابل تسخیر' کہا کرتا تھا۔ اس کے خیال میں طالبان پورے افغانستان کو بھی فتح کر لیں تو بھی کابل فتح نہیں کر سکتے۔ اب شاید وہ بھی امریکیوں کے جوتے چاٹتا ہوا امریکہ فرار ہو گیا ہو گا۔

﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

میری زنداں کی ساتھی! کس قدر دل دکھتا تھا جب سلاخوں کے پیچھے موجود باپردہ دینی بہنوں کو دیکھتے تھے... جب ہمارے پاس نقاب نہیں تھے، تو انہوں نے ہمارے پردے کا خیال کر کے ہمیں نقاب بنا کر دیے۔ ہمارے پاس کپڑے نہیں تھے، تو جن کے پاس دو جوڑے تھے انہوں نے ایک جوڑہ ہمیں دے دیا۔ سردیوں میں جب ہمارے پاس گرم کپڑے نہیں تھے، تو انہوں نے کمبلوں کی جرابیں بنا کر ہمیں دیں اور گرم چادریں دیں۔ ان کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اب وہ بھی ان شاء اللہ اپنے بچوں سمیت آزاد ہوں گی۔ وہ معصوم بچے جنھوں نے آنکھ ہی قفس میں کھولی... جو کھڑکی سے کان لگا کر گاڑیوں کی آواز سن کر خوش ہوتے تھے... جن کے رونے کی آوازیں سن کر خود ہمارے دل اپنے بچھڑے ہوئے بچوں کے لیے تڑپ جاتے تھے...

میری زنداں کی ساتھی! تم کہا کرتی تھی ناں! ہم تو کابل کے بھی دل میں قید بیٹھے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد جب طالبان کابل فتح کریں گے تو ہم آزاد ہو جائیں گے۔ بالآخر تمہاری دعائیں قبول ہوئیں اور وہ دن بھی آ گیا...

میری زنداں کی ساتھی! کس قدر افتادگی کا عالم تھا، جب چاروں طرف اونچی اونچی خار دار فصیلیں، فضا میں ہیلی کاپٹروں کی آمد و رفت اور قید میں پڑے بھورے رنگ کی وردیوں میں ملبوس قیدیوں کو دیکھتے تھے... شاید وہاں موجود ہم سب کا ایک ہی جرم تھا کہ اللہ کے دین کی نصرت کے لیے اللہ کے راستے کے راہی تھے...

'این ڈی ایس' کے ایک افسر سے جب پوچھا کہ تمہاری فوج رات کو چھاپہ مارتی ہے اور اتنے وسائل اور ٹیکنالوجی کے ساتھ آتی ہے، لیکن راتوں رات فرار بھی ہو جاتی ہے۔ آخر کیوں

طالبان سے مقابلہ نہیں کر پاتی۔ جن کے پاس صرف ایک کلاشن کوف ہوتی ہے اور کچھ نہیں؟ توجواباً کہنے لگا:

”طالب تو لڑتا ہی شہادت کے لیے ہے (اس کے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہوتا) جبکہ ہمارے فوجی مرنے کے لیے نہیں لڑتے۔ انہوں نے اپنی زندگیاں آگے بڑھانی ہوتی ہیں۔“

میری زندان کی ساتھی! کچھ زیادہ وقت تو نہیں گزرا، جب دل میں آتا تھا کہ یہ سرزمین کتنی قربانیاں مانگے گی کہ اللہ کی نصرت آجائے... کیا ہماری زندگیاں بھی فتح کی بہاریں دیکھ سکیں گی؟ کیا ہماری اگلی نسلیں بے خوف وخطر دین کی عظمت وشوکت کا نظارہ کر سکیں گی؟ کیا وہ دن بھی آئے گا کہ یہ قفس توڑ دیے جائیں گے؟

اور وہ دن بھی آگیا... اور کابل فتح ہو گیا...

عالمِ کفر شش وپنج کے عالم میں خود اپنی ہی انگلیاں چباتے ہوئے فرار ہو گیا۔ ساتھ ہی اپنے اُن چیلوں کو بھی لے گیا، جن کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ اور اقوامِ عالم نے ایسی عظیم فتح دیکھی کہ فتح مکہ کی یاد تازہ ہو گئی۔

یہ فتح ان لاکھوں شہداء کی فتح ہے، جنہوں نے نظامِ کفر وکفّار کو شکست دینے کے لیے جان کی بازی لگادی۔ یہ فتح ان ہزاروں قیدیوں کی فتح ہے جنہوں نے اللہ کے راستے میں قید وبند کی صعوبتیں جھیلیں۔ یہ فتح اُن جری وبہادر شاہینوں کی فتح ہے جو آخر تک باطل کے آگے ڈٹے رہے اور غازی بن کر لوٹے۔ اور یہ فتح امت مسلمہ کے ہر اُس فرد کی فتح ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کا خواب دیکھتا ہے۔

لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوتی... اصل قصہ تو اب شروع ہوا ہے...

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

☆☆☆☆☆

صدارتی محل میں صدر کی کرسی پر بیٹھ کر فاتحین کی تلاوت

یہ صدارتی محل کی تصویر ہے، جہاں پچھلے بیس سال میں امکان ہی نہیں تھا کہ کوئی مجاہد یہاں داخل ہو۔ مگر آج مجاہدین طالبان فاتح بن کر یہاں داخل ہوئے اور ایک طالب بھائی نے صدر کی کرسی پر بیٹھ کر سورۃ النصر تلاوت کر کے اللہ کی نصرت وفتح آنے کا اعلان کیا۔ اس منظر نے کتنے اہل ایمان کے دلوں کو پسیج دیا اور بے شمار کی آنکھوں سے آنسو نکلے۔

بیس سال کی تاریخ تصور میں ہو۔ امریکہ کی طاقت و دولت، اس کا رعب ودبدبہ، اس کے مظالم، وحشت، بمباریاں اور بے رحمانہ قتل عام اور اس سب کے سامنے طالبان مجاہدین کی ثابت قدمی اور شرعی جہاد جاری رکھنا۔ ایک طرف فرعون تھا اور اس کی بے مثال طاقت وظلم جبکہ دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کے جانشین، جو نہتے ہونے کے باوجود اللہ کی پکار پر لبیک کہتے رہے اور اپنا جہاد جاری رکھا...

پھر آج کا یہ لمحہ کہ پورا افغانستان مجاہدین کے قبضے میں ہے، شہر کابل میں بادشاہ کے تخت پر مجاہدین بیٹھے ہیں اور سورۃ النصر تلاوت ہو رہی ہے۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا، اللہ کی نصرت آگئی اور الحمدللہ فتح کی منزل بھی آہی گئی۔ اب وہ بھی دین کی طرف دیکھیں گے جو دین بیزار بنے تھے، غلبہ اسلام پر ان کا یقین بڑھے گا، دعوت وجہاد کی حقانیت انہیں بھی کھلی آنکھوں سے دکھائی دے گی، غلط فہمیاں دور ہوں گی اور یوں یہ مناظر بہت سوں کی انشاء اللہ ہدایت کا باعث بنیں گے۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں

عارف ابو زید

۱۵ اگست ۲۰۲۱ء کو جب امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کابل میں داخل ہوگئے، تو ساری دنیا کے میڈیا پر سب سے بڑی خبر یہی چل رہی تھی۔ اہلِ ایمان کے چہرے خوشی سے تمتمارہے تھے، جبکہ اہلِ کفر کے چہروں پر سراسیمگی اور پژمردگی چھائی ہوئی تھی۔ آج ایک مرتبہ پھر کفر کے مقابلے پر ایمان کو فتح مل چکی تھی۔ آج پھر ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ کا نعرہ فضا میں بلند ہورہا تھا، ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ﴾ کی صدائیں کانوں میں گونج رہی تھیں۔ آج پھر ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللهِ﴾ کا عملی اظہار ہوچکا تھا۔ دینِ اسلام کی حقانیت ثابت ہورہی تھی، اور کفر اور اہلِ کفر کی ناکامی پر مہرِ تصدیق ثبت ہورہی تھی۔ اکیسویں صدی کی ظلمتوں میں جینے والے وہ لوگ جنھوں نے ان ظلمتوں کے باوجود لا إلٰہ إلا اللہ کا کلمہ پڑھا تھا، آج انھیں احساس ہورہا تھا کہ وہ اس تاریکی سے بھری دنیا میں بھی کس قدر معزز ہیں، وہ ایسے ذلیل وخوار نہیں ہیں کہ جو چاہے اور جب چاہے انھیں دھتکار دے، عزت کا ایک احساس ہر ایمان والے دل میں نمایاں تھا۔ مسلمان کا سر آج کفار کے مقابلے میں بلند تھا۔ جہاد کی قوت امریکہ اور نیٹو اور اس کے سارے چیلوں پر نمایاں ہوچکی تھی، 'شریعت یا شہادت' کی طاقت ظاہر ہوچکی تھی۔

میں یہی تاثرات دیکھ رہا تھا، محسوس کررہا تھا کہ اچانک میری سوچ نے پلٹا کھایا اور ایک اڑان بھر کر مجھے عرشِ معلی اور ملاءِ اعلیٰ تک لے گئی۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جشن کا سماں ہے، خوشی کا الگ انداز ہے، اہلِ ایمان کے جھنڈ کے جھنڈ موجود ہیں جو زمین والی اس فتح پر محظوظ ہورہے ہیں اور رب کے حضور شاداں وفرحاں ہیں ﴿وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ﴾۔ ایک جمِ غفیر ہے، رش ہے، بھیڑ ہے۔ میں نے جب کھوج لگائی کہ بھلا یہ کون لوگ ہیں جو اس وقت یہاں زمین پر ہونے والی فتح کا جشن منارہے تھے، تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو وہ شہداء ہیں جن کا خون خود اس زمین پر گرا ہے، اور آج یہ اپنے خون کی بہار منانے جمع ہوئے ہیں۔

میں نے بھی چاہا کہ میں ان کی مجلس میں ان کے ساتھ مل بیٹھوں...... لیکن دنیوی آلائشوں والا بدن کہاں روحانی منورات والے ابدان سے مل سکتا تھا، وہ روح کہاں اس قابل تھی جو ابھی تک جسدِ خاکی میں بند ہے، وہ صحیح سلامت جسم کیسے ان جسموں سے مَس ہوسکتا تھا جو راہِ خدا میں چھیتڑے بنے۔

لہٰذا یہ تو ممکن نہ ہوسکا کہ میں بھی ملاءِ اعلیٰ کی اس مجلس میں شریک ہوسکوں، تو پھر میں باہر بیٹھا تماشائی بن کر ان لوگوں کے چہروں پر غور کرنے لگا کہ معلوم تو ہو کہ کون کون یہاں موجود ہے، تاکہ کم از کم میں انھیں پہچان کر تو خوش ہوسکوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس سب میں ایک صورت نمایاں سی نظر آرہی ہے۔ ارے یہ تو مولانا ارشاد احمد صاحب ہیں... دار العلوم کراچی کے وہ طالب علم جنھوں نے روس کے خلاف جہاد میں پہلے پہل شرکت کی اور انھی کا صدقہ جاریہ تھا کہ پاکستان کے اہلِ مدارس جوق درجوق جہادِ افغانستان میں شریک ہونے لگے۔ مزید تلاش کی تو انھی کے پہلو میں مجھے پشاور کے فضلِ ربی بھی نظر آئے... اسلامی جمعیت طلبہ کے پہلے شہید... جنھوں نے جماعتِ اسلامی والوں کے اندر جہادِ افغانستان کی روح پھونکی۔ سبحان اللہ! اس مجلس میں کہیں مجھے مسالک کی تفریق نہیں نظر آرہی تھی جس نے آج ہمارے معاشرے کو توڑ رکھا ہے، وہ سب ایک ہی جگہ جمع تھے۔ آگے بڑھا تو مولانا ارشاد احمد صاحب کے قریب ہی ان کے ابتداء کے ساتھی بھی نظر آئے جو چلے تو ان کے ساتھ تھے، مگر بڑی طویل مسافت طے کرکے کئی سالوں بعد ان سے ملے تھے، یہ مولانا سیف اللہ اختر صاحب تھے... شیخ نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور عظیم جہادی قائد... دہائیوں پر محیط جہادی زندگی گزاری، کبھی کسی طاغوتی طاقت کے سامنے نہ جھکے، اور بالآخر افغانستان کے ولایتِ غزنی کی ناوہ ولسوالی میں امریکیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

مزید مجلس پر غور کرنے سے ایک بزرگ بھی نظر آتے ہیں۔ ارے یہ تو شیخ ابو حفص مصری ہیں، جو اس وقت شہید ہوئے تھے جب امریکہ نے ۲۰۰۱ء میں ابتدائی حملہ کیا تھا۔ یہ ننگرہار ولایت کے خوگیانو ولسوالی میں تورہ بورہ کے پہاڑوں پر شہید ہوئے تھے۔ عجیب شفقت ان کے چہرے پر نمایاں تھی اور انھی کے آس پاس دیکھا کہ امریکہ کے ابتدائی حملوں میں قندھار میں شہید ہونے والے بھی بیٹھے ہیں، جن میں مصر کے عظیم جہادی قائد شیخ ایمن الظواہری کے بیٹے محمد کو بھی دیکھا۔

مزید شناخت کا عمل جاری رکھا، لیکن غالب اکثریت تو ایسی تھی کہ میں نہیں پہچان پا رہا تھا، میں انھیں نہیں جانتا تھا اور کتنی ہی بڑی تعداد ایسی معلوم ہو رہی تھی کہ جو مجلس میں شریک ضرور تھے، لیکن اپنے آپ کو زیادہ نمایاں نہیں کر رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں اندازہ کیا کہ یہ امت کے وہ گمنام شہداء ہیں جنھیں جاننے والے آج بہت تھوڑے ہیں، شاید کوئی ماں ہو جو اپنے ایسے بیٹے کو یاد کرتی ہو، یا شاید کوئی بہن ہو جو اپنے جوان بھائی پر اشک بہاتی ہو، یا شاید کوئی بیوہ جو ایسے شہید کو یاد کر کے اپنے دل میں ہی غم کو سی لیتی ہو، دل میں آہیں پر آہیں لیتی ہو لیکن اس کی آہ کو کوئی باہر والا نہ سن پاتا ہو...... ورنہ دنیا میں انھیں یاد کرنے والے اور انھیں جاننے والے زیادہ نہیں۔ اور اکثر ایسے شہداء خود سرزمینِ افغانستان کے تھے۔ مجلس کے شرکاء کی غالب اکثریت خود اہلِ افغان پر مشتمل تھی جنھیں پہچاننے کی کوشش کرنا مجھے اپنے بس کا کام نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ ہاں! بڑی بڑی مسندوں پر بیٹھنے والے قائدین میں سے بعض لوگوں کو پہچاننے میں کامیاب ہوا، جن میں ہلمند کے دشت میں ۲۰۰۴ء میں امریکی ڈرون حملے میں شہید ہونے والے عظیم قائد، اور امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ کے خاص رفیق ملا اختر محمد عثمانی، ہلمند کی گرمسیر ولسوالی میں شہید ہونے والے عظیم قائد ملا داد اللہ، فاتح قندوز ملا عبد السلام، عظیم جہادی قائد اور بہترین داعی عالم شیخ دوست محمد نورستانی وغیرہ حضرات شامل تھے۔ ان کے چہروں پر خوشی سے بڑھ کر طمانینت کے آثار نظر آ رہے تھے، کہ وہ آج اپنی مظلوم قوم کو فاتح دیکھ رہے تھے، اس قوم کو جس نے متمدن ترین کہلانے والے امریکیوں اور یورپیوں کے ہاتھوں اس دور کا بدترین ظلم اور وحشت سہی تھی، لیکن آج وہ سربلند کر کے اور سینہ تان کر انھی وحشیوں کے سامنے فتح کا 'کلمے والا سفید' جھنڈا بلند کر رہے تھے۔

آگے بڑھتا ہوں، شناخت کا عمل جاری ہے، اور مزید شناسا چہرے نظر آتے ہیں۔ ایک جگہ پر چالیس سے پچاس شہداء کا جمگھٹا لگا ہوا ہے، بڑی مجلس کے اندر خصوصی مجلس بھی ہے۔ یہ تو سعودیہ سے تعلق رکھنے والے ابو عبد الرحمن مدنی اور ان کے وہ رفقاء ہیں جو زابل ولایت کی نوبہار ولسوالی میں ۲۰۰۷ء میں امریکیوں کے چھاپے میں ایک ساتھ ایک ہی جگہ شہید ہوئے تھے۔ سبحان اللہ! چہروں پر کیسی تازگی اور کیسا سکون ہے۔

اور قریب میں ہی شیخ ابو الحسن الصعیدی بھی موجود ہیں، مصر سے تعلق رکھنے والے قائدِ جہاد... جنھوں نے القاعدہ کے بڑے مسؤولین میں سے ہوتے ہوئے بھی قندھار میں استشہادی حملہ کیا تھا، جس طرح دنیا میں ہنستا بستا چہرہ تھا، ویسے ہی وہاں خوش باش اور ہنستے بستے دِکھ رہے تھے۔

اسی دوران مجلس کے بیچوں بیچ ایک نمایاں مسند نظر آئی، اور نہایت خوبرو چہرے پر نظر پڑی... سارے ہی حاضرینِ مجلس نے صاحبِ مسند کو مرکزی مقام دے رکھا ہے... یقیناً یہ اعزاز کسی اعزازی خدمت کا صلہ ہے... ارے یہ تو وہ شخص نشست افروز ہے جس نے امریکی سی آئی اے کی قریب کی تاریخ میں اسے سب سے بڑا نقصان پہنچایا... جی! اردن کے ابو دجانہ خراسانی۔ انھیں دیکھ کر ان کی وصیت یاد آ گئی اور وہ الفاظ یاد آ گئے کہ 'تم عنقریب یہ باتیں یاد کرو گے جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اور اللہ اپنے معاملے میں خوب غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'۔ سچ کہا تھا انھوں نے۔

آگے بڑھتا ہوں، مزید دیکھتا ہوں تو اپنے جیسے چہرے نظر آنے لگتے ہیں، او! یہ تو پاکستان سے تعلق رکھنے والے شہداء ہیں۔ خالد کے ٹو موجود ہیں ... افغانستان کی حالیہ جنگ میں بارود اور ریموٹ کا کام انھی کا صدقہ جاریہ ہے... ہلمند کے علاقے براہچہ میں امریکی چھاپے میں شہید ہوئے، ساتھ ہی 'عثمان پنجابی' بھی موجود ہیں... حالیہ جنگ میں پہلی مائن کارروائی کرنے والے جو شاہ ولی کوٹ، قندھار میں ہوئی... گرمیسر (ہلمند) میں شہید ہوئے۔ ارے یہ تو ایبٹ آباد کے عبد الحکیم بھائی ہیں جو ۲۰۰۹ء میں ولایت فراہ میں شہید ہوئے، اٹک سے تعلق رکھنے والے نوعمر ذہین و فطین 'مجاہد' موجود ہیں جن کا نام والدین نے ہی مجاہد رکھا تھا جو قندھار میں شہید ہوئے تھے، حافظ آباد کے شیر علی بھی نظر آتے ہیں جو فراہ ولایت بکوہ ولسوالی میں مدفون ہوئے۔

مزید آگے دیکھیے! یہ قریب قریب بیٹھے ایک ہی خانوادے کے معلوم ہو رہے ہیں۔ او! یہ تو عظیم جہادی قائد اور جہادی مفکر ہیں جن کے نظریات نے مجاہدین میں فکری پختگی پیدا کی... ڈاکٹر ابو خالد [محمد سربلند زبیر خان]... کتاب 'عصرِ حاضر میں جہاد کی فکری بنیادیں' کے مصنف... پکتیکا ولایت میں گیان ولسوالی میں شہید ہوئے، ساتھ ہی ان کے پھوپھی زاد بھائی بھی موجود ہیں... میجر عادل قدوس خان... پاکستانی فوج کے وہ عظیم افسر جنھوں نے امریکہ کے سامنے سر نہیں جھکایا، بلکہ الٹا اس کے خلاف سربکف ہو گئے، انھوں نے امریکہ کو بڑی ضرب لگانے والے خالد شیخ محمد کو پناہ دی اور اسی جرم کی پاداش میں پاکستانی فوج نے ان کا کورٹ مارشل کیا... ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب کے دونوں بیٹے... عزیر اور سلیمان بھی بیٹھے ہیں...، ارے ساتھ ہی کھلکھلاتا چہرہ بھی موجود ہے، جب تک مجاہدین میں رہا رونقیں تقسیم کرتا رہا اور وہاں بھی ایسے ہی رونق افروز ہے، ڈاکٹر صاحب کی پھوپھی زاد بہن کا بیٹا خالد قیمتی [محمد یاسر مرزا]، جو واقعی قیمتی تھا۔ اوہ! قریب ہی چار بھائیوں کا دائرہ بھی موجود ہے... سارے ہی حسین و جمیل نوجوان ہیں، نور

ان کی پیشانیوں سے امنڈ رہا ہے، یہ سیف الرحمن، حامد، خالد اور قاسم ہیں... شہید ماں کے شہید بیٹے، ان کے والد آج زمین پر خوشی سے کیسے آبدیدہ ہوں گے۔ انھی کے بالیں پر ایک اور دائرے میں کچھ لوگ ہیں اور وہ بھی ایک ہی خاندان کے معلوم ہو رہے ہیں، سبھی نوجوان ہیں... یہ ٹونٹڑ و اللہ یار کے اسد، حمزہ، فہد اور حذیفہ ہیں... کوئی غزنی میں شہید ہوا، کوئی لوگر میں، کوئی پکتیکا میں، ہر ایک نے اپنی جوانی اپنے دین پر وار دی اور اس غربت کے دور میں بھی اپنے خاندان کو اعزاز بخشا۔ پڑوس میں ہی مجاہدین میں ہر دلعزیز جانان درویش بھی موجود ہیں... دشمنوں پر شیر، ایک ایسا مجاہد کہ جس کے تذکرے آج بھی اس کے ساتھیوں میں زندہ ہیں۔ ادھر جانے پہچانے بزرگ بھی نظر آرہے ہیں، یہ تو دیر کے ابو سیف بھائی ہیں... کنڑ میں شہید ہوئے... مجاہد عالم اور قائد، سنجیدگی کے ساتھ شگفتگی لیے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ یہاں پورا حلقہ ہی بزرگوں اور قائدین کا ہے؛ قائد خطاب منصور [عمران] بھائی بیٹھے ہیں، قاسم [راجہ خرم کیانی] بھائی اور زاکیم بھائی بھی ہمراہ ہیں... تینوں حضرات اکھٹے زابل ولایت کی شاہ جوئی ولسوالی میں شہید ہوئے... تینوں کی پوری پوری زندگی جہاد سے عبارت تھی، صغر سنی میں میدانوں میں کودے، یہاں تک کہ ادھیڑ عمروں کو پہنچ کر سرفراز ہوگئے۔ ساتھ ہی عبد الحسیب بھائی بھی ان کے حلقے کے پہلو میں بیٹھے ہیں، حلقے میں شریک ہیں بھی اور نہیں بھی... نوجوانی میں بڑے بڑے معرکے سر کیے، امریکیوں کے خلاف سرگرم رہے، اور جوانی کی ابتداء میں ہی ہمیشہ کے لیے امر ہوگئے۔

کچھ فاصلے پر مزید لوگ بھی بیٹھے ہیں، یہ تو حلقہ محسود کے شہداء معلوم ہو رہے ہیں، نمایاں مسند پر استاد اعظم طارق صاحب بیٹھے ہیں... پکتیکا میں شہید ہوئے، خوشی کے ہمراہ متانت چہرے پر واضح ہے۔ ادھر دیر اور سوات سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کی مجلس بھی لگی ہوئی ہے، مولانا فضل اللہ صاحب اور استاد فاتح دونوں حضرات گویا صدارتی مسندوں پر فائز ہیں... نورستان میں شہید ہوئے۔

آگے چلتا ہوں تو مجلس میں ایک انتہائی متین اور باوقار، مگر خوشگوار چہرہ نظر آتا ہے جس کی موجودگی سے خود مجلس میں ایک تازگی ہے، یہ اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے امجد بھائی [اسامہ ابراہیم] ہیں ... جو آج بھی کتنے ہی دلوں میں زندہ ہیں اور ان کی شخصیت آج بھی زندہ محسوس ہوتی ہے، زابل کی میزان ولسوالی میں شہید ہوئے۔ ساتھ ہی ہنستی آنکھوں، وجیہ چہرے والے لاہور کے مزمل بھائی [رانا عمیر افضال] بھی بیٹھے ہیں، جو ہلمند میں امریکی چھاپے میں شہید ہوئے۔ انھی کے جھرمٹ میں اوکاڑہ کے ریحان بھائی [عفان غنی] بھی نظر آرہے ہیں، مجلس میں کچھ محوِ گفتگو ہیں، شاید اس فتح پر شہداء کو کوئی تجزیہ کر کے بتا رہے ہیں... ہلمند کی ولسوالی موسیٰ قلعہ میں شہید ہوئے۔ قندھار ولایت کے شوراوک ولسوالی میں شہید ہونے والے مولانا اشتیاق اعظمی صاحب بھی خاموشی سے بیٹھے باتیں سن رہے ہیں اور زیرِ لب مسکرا رہے ہیں، قندھار ولایت کے شوراوک ولسوالی میں شہید ہوئے، انتہائی حلیم اور حکیم عالمِ دین تھے، کوئی لمحہ بغیر مقصد کے ضائع نہیں کرتے تھے، زیادہ خاموش رہتے اور بولتے تو حکمت کے گوہر بکھیرتے۔ ارے ساتھ ہی کراچی کے بدر بھائی [کامران عاطف] بھی جلوہ افروز ہیں، جو ریحان بھائی کے تجزیے کو سن تو رہے ہیں، لیکن محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی جواب تیار کر رکھا ہے... موسیٰ قلعہ میں ریحان بھائی کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔ انھی کی مجلس کے بیچ و بیچ چھوٹے میاں بھی نظر آرہے ہیں... معوذ [اسامہ قریشی] ہیں... گیارہ سال کی عمر میں اس راستے میں آئے، اور سترہ سال کی عمر میں سپہ گری کے جوہر دکھاتے ہوئے اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت لیتے ہوئے شہید ہوئے۔ ادھر قریب میں ہی عظیم جہادی قائد ضرار بھائی [استاد حنیف] اپنے بیٹے سالم کے ہمراہ بیٹھے ہیں، اس سب کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں... جب امیر المؤمنین ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریکِ طالبان کی بنا رکھی تو ابتدائی سالوں میں اس قافلے میں شریک ہوگئے۔ اور قریباً تین دہائیوں پر مشتمل جہادی زندگی گزاری، فراہ ولایت میں شہید ہوئے۔

ارے مجلسوں کے اندر ایک اور مجلس بھی لگی ہے... یہ تو ہمارے بنگلہ کے شہداء ہیں... سب ایک دائرے میں بیٹھے ہیں... ڈھاکہ سے تعلق رکھنے والے یعقوب بھائی، ابو ابراہیم بھائی، اسد اللہ بھائی، چٹاگانگ سے تعلق رکھنے والے حذیفہ بھائی... اور ایک فرد درمیان میں نسبتاً کچھ اونچی مسند پر بیٹھے ہیں... جی ہاں! یہ کماندان طارق [سہیل] بھائی ہیں۔ سبحان اللہ! کیسے خوبرو اور مسرور چہرے ہیں۔

میں ان شہداء کی مجلس کو ایک تماشائی کے طور پر دیکھ رہا ہوں، اور کتنے ہی مزید شناسا چہروں کو دیکھتا اور ان کی مسکراہٹوں سے محظوظ ہوتا ہوں۔ ولایت پکتیا میں شہید ہونے والے راولاکوٹ کے مروان بھائی، لوگر میں شہید ہونے والے راولپنڈی کے تاج گل بھائی اور مردان کے مولانا منصور حقانی، ارزگان میں شہید ہونے والے مری کے سیف اللہ بھائی [ولید عباسی]، ہلمند میں شہید ہونے والے، مجلسوں کی رونق، ہر دلعزیز، ڈیرہ اسماعیل خان کے مولانا سلمان [حنیف] صاحب، ولایت وردک میں شہید ہونے والے ، انتہائی معصوم اور شریف النفس،

راولپنڈی کے ہشام [ملک سلمان اشرف] بھائی، اوکاڑہ کے عطاء الرحمن عادل بھائی [احتشام وٹو]... اگر سب کا ذکر کرنے لگوں تو شاید وقت اپنی وسعتوں کے باوجود کم ہو جائے، اور قلم اور قرطاس کی حدود سے بات آگے نکل جائے۔

جشن میں ایک اونچی اور اجلی زمین پر الگ سے ایک بڑی تعداد بھی جمع ہے، انوکھی بھی ہے، نورانیت بھی ان کی جدا ہے، اعزاز واکرام بھی الگ ہے، مقام بھی الگ ہے... بڑی تعداد ہے، ان کی اس حیثیت نے مجھے ورطہ حیرت میں ڈالا اور جی میں شدید تجسس پیدا ہوا کہ آخر یہ کون لوگ ہیں؟ دوسروں سے ہٹ کر ان سے قریب ہوا، تا کہ ان کی حقیقت جان سکوں...

اوہ! یہ تو وہ لوگ ہیں جن کا خون اگرچہ اس زمین پر نہیں گرا، لیکن اس فتح میں ان کی جدوجہد کا بلاشبہ بڑا کردار اور حصہ ہے، یہ ہیں شہدائے وزیرستان، مختلف شہروں اور قبائل سے تعلق رکھنے والے! یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ میں نے بس ان کا یہ اعزاز واکرام دیکھا، اس خوشی میں ان کا الگ جشن دیکھا، اگر میں سب کچھ جاننے لگوں اور اسے ذکر کرنے لگوں تو میری زبان اور میرے الفاظ میرا ساتھ نہ دے سکیں گے۔

ایک طرف زمین پر ہونے والے جشن کو دیکھتا ہوں تو دوسری طرف ان شہداء کی مجلس میں خوشی کے مناظر دیکھتا ہوں۔ دونوں کو دیکھ کر دل میں خوشی اور فرحت کے انتہائی احساسات پیدا ہو رہے ہیں، لیکن ان احساسات کے ساتھ آنکھیں نم ہو رہی ہیں، کہ یہ فتح، یہ خوشی، یہ فرحت، یہ سرفرازی وسربلندی... خون کا ایک دریا پار کرنے کے بعد ملی ہے، اور خون کے دریا میں کتنوں کے پیارے بھی غرق آب ہوئے۔ یہ فتح یونہی حاصل نہیں ہوئی، بلکہ قربانیوں کی لازوال داستان رقم ہوئی۔ اس فتح کے پیچھے اتنے سارے شہداء کا خون ہے، جو آج رنگ لایا ہے۔ ان شہداء کے متعلقین میں سے کتنی بیوگان اور یتیم ہیں، کتنے ہی والدین ہیں جن کی اولاد امر ہوئی ہے، وہ سب بھی اس خوشی میں خوش ہیں، بھیگی آنکھوں کے ساتھ خوش ہیں، غمزدہ دلوں کے ساتھ خوش ہیں۔ اس خوشی میں غازیانِ اسلام کے ساتھ بڑا حصہ انھی شہداء اور ان کے لواحقین کا ہے۔ میں مجلس سے واپس لوٹتا ہوں، میری آنکھیں نم ہیں، دل میں خوشی کے ساتھ غم ہے، ہاں... لیکن... غم پر خوشی غالب ہے۔ میں چند لمحے آنکھیں بند رکھنے کے بعد کھول لیتا ہوں۔

•••••

یہ روئے زمین کے صرف ایک ملک کی فتح کا حال ہے، جبکہ پوری امت کتنے ہی ممالک میں مغلوبیت کی حالت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ ابھی یہ ایک فتح ہے، جس نے آگے چل کر امت کی سطح پر فتوحات کے لیے پیش خیمہ ثابت ہونا ہے ان شاء اللہ۔ ہاں! لیکن جس طرح یہاں قربانیوں اور خون دینے کی داستان رقم کرنے کے بعد یہ فتح ملی ہے، اسی طرح ابھی مزید قربانیوں اور خون دینے کے لیے امت کو تیار ہونا ہے۔ اس کے بغیر یہ سفینۂ اسلام ساحل پر نہیں لگ سکتا، اس کے بغیر امت کی بحیثیتِ مجموعی سرفرازی اور سربلندی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میری امت کو اس وجہ سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے کہ اس میں جان جائے گی اور خون بہے گا، کیونکہ اس کے بغیر اقبالِ اسلام ممکن ہی نہیں۔ قرآنِ مجید کا محکم فیصلہ ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [آلم۔ سجدۃ:۲۴]

”اور ہم نے ان میں سے لوگوں کو اس وقت امامت کے منصب پر فائز کیا کہ وہ ہمارے احکامات کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کریں، جب انھوں نے صبر واستقامت سے کام لیا اور وہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین رکھتے تھے“۔

خود پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، جیسا کہ مسند احمد اور مسند ابو یعلی میں روایت ہے:

”اللهم اجعل فناء أمتي في الطعن والطاعون“۔

”اے اللہ! میری امت کی فنا نیزے سے شہید ہونے اور طاعون سے شہید ہونے میں لکھ دے“۔

السیر الکبیر میں امام محمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ نے جب لشکر کو شام کی طرف روانہ فرمایا تو آخر میں یہ دعا دی:

”اللهم اقبضهم بما قبضت به بني إسرائيل بالطعن والطاعون“۔

”اے اللہ! ان مجاہدین کو شہادت سے سرفراز فرمائیے گا جیسا کہ آپ نے بنی اسرائیل کو نیزے سے مارے جانے اور طاعون میں مبتلا ہونے کی بدولت شہادت سے سرفراز فرمایا“۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۶ پر)

...ہوتی ہے سحر پیدا!

معین الدین شامی

ایک صدی قبل، اقبالؒ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے، اپنی معرکتہ الآراء نظم 'طلوعِ اسلام' میں کہا تھا:

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی
عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا وفارابی
مسلماں کو مسلماں کردیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی
تڑپ صحنِ چمن میں، آشیاں میں، شاخساروں میں
جدا پارے سے ہوسکتی نہیں تقدیرِ سیمابی
سرشکِ چشمِ مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا
کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ وبر پیدا
اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اقبال نے اپنے ان چند اشعار میں جو پیشین گوئی کی ہے، وہ آج ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں۔ پھر ملاحظہ ہو:

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

مجھے شہید شیخ امام انور العولقی کی وہ بات یاد آ رہی ہے جو انھوں نے اپنے دروس میں سے ایک درس میں فرمائی۔ شیخ انور کے درس میں نبوت، خلافت، ملوکیت، آمریت اور ثم خلافت کی بات چل رہی ہے۔ ایسے میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہر سو برس کے بعد ایک مجدد آتا ہے جو امت میں کسی بھولے یا گم کردہ فریضے کی تجدید کرتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت امت کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے، وہ ایک اجتماعی نظام کے نہ ہونے کا مسئلہ ہے... خلافت اس وقت قائم نہیں ہے، اور اس صدی کا مجدد جس فریضے کا احیاء کرے گا وہ فریضہ خلافت ہے، کہ سلطنتِ بنو عثمان کے سقوط کی صورت میں خلافت موجود نہیں۔ اور سو سال نہیں گزریں گے کہ یہ خلافت دنیا میں ایک بار پھر قائم ہو جائے گی۔ خلافتِ عثمانیہ کا سقوط ۱۹۲۴ء میں ہوا، سو سال نہیں گزریں گے کہ خلافت پھر سے قائم ہو جائے گی![1]

کیا یہ محض 'اتفاق' ہے کہ خلافتِ عثمانیہ کا سقوط رجب ۱۳۴۲ھ بمطابق مارچ ۱۹۲۴ء میں ہوتا ہے اور قریباً ایک صدی کے بعد امارتِ اسلامیہ افغانستان از سرِ نو محرم ۱۴۴۳ھ بمطابق ۱۵ اگست ۲۰۲۱ء میں قائم ہو جاتی ہے!

خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بنیادی مجرموں میں سرِ فہرست نام یہود کا ہے، پھر یہود کے اس وقت کے سب سے بڑے پشت پناہ 'برطانیہ' کا ہے۔ انھی برطانیوں نے یہودیوں کو ریاستِ 'اسرائیل' تحفے میں دی۔ برطانیہ کا کردار جوں جوں عالمی سیاست میں کم ہوا، اسی طرح عالمی سیاست کی ٹھیکے داری 'امریکہ' کو سپرد ہوتی گئی۔ پھر اسی سیاسی بالادستی اور ٹھیکے داری کے ساتھ 'اسرائیل' کی پشت پناہی کا 'ذمہ' بھی امریکہ نے اٹھالیا۔

اہلِ ایمان اور اسلام کے اس دنیا میں سب سے بڑے دشمن 'یہود' ہیں... وہ یہود جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا، جنھوں نے قدیم الہامی کتابوں میں پڑھ اور پرکھ کر، جان بوجھ کر رسولِ آخر الزمان محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کیا۔

---

[1] شیخ کی یہ بات میرے الفاظ میں پیش کی گئی ہے، غالباً شیخ نے یہ بات اپنے سلسلہ دروس 'Lives of the Prophets' میں فرمائی ہے۔

اسلام کے خلاف ہونے والی ہر چھوٹی بڑی سازش میں، پچھلے چودہ سو سال میں یہود شریک رہے۔ اگر یہود نے سازش خود تیار نہیں کی تو کم از کم حصہ دار ضرور رہے۔ پھر خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کا سانحہ وہ واقعہ ہے جس کا براہِ راست تعلق یہود سے ہے۔ خلافتِ عثمانیہ اور اس کے غیور خلفاء یہود اور ان کی 'ناجائز' ریاستِ اسرائیل کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ ریاستِ اسرائیل کے قیام سے نصف صدی یا کچھ زیادہ قبل یہود کا ایک وفد خلیفہ عادل، امیر المؤمنین 'سلطان عبد الحمید الثانی' (نوّر اللہ مرقدہٗ) سے ملتا ہے اور منہ مانگی قیمت پر ارضِ فلسطین کا سودا ان سے کرنے کی التجا کرتا ہے، جسے حمیتِ اسلامی کے پیکر سلطان عبد الحمید سختی سے رد کر دیتے ہیں! یہی ہے وہ موڑ جہاں یہود عہد کر لیتے ہیں کہ خلافت کو ڈھانا ہی ڈھانا ہے، کہ جب تک یہ خلافت ہے، ان یہود کا سکۂ صہیونیت و سرمایہ داری وساہوکاری نہیں چل سکتا!

اور پھر یہود کی عالمی صہیونی سرمایہ دار حکومت قائم ہو جاتی ہے، جس کی سب سے واضح صورت امریکہ بن کر ابھرتا ہے۔

ان یہود کی 'پادشاہی' کو چیلنج کرنے کے لیے اور مسجدِ اقصیٰ کو یہود کے پلید پنجوں سے چھڑانے کے لیے وقت کا ایک صلاح الدین اٹھتا ہے۔ اس صلاح الدین کو 'فاتحِ قدس یوسف صلاح الدین ایوبی' پر ایک امتیاز یہ حاصل ہے کہ وقت کے 'امیر' کی حمایت بھی اس کے ساتھ ہے۔ اور وقت کا وہ امیر کوئی اور نہیں، 'ملا عمر' ہے، اور یہ صلاح الدین 'اسامہ بن لادن'!

یہود کے 'محافظ'، بلکہ یہود کے مفادات کے ان یہودیوں سے بھی زیادہ 'محافظ'، امریکہ پر چند فدائی نوجوان حملہ کرتے ہیں۔ اس واقعے کو تاریخ کا اہم موڑ ہر کوئی، اپنے اور پرائے سب ہی قرار دیتے ہیں۔ تاریخ اب Pre September 11 اور Post September 11 (ما قبل گیارہ ستمبر اور مابعد گیارہ ستمبر) میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔

طاغوتِ اکبر امریکہ، یہود کا محافظ، یہودی وضع کردہ عالمی سرمایہ داری وساہوکاری نظام کو بچانے کے لیے، دورِ جدید کے انکارِ الٰہی کے دین 'جمہوریت وسیکولرزم'... جو عالمی صہیونی منصوبے کی بقا کی مانند ہے... کو بچانے، اُنا ربکم الاعلیٰ ڈکارتا ہوا، افغانستان پر حملہ آور ہوتا ہے۔

۲۰۰۱ء سے ۲۰۲۱ء تک کا منظر نامہ دنیا کے ہر شخص کے سامنے عیاں ہے۔

صلیبی وصہیونی، یہود وہنود، شیطان ودجّال سب حیرت، افسوس، غم، خجالت اور ذلت میں اپنے دانتوں تلے اپنی انگلیاں چبا رہے ہیں... غضب ناک ہیں لیکن ہزیمت کی تصویر بنے رو رہے ہیں!

جو حکومتِ الٰہیہ رجب ۱۳۴۲ھ میں چھینی گئی تھی، آج بزورِ قوت محرم ۱۴۴۳ھ میں واپس لے لی گئی ہے۔ یہ حکومتِ الٰہیہ، باذن اللہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا پیش خیمہ ہے!

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

خلافت کے بنا گزری اس ایک صدی کی رات میں صد ہزار نہیں، شاید صد لاکھ سے بھی زیادہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ستاروں کا خون ہوا ہے... لیکن... آج... منظرِ سحر ہر طرف ہویدا ہے!

☆☆☆☆☆

مولانا عبد الباقی حقّانی (وزیر برائے اعلیٰ تعلیم امارت اسلامی افغانستان)

یونیورسٹی کے طلباء وطالبات میں انعامات تقسیم کرتے ہوئے مولوی عبد الباقی صاحب نے فرمایا:

''سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے طلباء و طالبات سے میری عرض ہے کہ محض سند حاصل کرنے کی نیت نہ کریں، بلکہ یہ نیت رکھیں کہ یہ علم وفن میں نے حاصل کرنا ہے، تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں میں استعمال ہو جاؤں اور اپنے ملک کو آباد کروں۔ ہمارے ہاں حصول علم کا مقصد ڈگری ہوتا ہے، تاکہ ایک پر سکون زندگی گزاروں، چاہے کفریہ نظام کی خدمت ہو یا اسلام کی، بس اپنی زندگی میری اچھی گزرے۔ اس نیت اور ارادے کے سبب افغانستان پچھلے چالیس سال سے مشکل میں ہے۔ لہٰذا ہدف ڈگری نہ ہو، علم وفن ہو اور مقصد اس سے اسلام کی، مسلمانوں کی اور پھر ملک کی خدمت ہو۔

وہ جانے لگے کفر کے قافلے وہ آنے لگی دیکھ فتح مبیں

قاضی ابو احمد

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ{1} وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجاً{2} فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّاباً﴾ (سورۃ النصر: ۱تا۳)

”جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہورہے ہیں۔ تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اور اس سے مغفرت مانگو۔ یقین جانو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔“

الحمد للہ ثم الحمد للہ، اللہ رب العزت نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اپنے جنود کی مدد فرمائی اور تنہا ہی دشمن فوجوں کو شکست دی اور بے شک اللہ رب العزت سے بڑھ کر اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا اور کوئی نہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنی عظیم نعمت عطا فرمائی اور چودہ سو سال بعد آج پھر وہی فتح مکہ کا منظر آنکھوں کے سامنے زندہ کر دکھایا، وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجاً، گروہ در گروہ فوج، اداروں کے ادارے اسلام کے، شریعت کے علم بردار طالبانِ عالی شان کے سامنے تسلیم ہورہے ہیں؛ اور فاتحینِ امت کے سر اس فتح مبین پر اللہ رب العزت کے حضور عاجزی سے جھکے چلے جارہے ہیں اور ان کی زبانوں پر اللہ رب العزت کی حمد و شکر اور استغفار کے کلمات جاری ہیں۔ آج اللہ رب العزت نے اپنی رحمتِ خاص سے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے توکل اور ایمانی غیرت کا بدلہ عطا فرمایا ہے۔ ان کے وہ الفاظ جو بیس سال قبل ’عقل والوں‘ کو ’دیوانے کی بڑ‘ سے زیادہ معلوم نہیں ہوتے تھے آج سچائی کا لبادہ پہنے ہوئے دشمن کو بھی کھلی آنکھوں سے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ وہ طالبان مجاہدین ہیں کہ جنھیں کیسے کیسے برے القابات دیے گئے، یہ جنگلی ہیں، یہ وحشی ہیں، غیر تہذیب یافتہ ہیں، کٹڑ ہیں، ننگے ہیں، بھوکے ننگے ہیں، بات کرنے اور سننے کے قابل نہیں ہیں......، مگر آج یہی اپنے مخالفین کو عزت دیتے، ان کو اچھے القاب سے پکارتے، ان کے پیچھے نماز پڑھتے نظر آتے ہیں[1]۔ آج جب اللہ نے انھیں اپنی رحمت سے ان کے جہاد، ان کی قربانیوں، ان کی ان تھک جدوجہد کا بدلہ عطا فرمایا تو یہ آپے سے باہر نہیں ہوئے، بلکہ فتح مکہ کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کی پیروی کرتے ہوئے کابل کے انتظامی امور وہاں کے میئر ہی کے حوالے رہنے دیے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عام معافی کا اعلان کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ وہ حکومتی افراد جو فتح سے پہلے بڑھکیں مار رہے تھے کہ ہم ایسا کر دیں گے اور ہم ویسا کر دیں گے، بعد از فتح جب تسلیم ہوئے تو طالبان مجاہدین نے انھیں پوری عزت اور احترام کے ساتھ قبول کیا۔ اور یہی شان اہل ایمان کی ہوتی ہے، بالخصوص ان اہل ایمان کی جنھیں آزمائش کی بھٹیوں سے گزار کر رب تعالیٰ نے کندن بنایا ہو۔ سبحان اللہ وبحمدہ, سبحان اللہ العظیم۔

آج کی اس فتح میں جہاں بہت سے نامی گرامی شہدا کا خون شامل ہے وہیں بہت سے گمنام مجاہدین فی سبیل اللہ کا خون، ان کی آہیں اور سسکیاں، ان کے نالہ ہائے نیم شب، دشمن کی قید میں مجاہد بھائیوں اور بہنوں کی پکاریں، یتیم بچوں کی دہائیاں، بیواؤں کے سینے سے اٹھنے والی ہوکیں بھی شامل ہیں۔ وہ ماں کہ جس کے چار بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں اور وہ طالبان مجاہدین کے شہر میں داخل ہونے پر ان کا استقبال کرتی ہے، انھیں دعائیں دیتی ہے، اس کے انتظار کا، اس کے آنسوؤں کا، اس کی آہوں کا اور اس کے صبر کا بدلہ اللہ رب العزت نے اس فتح کی صورت عطا فرمایا۔ اور یہ ایک ماں نہیں، افغانستان ایسی بے شمار شان دار ماؤں کا مسکن ہے کہ جن کی گودیں مجاہدین فی سبیل اللہ کا گہوارہ رہی ہیں۔ اللہ کا سودا سستا نہیں ہے، اللہ کا سودا جنت ہے اور جنت کے خریدار اپنی سب سے قیمتی متاع، اپنی جان اور اپنا مال اور اپنی اولاد تک اس رستے میں لگانے سے نہیں چوکتے ہیں۔ آج دنیا بھر کے تھنک ٹینکس، تجزیہ کار، کالم نگار حیران ہیں، انگشت بدنداں ہیں کہ یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا۔ امریکی خود حیران ہیں کہ اس قدر ذلت کا تو انھوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ کہاں وہ افغانستان بھر میں دندناتے پھرتے تھے اور لوگ ان سے ہراساں تھے، اور آج وہ خود ہراساں ہیں اور کابل کے ہوائی اڈے تک محدود ہو کر اپنی واپسی کے پل گن رہے ہیں۔ وہ ملا برادر کہ جنھیں اسی اسلام کا نام لینے کے جرم میں دس سال پاکستان کے قید خانوں میں اذیتیں دی گئیں، آج سی آئی اے کا چیف انھی ملا برادر سے اپنی افواج کے مکمل انخلاء کے لیے مزید کچھ دنوں کی مہلت کی درخواست کرتا نظر آتا ہے۔

[1] یاد رہے کہ طالبان کے بعض مرکزی ذمہ داران ایک تصویر میں گلبدین حکمت یار کے پیچھے ان کے گھر میں نماز پڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ گلبدین حکمت یار وہی ہیں جنہوں نے طالبان کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔

کل اور آج میں کس قدر فرق ہے۔ کل یہی طالبان مجاہدین اور ان کے معاونین اگر کہیں کسی ویڈیو کلپ میں دکھائی دیتے تو ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی، ان کے ہاتھ مضبوطی سے جکڑ کر باندھے ہوتے اور انھیں دھکے مارے جا رہے ہوتے، گالیاں دی جا رہی ہوتیں، لہولہان چہروں کے ساتھ یہ اپنے رب کو پکار رہے ہوتے۔ اور آج وہی طالبان مجاہدین ہیں کہ جب ان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد پریس کانفرنس کے لیے ایک (سابقہ) حکومتی عمارت میں داخل ہوتے ہیں تو کیمرہ ان کے چہرے سے ہٹتا ہی نہیں ہے۔ ان کے چہرے پر تکبر اور فتح کے نشے کا شائبہ تک نہیں ہے، وہ مکمل وقار اور تواضع کے ساتھ راستے سے گزر کر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ ان کی یہ شان اور یہ عزت دیکھ کر نگاہوں کے سامنے وہ تمام ذلت آمیز مناظر گزر گئے جن سے طالبان مجاہدین کو گزارا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت ہر چیز پر قادر ہے۔ اسے اسباب کی قوت نہیں درکار کہ وہ تو مسبب الاسباب ہے، ہاں توکل، اور ہمہ پہلو توکل، تقویٰ اور استطاعت بھر جدوجہد اس کے یہاں ضرور مطلوب ہے۔ اور وہ جو کہتے تھے کہ اسلام تلوار کے زور پر نافذ ہوا، آج ضرور تلوار کی قوت سے واقف ہو گئے ہوں گے۔ وہ تلوار جو اٹھائی نہیں گئی، مکمل امان کا اعلان کیا گیا ہے، مگر اس تلوار کی محض موجودگی ہی دلوں میں ٹیڑھ رکھنے والوں کو سیدھا کرنے کے لیے کافی ہے۔

کل تک جو تکبر کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ میں افغانستان کو ہفتہ دس دن میں صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہوں، مگر میں کئی لاکھ لوگوں کا خون نہیں بہانا چاہتا! آج کہاں ہیں وہ متکبرین اور ان کے بلند بانگ دعوے؟ وہ جن سے کہا گیا کہ ہمارا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، تو انھوں نے تکبر کے ساتھ کہا کہ زندگی اور موت تو ہمارے ہاتھ میں ہے، جس پر چاہیں بم برسائیں، جس کو چاہیں قید میں ڈالیں، اور جس کو چاہیں اپنا منظورِ نظر بنا ڈالیں، مگر اہل ایمان نے کہا کہ ہمارا رب تو وہ ہے کہ جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، اگر اتنے ہی قوت والے ہو تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھاؤ، فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ، پس وہ کافر وہ منکرِ حق ششدر رہ گئے۔ آج تمام عالم کفر مبہوت ہے کہ یہ کیا ہو گیا اور کیسے ہو گیا۔ امریکہ کو شکست ہو گئی! اس امریکہ کو کہ جس کی قوت اور جس کے مال کا کوئی مقابلہ نہیں! اس امریکہ کو کہ جس نے اپنے تمام وسائل اور تمام جدید ٹیکنالوجی افغانستان میں جھونک دی اور خود قلاش ہو کر رہ گیا! وہ جو امریکہ کو اپنا رب سمجھتے تھے آج خائب و خاسر ہیں اور وہ کہ جنھوں نے اللہ ہی کو اپنا رب جانا اور مانا اور اللہ ہی کے لیے اپنی جان، مال، گھر بار، اولاد قربان کی، آج کامیاب ہیں، خوش ہیں اور اس خوشی کے موقع پر بھی اپنے رب کے سامنے سربسجود ہیں۔ بے شک اللہ کے وعدے ہی سچے ہیں اور بے شک اسی کا قول سچا ہے کہ:

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں، اور اگر وہ تمہیں تنہا چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو چاہیے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں“۔[1]

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ بیس سالہ یہ جہاد خالص فی سبیل اللہ ہے؛ ان معنوں میں بھی کہ طالبان مجاہدین کو امارت اسلامی کی جانب سے کبھی تنخواہیں نہیں دی گئیں۔ طالبان مجاہدین اپنے علاقوں میں بڑی بڑی ذمہ داریوں پر رہے اور ان کہ کل وقتی ذمہ داریاں مانع رہیں کہ وہ اپنی کاشتکاری اور دیگر ذریعہ ہائے معاش کی جانب توجہ دے سکیں۔ مگر امارت اسلامی کی جانب سے طالبان مجاہدین اور ان کے خاندانوں کی مستقل کفالت کا کبھی کوئی انتظام نہیں رہا۔ اس کے باوجود طالبان تحریک اس قدر کامیابی کے ساتھ چلی اور روز بروز طالبان مجاہدین کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ یہ محض وہی کر سکتے ہیں جنھیں اللہ کے وعدوں پر پختہ یقین ہو اور جو یہ جانتے ہوں کہ متاعُ الدنیا قلیل ہے، والآخرۃ خیرٌ و ابقی، اور آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ وہ دنیا کے کیڑے نہیں بنے تو اللہ رب العزت نے دنیا میں ان کی شان بلند کی۔ آج اس پوری دنیا میں سرزمینِ افغانستان کے سوا کوئی ایک خطہ ایسا نہیں جس میں شریعت نافذ ہو، یہ اعزاز اور یہ عظیم نعمت اللہ رب العزت نے دشت و جبل کے رہنے والے طالبان مجاہدین ہی کو عطا کی ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

اس فتح میں اسباق ہیں ان سب کے لیے جن کے سینوں میں دل زندہ ہیں۔ فاعتبروا یٰاولی الابصار۔ وہ جو کہتے رہے ہیں کہ مکمل اسلام اب قابل عمل نہیں رہا، یہ چودہ سو سال پرانی باتیں ہیں، جمہوریت ہی عین اسلام کے مطابق ہے، آج وہ دیکھ لیں، اللہ کی مدد و نصرت جمہوریت کے علم برداروں کے حق میں نازل ہوئی یا شریعت کے نام لیواؤں کے حق میں؟ خطۂ پاک و ہند میں بسنے والے مسلمان بالخصوص اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھیں، (بقیہ صفحہ نمبر ۸۶ پر)

---

[1] سورۃ آل عمران: ۱۶۰

جاء الحق وزھق الباطل

امّ حیدر

حق اور باطل کی اس بیس سالہ جنگ میں مبارک کامیابی قرون اولیٰ کی طرح بالآخر اسی گروہ کا مقدر ٹھہری، جو حق پر ثابت قدم رہے، اور بڑی سے بڑی آزمائش ان کے پایۂ استقلال کو نہ ڈگمگا سکی۔ وہ ہمیشہ کی طرح اپنے پیش روؤں خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ اور محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح کے دیگر اسلام کے جانباز سپاہیوں کی مثل راہِ حق پر چلتے ہوئے شمعِ ایمان سے مشعل جلاتے رہے۔ اور ان کے اپنے رب پر توکل اور عین الیقین نے ہی آج انھیں اس جدید ٹیکنالوجی کے مقابل عالمِ اسلام کی عظیم فتح سے ہمکنار کیا۔

دورِ حاضر کے ہر بینا و نابینا نے چشمِ تصور سے نہیں، بلکہ اپنی ظاہری آنکھوں سے اسلام کے جانبازوں کی فتح دیکھی، کہ کس شان سے اسلام کے جیالے لا الہ الا اللہ کا پرچم تھامے ملکِ افغانستان میں گھومتے پھرتے نظر آئے۔

جی ہاں! قرآنِ کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اعلان کر دیا تھا کہ حق نے بہر حال غالب رہنا ہے اور باطل نے مٹ جانا ہے۔ قرآنِ عظیم الشان نے واضح اعلان کیا ہے:

﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾[الإسراء:۸۱]

”باطل تو ہے ہی مٹ جانے کے لیے“۔

چنانچہ ایمان اور کفر کے مابین اس بیس سالہ معرکے میں فقط ایمانی طاقت سے مالا مال افراد جدید ٹیکنالوجی اور مادی طاقت و قوت سے ٹکرا گئے۔ دنیا نے لاکھ ڈرایا دھمکایا کہ کہاں افغانستان جیسا پسماندہ ملک اور کہاں وقت کا فرعون اور سپر پاور، مقابلہ کا کوئی جواز بنتا ہے کیا؟ امریکہ کے حکم پر لبیک کہو اور اس کے آگے سر کو جھکا دو، اس کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھو، چند ڈالروں کی خاطر ذلت و رسوائی اٹھاؤ۔ امریکہ نے بھی نتیجہ خیز دھمکیاں دیں کہ مٹ جاؤ گے، ختم ہو جاؤ گے، کیونکہ وہ طاقت کے نشے میں دھت تھا، اسکو اپنی قوت پر فرعونِ موسیٰ کی طرح غرور تھا۔

لیکن! مردِ قلندر امیر المومنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ اپنی دور رس نگاہوں سے اس کی بربادی بھانپ چکے تھے، فرمایا کہ ’بش نے ہم سے شکست کا وعدہ کیا ہے جبکہ اللہ نے ہم سے مدد و نصرت کا وعدہ کیا ہے، عنقریب ثابت ہو جائے گا کہ کس کا وعدہ سچا ہے‘۔

اللہ رب العزت نے بھی ان کے اس قول کو پورا کر دکھایا۔ حدیثِ مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ’اللہ کے بعض نیک بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ضرور ان کی قسم کو پورا فرماتے ہیں‘۔

چنانچہ ان مٹھی بھر مجاہدین کی جماعت نے اللہ سے کیے گئے عہد کو نبھایا اور ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ کا مصداق ٹھہرے۔ إما الفتح أو الشهادة... مذکورہ بالا دونوں کامیابیاں ہی اس گروہ کا مقدر ٹھہریں۔

وقت کا فرعون اپنی ہی قوت کے نشے میں منہ کے بل جا گرا اور اس کی تباہی و بربادی کا تماشہ دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ واپسی کے راستے تلاشنے لگا، باعزت واپسی کے لیے مذاکرات کی میز سجائی، یوں اپنی واپسی کی راہیں ہموار کیں۔ خیال ہو گا کہ طالبان اتنی جلدی تو برسرِ اقتدار نہ آئیں گے، کیونکہ اپنی غلام فوج پر بھی تو ناز ہو گا نا! لیکن آقا کی وفاداری میں ان کے غلاموں نے بھی سر منہ لپیٹ کر بھاگنے کی ٹھانی، اور اکثر نے تو تسلیم ہونے میں عافیت جانی۔

بالآخر بنا کسی خانہ جنگی کے، بغیر ہتھیار چلائے پورا کا پورا افغانستان ایک بار پھر طالبان کے ہاتھ آ گیا۔ اور امارتِ اسلامی ایک بار پھر معرضِ وجود میں آ گئی۔ طالبان نے یہ جنگ محض ایک خطہ کے حصول کے لیے نہیں لڑی تھی، بلکہ یہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھی، اللہ کے کلمہ کی سربلندی، رب کی زمین پر رب کا نظام نافذ کرنے، اور نظامِ شریعت کے لئے تھی۔ تو یوں اس جنگ کے للہ فی اللہ ہونے کی بدولت ان سرفروشوں کے قدم قدم پر نصرتِ رب ساتھ رہی۔ شہدا نے اپنے مبارک خون کے ساتھ اس کی مٹی کو سیراب کیا، تو اسیروں کی آہیں اور سسکیاں اور ان کا صبر و توکل اور نیم شب کی گریہ وزاری بھی اس کی آزادی میں شامل رہیں، اور غازیوں

کی شب وروز کی طویل جدوجہد، منصوبہ بندی اور دعائیں رنگ لائیں۔ شہداء کے اہلِ خانہ اور یتیموں کے گذرے لمحات، بے کسی اور کسمپرسی میں بیتے دن، اور صبر ورضا کے ساتھ وقت گزارنا بھی اس سرزمین کی نوخیزی اور آبیاری میں معاون رہے۔

امریکہ کا اصل ہدف ہمیشہ سے اسلام اور اسلام پسند ہی رہے ہیں، اور ان کو ختم کرنے، ان کی طاقت کو زائل کرنے میں وہ ہر دم مصروف رہتا ہے۔ طاقت کے ذریعے، سازشوں کے جال بن کر، ہر صورت اسلام کو مٹانا، مسلمانوں کی شان وشوکت کو بزورِ طاقت تلف کرنا دشمنانِ اسلام کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ لیکن اللہ کے چنے ہوئے منتخب بندوں کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین کو بچانے اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے جہاد جیسی عظیم عبادت میں مصروف رہے گی۔ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق 'الجهاد ماض إلى يوم القيامة' جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

دینِ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری رب العالمین نے خود لی ہے، ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے نزول کے ساتھ اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ جس دین کی حفاظت کی ذمہ داری رب العالمین لے رہے ہوں تو اس دین پر چلنے والے، عمل کرنے والے، اور اسکے نفاذ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے والے کے محافظ و نگہبان بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کیوں نہ ہوں گے۔ جو ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں بدری صحابہ کو اپنے سے تین گنا زیادہ کفار پر فتح دے سکتی ہے تو وہ آج کے مسلمانوں کو بھی دشمنانِ اسلام پر فاتح بنا سکتی ہے۔ وہ قادر ذات ہے، امتحان و آزمائش تو ہمارے ایمان کے معیار پر ہے۔

طالبان کے اس مبارک گروہ نے اپنے ایمان کو کامل بنایا اور اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور اس کی مخلوق سے کچھ نہ ہونے کے یقین کو دلوں میں راسخ کیا تو آج فاتح بن کر ابھرے۔ اس بیس سالہ جنگ میں... جس کے اختتام میں طالبان فاتح قرار دیئے گئے... اس کے اولین دنوں میں قربانیوں کی اَن گنت مثالیں تاریخ کے صفحات پر رقم ہوئی ہیں، لیکن نہ یہ جنگ پیسوں کے حصول کے لئے تھی، نہ اقتدار کا لالچ تھا، بلکہ ایک واضح نظریہ تھا کہ رب کی زمین ہو اور قانون غیر کا چلے، یہ کسی صورت گوارا نہیں۔ پہاڑوں کی سی مضبوط استقامت نے دشمن کے حوصلے پست کر دیئے اور وہ سرنگوں ہوا۔ اسلام کا علم، لا الہ الا اللہ کا پرچم ایک بار پھر بلند ہوا۔ دشمنانِ اسلام ایک دفعہ پھر شکست سے دوچار ہوئے۔ توحید کی فضا پھر عام ہونے کی نوید ہے، صحابہ کے متوالے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے کو تیار ہیں، چہار اطراف میں شرعی نظام کے لئے کوشاں ہیں۔

یاد رہے کہ اسلام دشمن عناصر کی آنکھوں میں کھٹکنے والی واحد چیز اسلام کا عملی طور پر نفاذ ہی ہے۔ طالبان کی یہ فتح درحقیقت عالمِ اسلام کی فتح ہے۔ طالبان تو ایک آئینہ ہیں، امت کے ہر ہر فرد، گروہ اور مسلم ممالک کے ہر طبقے کے لئے جس میں ہر ایک اپنے آپ کو بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ کونسا وہ واحد حل ہے جو ہمیں نظامِ مصطفوی سے ملا سکتا ہے اور خلافت علی منہاج النبوۃ کو لانے میں کردار ادا کر سکتا ہے۔

طالبان نے ہم کو فتحِ مکہ کی یاد بھی دلا دی اور عام معافی کا اعلان کر کے نبوی اخلاق کو اپنایا۔ باوجود اس عالمگیر کامیابی کے اپنے دشمن کے لئے لچک دار رویہ ہی اختیار کیا اور ایفائے عہد کیا۔ یہ بھی نبی کی سیرت سے حاصل کردہ ایک سبق ہے۔ نظامِ حکومت پر مقرر افراد ہمہ تن کوشاں و مصروف ہیں کہ ہم وہ شرعی نظام لائیں گے جو منہجِ نبوت و خلافت کے مطابق ہو گا۔ پس مبارکباد کے مستحق ہیں یہ لوگ جو نبوی راہ پر چل کر سربلند ہوئے، احکاماتِ الٰہی کی پیروی کر کے کامران ہوئے، بے مثال قربانیوں کے نتیجہ میں راہرو ہوئے۔ نتیجتاً آخرت میں اجرِ عظیم کے مستحق ہوئے۔ اے طالبان!

تمھی ہو وہ!
شبِ تاریک میں جو روشنی کی جستجو ٹھہرے!
وہ فرزندانِ ملت ہو،
جو اپنی ملتِ اسلام کی خاطر...
سرِ میداں، عدو کے روبرو ٹھہرے!
رہِ حق پر ثبات واستقامت سے کھڑے ہو کر...
خدا کی نصرتوں کو اپنی جھولی میں لیے...
دنیا کے آگے سرخرو ٹھہرے!
گراں خوابی، خزاں خیزی کے اس آخر زمانے میں
مری مظلوم امت کی تمھی تو آرزو ٹھہرے!

امتحان کا ریزلٹ نکل آیا، امارت اسلامیہ نے ٹاپ کیا

اسد بن عبید قریشی

شام میں خبریں دیکھیں تو شہ سرخی تھی ''۲۲ ولایتیں (صوبے)'' طالبان کے ہاتھ میں۔ دل میں تھوڑا شک پیدا ہوا کہ کہیں کوئی غلطی ولطی تو نہیں ہو گئی۔ غور سے دیکھا اور تفصیل پڑھی تو معلوم ہوا کہ طالبانِ عالیشان حقیقتاً ۲۲ ولایتوں پر مکمل کنٹرول حاصل کر چکے ہیں۔ دل کی گہرایوں سے الحمدللہ نکلا۔ ساتھ ہی ایک خلش سی پیدا ہوئی۔ یہ نہ ہو کہ امریکہ جاتے جاتے کوئی بڑا دغا دے جائے۔ کہیں کوئی بڑی بمباری نہ کر دے، کیونکہ ہلمند میں جب امریکہ بہادر نے دیکھا کہ کوئی آسرا نہیں رہا، اور بھاگتے بھاگتے لنگوٹ ہی سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے، تو اپنی شکست پر طیش میں آ کے دلِ ہلمند لشکر گاہ میں کافی بمباری کی تھی۔ اس کے نتیجے میں کافی عوام شہید ہوئی تھی اور بازار میں آگ لگ گئی تھی۔ دھڑکا تھا کہ یا اللہ، کوئی بڑا حادثہ نہ ہو۔

خیر رات نے بھی گزرنا ہی تھا تو گزر گئی۔ اگلی صبح کی پہلی پہلی خبروں میں شہ سرخیاں ''طالبان کابل کے دروازوں پر کھڑے ہیں''، ''کابل شہر اور پنجشیر کے علاوہ پورا افغانستان طالبان کے قبضے میں''۔ آنکھیں تو نہیں ملیں، لیکن یقین بھی نہیں کیا، خبروں کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر خبر آئی: ''طالبان کابل شہر میں داخل ہو گئے ہیں، امن قائم رکھنے کیلئے اہم اہم جگہوں پر پوسٹیں سنبھال لی ہیں''۔

پھر تو خوب تکبیریں لگائیں، دل میں خوشی کی موجیں اٹھ اٹھ کر گر رہی تھیں اور گر گر کر اٹھ رہی تھیں، الحمدللہ، ایک خواب تھا جو پورا ہوا۔ ایک جانور بھی اسی خوشی میں ذبح کر ڈالا۔

لیکن دل میں یہی سوچ تھی کہ یا اللہ! صرف چند دنوں میں بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ پھر یاد آیا کہ نصر من اللہ و فتح قریب بھی تو اللہ ہی کا وعدہ ہے۔ جو اللہ امتحان لے رہا تھا، اسی نے تو پاس بھی کرنا تھا۔ 'امتحان' کی گھڑیاں ختم، 'ریزلٹ' نکل آیا افغانستان کا۔ امارتِ اسلامیہ نے پوری دنیا میں ''شریعت کی پاسداری'' میں 'ٹاپ' کیا ہے۔ مبارک ہو سرزمینِ افغانستان، اور اس میں بسنے والی مسلمان اور مجاہد عوام۔

اور یہی بات 'ذی ہوش'، 'مہذب' اور در حقیقت 'غلامانہ ذہنیت' کیلئے معمہ بنی رہی، اور ہمیشہ کیلئے بنی رہے گی۔ ہضم نہ ہو سکی اور نہ ہی ہو گی۔ جو اللہ اور اس کے دین سے بیزار ہو، بھلا اس پر اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں کیونکر واضح ہوں؟

انھیں وہ وقت بھی یاد ہو گا، جب وہ ایک بندۂ فقیر کے نعرۂ تکبیر پر ہنس رہے تھے۔ جب اس بندے نے بش کے وعدے کو جھوٹا کہا تھا اور اللہ کے وعدے پر یقین رکھا تھا، اور شیخ اسامہ رحمہ اللہ کو حوالے کر دینے سے انکار کر دیا تھا۔ دشمن تو کیا، اپنے محسنین کی بھی قطاریں تھیں۔ کرسی کی فکر سے زیادہ ملک کے مستقبل کیلئے مصلحتیں تھیں، لیکن اس نے مصلحت کا راستہ نہ اپنایا۔ دو ٹوک، صاف و شفاف فیصلہ؛ ایک مہمان، مجاہد عالمِ دین، صرف ایک مسلمان کو حوالے کرنے سے انکار کیا، اور اس فیصلے پر ڈٹا رہا۔ کرسی قربان کی، ساتھی قربان کیے، گھر برباد ہونا بخوشی گوارا کیا۔ کہ یہی تو اللہ کے راستے کی تکالیف ہیں۔ اسی پر تو جنتوں کی بشارت ہے۔ اور یہی مردِ مجاہد کا شیوہ۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے۔ انھوں نے حمیت و غیرتِ مسلماں کو اس زمانے میں پھر سے تازہ کر دکھایا۔ اور ان کا اور ان کے رب کا وعدہ ہی سچا نکلا۔

آخر میں میں اپنے بھائی کو بھی یاد کروں گا۔ اسامہ رحمہ اللہ۔ ایک نوجوان جس نے اسی سرزمین پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ اسامہ اور اس جیسے ہمارے بہت سارے مہاجر بھائی ہیں، جن سے دنیا ناواقف ہے، مگر ہمارا رب انہیں بخوبی جانتا ہے۔ انھوں نے اپنی جان کی قربانی دی اور اس سرزمین کی مٹی کو اپنے خون سے رنگین کیا۔ یہ لہلہاتا ہوا سفید پرچم ان کی قربانیوں کا ہی ثمرہ ہے۔ اور اس پر نوشتہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ان کے نذرانے کا مقصد۔

☆☆☆☆☆

خراسان... احادیثِ مبارکہ کی پیشین گوئیاں

مولانا عماد الدین معروف

افغانستان کی زمین پر امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کی فتح اور امارتِ اسلامیہ کا قیام... جہاں افغان قوم کے لیے خوشی کا باعث بنا ہے، وہاں اس نے تمام مسلمانانِ عالم کے دلوں میں بھی مسرت کے جذبات بھر دیے ہیں اور غلبہ اسلام کی نوید سنادی ہے۔ دنیا کے دیگر خطوں میں جو مسلمان کفار اور ان کے آلہ کاروں کے مظالم کا شکار ہیں، افغانستان کے طالبان کو دیکھ کر ان میں امید کی کرن پیدا ہوئی ہے، اور جو اسلامی تحریکیں اور اہلِ دین مختلف خطوں میں طواغیت کے جبری پنجوں سے تنگ ہیں، وہ بھی افغانستان کی اسلامی امارت کو اپنے لیے مرکز کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ ہم ذیل کے مضمون میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ اس خطے کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کیا پیشین گوئیاں اور خوش خبریاں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں افغانستان کے نام سے کوئی ملک یا علاقہ نہیں تھا، بلکہ اس زمانے میں اس خطے کو 'خراسان' کہا جاتا تھا، جس میں موجودہ افغانستان ہے۔ اس لیے مضمون میں خراسان سے بحث کی گئی ہے۔

حدودِ خراسان

سابقہ زمانوں میں ہمیں جو مختلف خطوں کے نام ملتے ہیں، ان کی حد بندی کرنا ایک مشکل کام ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، تہذیبوں اور سلطنتوں میں تغیر آتا رہا اور اسی کے مطابق جغرافیائی حدود میں تبدیلی آتی رہی۔ اس تبدیلی کے زیرِ اثر مشہور خطوں کی حدود بھی مختلف زمانوں میں بدلتی رہیں۔ یہی حال 'خراسان' کا بھی ہے۔ مسلمانوں کو جس زمانے میں خراسان سے شناسائی ہوئی، اس وقت خراسان فارس کی 'ساسانی سلطنت' کا صوبہ تھا۔ اس کی حدود جنوب میں سجستان سے شروع ہوتی تھیں، مغرب کی طرف نیشاپور، مرو شاہجہان اور سرخس وغیرہ تھے، شمال میں کابل، طخارستان سے لے کر ماوراء النہر کے علاقے بھی اس میں شامل تھے، جبکہ مشرق میں اس کی حدود ہند تک پہنچی ہوئی تھیں۔ یہ وہ جغرافیہ ہے جسے امام بلاذری رحمۃ اللہ علیہ نے 'فتوح البلدان' میں بیان کیا ہے۔ البتہ علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ماوراء النہر اور سجستان کو خطہ خراسان میں دخل نہیں، انھیں امام بلاذری رحمۃ اللہ علیہ نے خراسان میں اس لیے داخل کر دیا کہ یہ تمام علاقے ساسانی سلطنت میں والئ خراسان کے زیرِ کنٹرول تھے۔ اسی طرح علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ نے طخارستان، کابل، غزنی وغیرہ کو بھی خارج کیا ہے، اور اسے ہند سے ملحق کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ کی بات جغرافیائی لحاظ سے درست ہو کہ خراسان ایک ولایت ہو، جبکہ سجستان، طخارستان، ماوراء النہر وغیرہ الگ ولایتیں ہوں، لیکن ہمیں تو 'خراسان' کی تحدید اس لیے مطلوب ہے کہ ہم جان سکیں کہ احادیثِ مبارکہ میں جب خراسان کا ذکر آئے تو وہاں کون سے خطے مراد ہوں گے۔ اور پھر اس سارے اختلاف میں ہمارے لیے قرینِ مصلحت یہ ہے کہ ہم خراسان کے مرکزی علاقوں سے متعارف ہوجائیں اور موجودہ دور کے جغرافیہ میں انھیں تلاش کرسکیں۔ اس کے لیے اسلامی فتوحات کی تاریخ اور اسلامی مصادر کی طرف رجوع کرنے سے درج ذیل مشہور بنیادی علاقے معلوم ہوتے ہیں:

اول: سجستان جس کا مرکز 'زرنج' تھا؛ یہ خطہ آج کے ایران کے صوبہ سیستان اور افغانستان کے صوبے نیمروز اور کچھ ہلمند و فراہ پر مشتمل علاقہ ہے۔ قدیم مصادر میں دریائے 'ہندمند' کا لفظ آیا ہے جو موجودہ ہلمند کا قدیم نام معلوم ہوتا ہے۔

دوم: بُست، ذابلستان اور کابل؛ قدیم بُست افغانستان کے موجودہ صوبہ ہلمند کا مرکز لشکر گاہ ہے... بعض مصادر میں اسے سجستان کے ساتھ جوڑا گیا ہے، البتہ علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اعمالِ کابل میں شامل کیا ہے، ذابلستان کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ افغانستان کے صوبے زابل اور اس کے گرد و نواح کو شامل ہے، اور قدیم کابل... موجودہ کابل اور اس کے زیریں علاقوں کو شامل ہے۔

سوم: ہرات، نیشاپور، مرو شاہجہان، مرو روذ، سرخس وغیرہ؛ یہ علاقے موجودہ افغانستان کے شمال مغرب اور ترکمانستان کے جنوبی علاقوں پر مشتمل ہے، اس میں اسلامی فتوحات کے دو مشہور مراکز ہرات... موجودہ افغانستان کا صوبہ ہرات... اور مرو شاہجہان... موجودہ ترکمانستان کا شہر 'ماری'... تھے۔

چہارم: دریائے آمو [نہر جیحون] سے نیچے طخارستان علیا اور سفلیٰ... اس میں موجودہ افغانستان کے شمالی علاقے شامل ہیں، جوزجان سے لے کر بدخشان تک، کابل سے اوپر اور تاجکستان سے نیچے۔ خود 'تخار' کے نام سے بھی افغانستان میں ایک صوبہ ہے جو اسی جغرافیہ میں موجود ہے۔

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ حال میں اگر خراسان کی تحدید کرنا چاہیں تو اس میں ایران کے مشرقی علاقے، پورا افغانستان اور ترکمانستان کے جنوب مشرقی علاقے شامل ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خراسان کا بڑا اور بنیادی حصہ موجودہ 'افغانستان' ہے۔

خراسان میں اسلامی فتوحات

اسلامی تاریخ میں خراسان کی فتوحات کے سلسلے میں دو نام مشہور ہیں؛ ایک سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اور دوسرے سیدنا عبد اللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ۔ سب سے پہلے سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں آپ کے حکم سے سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ فارس کے علاقوں اصفہان اور طبس کو فتح کرتے ہوئے ہرات تک پہنچے، اور اسے فتح کر کے نیشاپور، مروِ شاہجہان وغیرہ فتح کیا اور اس کے بعد طخارستان تک کے علاقوں کو فتح کر لیا، اور یوں ایران کی ساسانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ تاہم بعد ازاں ان علاقوں میں پھر بغاوت ہوگئی۔ دوسری مرتبہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں سیدنا عبد اللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ خراسان کی طرف متوجہ ہوئے، سجستان کو فتح کرتے ہوئے زرنج، بُست، زابلستان اور کابل کے علاقوں کو فتح کر لیا، پھر دوسری طرف ہرات سے لے کر طخارستان تک کے علاقے فتح کرتے ہوئے ماوراء النہر تک جا پہنچے۔ اس کے بعد سے یہ علاقے اسلام کے قلعے بن گئے اور آئندہ کی اسلامی فتوحات کے لیے مراکز بن گئے۔ یہاں تک کہ عبد اللہ بن شریک نے خراسان کی تعریف کرتے ہوئے کہا... جیسا کہ علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ نے 'معجم البلدان' میں ذکر کیا...:

خراسان كنانة الله إذا غضب على قوم رماهم بهم.

"خراسان اللہ تعالیٰ کا تیر ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر غضب ناک ہوتے ہیں تو اس تیر کو اس پر دے مارتے ہیں"۔

خراسان سے متعلق مروی احادیثِ مبارکہ

خراسان سے متعلق بہت سی روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، جن میں آخر الزمان میں بعض واقعات کی طرف نشاندہی ہے، اور بعض پیشین گوئیاں ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ ان روایات کو یہاں درج کریں جن کی سند صحیح اور حسن ہے، اور ساتھ ان روایات کو بھی ترک نہیں کریں گے کہ جن کی سند میں معمولی ضعف ہے، شدید ضعف نہیں ہے۔ کیونکہ جمہور محدثین کے قاعدے کے مطابق ایسی روایات تاریخ کے باب میں مقبول ہیں۔

البتہ آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کرتے چلیں کہ ان احادیث کے بیان کا مقصد تطبیق نہیں، استیناس ہے۔ یعنی ہم ان واقعات کی من وعن حاضر پر یقینی تطبیق نہیں کریں گے، بلکہ انھیں امت کے سامنے مبشرات کے طور پر پیش کریں گے، کہ مستقبل میں اس خطے میں یہ کچھ ہوگا۔ آیا ابھی یہ شروع ہوگیا ہے یا نہیں، اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

پہلی حدیث

سنن ابن ماجہ میں روایت ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ، كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ، ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ، ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا لَمْ يُقْتَلْهُ قَوْمٌ". ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ، فَقَالَ: "فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ، فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ، الْمَهْدِيُّ".

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خزانے کے پیچھے تین لوگ آپس میں قتال کریں گے، تینوں خلیفہ کے بیٹے ہوں گے، یہاں تک کہ وہ کسی ایک کو بھی نہیں ملے گا، پھر مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے ابھریں گے اور وہ تمہیں قتل کریں گے، ایسا قتل کہ کسی دوسری قوم کا نہ کیا گیا ہوگا"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چیزوں کا ذکر فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہیں، پھر فرمایا: پس جب تم ان کالے جھنڈے والوں کو دیکھو تو ان کی بیعت کر لینا، چاہے اس کے لیے تمہیں برف پر پنجوں کے بل چل کر جانا پڑے، کہ وہ تو اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے"۔

اس حدیث میں لفظ 'مشرق' استعمال ہوا ہے، جبکہ مسند احمد اور مستدرک حاکم کی روایت میں صراحت سے اس کی جگہ 'خراسان' کا لفظ وارد ہوا ہے۔ چونکہ خراسان جزیرۃ العرب کی مشرق میں ہے، اسی لیے بعید نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق بھی فرمایا ہو:

إذا رأيتم الرايات السود خرجت من قبل خراسان فأتوها و لو حبوا فإن فيها خليفة الله المهدي.

”جب تم دیکھو کہ خراسان سے کالے جھنڈے ابھرے ہیں، تو ان کی طرف لپکو، چاہے پنجوں کے بل چل کر، کیونکہ انھی میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے“۔

سندِ حدیث پر کلام

حدیث میں بیان کردہ فوائد پر گفتگو سے پہلے حدیث کی اسناد کے حوالے سے جانتے چلیے کہ یہ حدیث دو طرق سے مروی ہے۔ اس حدیث پر بعض علمائے حدیث نے دو علتوں کی وجہ سے کلام کیا ہے: پہلی علت یہ ہے کہ مستدرک حاکم اور مسند احمد کی روایت میں راوی علی بن زید بن جدعان ہیں جو ضعیف ہیں، تاہم یہ علت اس وقت قابلِ توجہ نہیں رہتی، جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ دوسرے طریق میں ان کی متابعت ثقہ راویوں سفیان عن خالد الحذاء اور عبد العزیز عن خالد الحذاء نے کی ہے۔ لہٰذا اس علت کی وجہ سے مجموعی حدیث پر ضعف کا حکم عائد نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری علت جو علماء نے بیان کی ہے، وہ یہ ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی ابو قلابہ ہیں جو مدلس ہیں، اور یہاں ان سے سماع کی صراحت نہیں منقول، بلکہ عنعنہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مدلسین کے پہلے طبقے میں سے ہیں جس میں یحییٰ بن سعید انصاری جیسے کبار محدثین بھی ہیں، جن کے بارے میں محدثین کا مذہب ہے کہ ان کا عنعنہ قابلِ قبول ہے، کیونکہ ان کی تدلیس نادر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی حفاظِ حدیث نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، جیسا کہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مصباح الزجاجۃ میں، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کو قبول نہ کرنے کی ایک علت یہ ذکر کی ہے کہ اس میں امام مہدی علیہ الرضوان کے لیے خلیفۃ اللہ کا لفظ آیا ہے، جبکہ اس کا اطلاق کسی مخصوص آدمی کے لیے درست نہیں، جیسا کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ تاہم علمائے امت کے یہاں یہ مسئلہ معروف ہے کہ کسی امیر کے لیے خلیفۃ اللہ کا اطلاق آیا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں دونوں اقوال موجود ہیں، جو اطلاق کی اجازت دیتے بھی ہیں تو ان کا نظریہ یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ وہ براہ راست اللہ کی نیابت کر رہا ہے۔ اس لیے یہ روافض کے نظریے کی حمایت نہیں ہے۔ اس بنا پر حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث کے فوائد

۱۔ حدیث میں مذکور ہے کہ تمہارے خزانے کے پیچھے تمہارے تین لوگ آپس میں لڑیں گے۔ یہاں خزانے سے مراد حکومت ہے، جیسا کہ علامہ ابو الحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے، اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہاں خزانے سے مراد کعبہ کا خزانہ ہے۔ دونوں باتوں کو جمع کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں مراد جزیرۂ عرب میں شہزادوں کا آپس میں حکومت اور حکومتی خزانے کے لیے قتال کرنا ہے، اور ان کا آپس میں متفق نہ ہونا ہے، جس کے سبب خراسان کے کالے جھنڈے والے ان سے حکومت چھین لیں گے۔ ایک دوسری حدیث بھی مروی ہے، جو مذکورہ بالا حدیث کی تائید بھی ہے اور اس پر اضافہ بھی ہے۔ اسے بھی امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِذْ أَقْبَلَ فِتْيَةٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، فَلَمَّا رَآهُمُ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا نَزَالُ نَرَى فِي وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهُ، فَقَالَ: "إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ اخْتَارَ اللَّهُ لَنَا الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا، وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي بَلَاءً وَتَشْرِيدًا وَتَطْرِيدًا، حَتَّى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُودٌ، فَيَسْأَلُونَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ، فَيُقَاتِلُونَ فَيُنْصَرُونَ، فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوا، فَلَا يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَيَمْلَؤُهَا قِسْطًا، كَمَا مَلَؤوهَا جَوْرًا، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ، فَلْيَأْتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ".

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں بنی ہاشم کے لڑکے سامنے آگئے، انھیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہوگئے اور چہرے کا رنگ بدل گیا۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ہم آپ کے چہرے پر کچھ ایسا دیکھ رہے ہیں جو ہمیں ناگوار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم اہلِ بیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو اختیار کیا ہے۔ میرے اہلِ بیت میرے بعد شدید آزمائشوں اور دربدریوں میں مبتلا ہوں گے، یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے والے آئیں گے، اور وہ خیر (امارت) مانگیں گے مگر لوگ نہیں دیں گے، پس وہ قتال کریں گے اور کامیاب ہوں گے، پھر وہ چیز (یعنی امارت) دینے کی کوشش کریں گے جو انھوں نے مانگی تھی، مگر یہ اسے لینے سے انکار کر دیں

گے، یہاں تک کہ وہ اسے میرے اہلِ بیت میں سے ایک فرد کو دے دیں گے، جو عدل وانصاف سے اسے بھر دے گا، جس طرح پہلے والوں نے ظلم وجور سے بھر دیا تھا۔ پس جو کوئی اس شخص کے زمانے کو پالے تو اس کی طرف ضرور لپکے، چاہے برف پر پنجوں کے بل چل کر ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد شیعہ ہے اور ضعیف ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ حدیث قبول نہیں کی ہے۔ گو اس کی متابعت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ثقہ راوی عمرو بن القیس عن الحکم نے کی ہے، جیسا کہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ تاہم اس سند میں بھی دیگر ضعیف راوی ہیں، اور مجموعی اعتبار سے یہ ضعیف ہے، لیکن اتنی نہیں کہ تاریخ میں قابلِ قبول نہ ہو، بالخصوص جبکہ اس کے مضمون کی تائید مذکورہ بالا حدیث سے ہو رہی ہے۔

جزیرۃ العرب میں امامت کے معاملے میں اختلاف کا ذکر سنن ترمذی و سنن ابو داود کی اس صحیح حدیث میں بھی ہے جس میں امام مہدی علیہ الرضوان کی بیعت کا ذکر ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ، فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ، فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ.

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہو گا، تو مدینہ والوں میں سے ایک شخص مکہ کی طرف بھاگ نکلے گا، تو مکہ والوں میں سے بعض لوگ اس کے پاس آئیں گے اور زبردستی اسے نکال کر اس کی بیعت کریں گے، جبکہ اسے ناگوار ہو گا، وہ لوگ اس کی بیعت رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کریں گے"۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے، جس کی سند میں ایک راوی العلاء بن بشیر مجہول ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُبَشِّرُكُمْ بِالْمَهْدِيِّ يُبْعَثُ فِي أُمَّتِي عَلَى اخْتِلَافٍ مِنْ النَّاسِ.

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تم لوگوں کو مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو اس وقت آئیں گے جب امت میں اختلاف ہو گا"۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت امت میں اختلاف ہو گا۔ جزیرۃ العرب کا اختلاف تو معلوم ہو چکا، باقی عرب دنیا میں اس وقت سفیانی تباہی مچا رہا ہو گا، جس کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : يخرج رجل يقال له السفياني في عمق دمشق و عامة من يتبعه من كلب فيقتل حتى يبقر بطون النساء و يقتل الصبيان فتجمع لهم قيس فيقتلها حتى لا يمنع ذنب تلعة و يخرج رجل من أهل بيتي في الحرة فيبلغ السفياني فيبعث إليه جندا من جنده فيهزمهم فيسير إليه السفياني بمن معه حتى إذا صار ببيداء من الأرض خسف بهم فلا ينجو منهم إلا المخبر عنهم.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی دمشق سے نکلے گا جسے 'سفیانی' کہا جاتا ہو گا، عام طور پر اس کے ماننے والوں میں بنو کلب کے لوگ ہوں گے، وہ انسانوں کو قتل کرے گا یہاں تک کہ عورتوں کے پیٹ چیر دے گا، اور بچوں کو کاٹ ڈالے گا، ان کے مقابلے میں بنو قیس جمع ہوں گے مگر وہ انھیں قتل کر دے گا، اور یہاں تک کہ کوئی کسر باقی نہ چھوڑے گا۔ دریں اثناء (نواحِ مدینہ) حرہ کے مقام پر میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص نکلے گا۔ اس کی خبر جب سفیانی کو ہو گی تو وہ اس کے خلاف ایک لشکر بھیجے گا، جسے وہ شکست دے دیں گے۔ پھر سفیانی خود اپنے ماننے والوں کو لے کر مقابلے کے لیے نکلے گا۔ جب وہ مقامِ بیداء پر پہنچے گا تو ان سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اور پورے لشکر میں سے کوئی نہیں بچے گا، سوائے اطلاع دینے والے ایک شخص کے"۔

اس حدیث کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے، اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر دو اعتراض کیے ہیں، ایک یہ کہ محمد بن اسماعیل بن ابی سمینہ صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا راوی ہے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا راوی نہیں ہے، جبکہ ولید بن مسلم تدلیسِ تسویہ میں متہم ہے، اور اس سند میں اس کے شیخ اوزاعی سے معنعن روایت ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ چلو شرطِ بخاری پر تو حدیث ہے، ضعیف نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ اکثر ائمہ حدیث کے یہاں ولید بن مسلم پر تدلیس کا الزام تو ہے، تدلیسِ تسویہ کا الزام مقبول نہیں۔ لہٰذا جب وہ سماع کا اظہار کردے تو وہ حدیث مقبول ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ یہی اس کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور اسی وجہ سے انھوں نے اس حدیث کی صحت میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ سفیانی اس وقت دمشق میں خون خرابہ کر رہا ہو گا، بلکہ دیگر آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصر پر بھی قابض ہو جائے گا اور ظلم و ستم ڈھا رہا ہو گا۔ یہاں تک کہ امام نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابِ فتن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک موقوف اثر میں ہے کہ وہ اہلِ خراسان سے بھی جنگ کرنے نکلے گا، لیکن اہلِ خراسان اسے شکست دے دیں گے، اور اس کے بعد امام مہدی علیہ الرضوان کی تلاش میں لوگ نکلیں گے۔

> يَلْتَقِي السُّفْيَانِيُّ وَالرَّايَاتُ السُّودُ، فِيهِمْ شَابٌّ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، فِي كَفِّهِ الْيُسْرَى خَالٌ، وَعَلَى مُقَدِّمَتِهِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ يُقَالُ لَهُ شُعَيْبُ بْنُ صَالِحٍ بِبَابِ إِصْطَخْرَ، فَتَكُونُ بَيْنَهُمْ مَلْحَمَةٌ عَظِيمَةٌ، فَتَظْهَرُ الرَّايَاتُ السُّودُ، وَتَهْرُبُ خَيْلُ السُّفْيَانِيِّ، فَعِنْدَ ذَلِكَ يَتَمَنَّى النَّاسُ الْمَهْدِيَّ وَيَطْلُبُونَهُ.

> ”سفیانی اور (خراسان کے) کالے جھنڈے والوں کا مقابلہ ہو گا، اس دوسرے لشکر میں بنی ہاشم کا ایک نوجوان ہو گا جس کے بائیں ہاتھ پر سیاہ دھبہ ہو گا، اور اس لشکر کے ہراول پر بنی تمیم کا ایک شخص شعیب بن صالح امیر ہو گا۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان بابِ اصطخر پر بڑی جنگ ہو گی، یہاں تک کہ کالے جھنڈے والے جیت جائیں گے اور سفیانی کا گھوڑا بھاگ جائے گا۔ اس موقع پر لوگ امام مہدی کی تمنی کریں گے اور ان کی تلاش میں نکلیں گے“۔

یہ اثر موقوف بھی ہے، اور اس کی سند ضعیف ہے، دو وجہ سے؛ ایک اس میں ولید بن مسلم مدلس راوی کا عنعنہ ہے، دوسرا اس میں قاضی ابن لھیعۃ ضعیف، مختلف فیہ راوی ہیں۔ لیکن یہ دونوں وجوہ شدید ضعف پر دلالت نہیں کرتیں۔ ہمیں اس اثر سے صرف یہ بتلانا مقصود تھا کہ سفیانی کے لشکر کی خراسان کے کالے جھنڈے والے لشکر سے بھی جنگ ہو گی، اور خراسان والے اس میں بھی فتحیاب ہوں گے۔

تو مذکورہ بالا پہلی حدیث کے فوائد میں سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ امام مہدی علیہ الرضوان کی بعثت سے قبل امتِ مسلمہ زبوں حالی کا شکار ہو گی، شدید اختلاف ہو گا، حجاز وغیرہ میں بھی کوئی مسلمانوں کی طاقت نہ ہو گی، جبکہ دیگر خطوں ... شام و مصر ... میں سفیانی کے مظالم ہوں گے، ایسے میں خراسان واحد جگہ ہو گی جہاں منعۃ المسلمین ہو گی، مسلمان ایک مضبوط طاقت کی شکل میں ہوں گے۔

۲۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا: [فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا] یعنی وہ حجاز کے ناخلف حکمرانوں کے خلاف قتال کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ایسے حکمران مسلمانوں کی قوت کا سبب بننے کی بجائے مسلمانوں کی تنزلی کا سبب ہوں گے، جسکی وجہ سے مجبور ہو کر اہلِ خراسان ان سے حکومت چھینیں گے۔ اسی طرح یہ سفیانی کے لشکر کے خلاف بھی قتال کریں گے، اور اسے شکست دیں گے۔ یعنی خراسان کا لشکر محض اپنے آپ کو خراسان تک محدود نہیں رکھے گا، بلکہ اپنی اسلامی قوت کا فائدہ اٹھا کر امت میں منتشر مقابل گروہوں کو ختم کرے گا۔ یہی بات انھیں پوری امت کی سطح پر ممیز کر دے گی۔ ان کی جنگ دوسروں کے برخلاف جاہ و حشم کی جنگ نہ ہو گی، بلکہ اسلام کی جنگ ہو گی۔ ایک حدیث میں مروی ہے:

> عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتَكُونُ بَعْدِي بُعُوثٌ كَثِيرَةٌ فَكُونُوا فِي بَعْثِ خُرَاسَانَ.

> سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”میرے بعد بہت سے لشکر جنگ کے لیے نکلیں گے، تم لوگ ان میں سے خراسان کے لشکر میں شامل ہونا“۔

یہ حدیث مسند احمد میں مروی ہے، جس پر امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع ہونے کا حکم عائد کیا، تاہم اس حکم کی مخالفت حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ... دونوں نے کی ہے، یہاں تک کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ’القول المسدد‘ میں اس حدیث کو ’حسن‘ قرار دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ موضوع کا حکم تو کسی طور اس پر عائد نہیں ہوتا۔ دراصل اس حدیث کے دو طرق ہیں، ایک میں ضعیف راوی اوس بن عبد اللہ ہیں، جبکہ وہ اکیلے نہیں ہیں، بلکہ دوسرے طریق میں ان کی متابعت حسام بن مصک نے کی ہے، تاہم وہ بھی ضعیف ہیں۔ چونکہ دونوں زیادہ ضعیف نہیں ہیں، اس لیے دو ضعیف طرق کو جمع کر کے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن کہہ

دیا ہے۔ اگر حسن نہ بھی کہا جائے، تو ضعف خفیف ہے، جو خراسان کے لشکر کی افضلیت کے ثبوت کو کافی ہے۔

۳۔ تیسرا اور اہم فائدہ... جو آئندہ کی حدیث میں بھی بیان ہو گا کہ [فإن فيها خليفة الله المهدي] یعنی خراسان کے اس کالے جھنڈے والے لشکر میں امام مہدی علیہ الرضوان ہوں گے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ آیا واقعی اس وقت امام مہدی علیہ الرضوان اس لشکر میں ہوں گے، تو پھر اس صحیح حدیث کا کیا مطلب ہے کہ جس میں امام مہدی علیہ الرضوان کے بارے ذکر ہے کہ وہ مدینہ سے مکہ فرار ہو جائیں گے، اور لوگ انھیں وہاں پہچان کر ان سے رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے؟ اس میں دونوں احتمال موجود ہیں؛ ایک تو یہی ظاہرِ حدیث والا کہ امام مہدی علیہ الرضوان خراسان کے اس لشکر میں شریکِ جہاد ہوں گے، یہاں تک کہ جب وہ لشکر حجاز کو فتح کر لے گا تو وہاں اس کے بعد وہ کیفیت پیش آئے گی جو صحیح حدیث میں مروی ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اسے اپنایا ہے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ یہ الفاظ اپنے ظاہر پر نہیں ہیں کہ خراسان والے لشکر میں امام مہدی علیہ الرضوان خراسان سے ہی گئے ہوں گے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خراسان کا لشکر حجاز کی فتح کے بعد امارت خود اپنے ہاتھ میں نہیں لے گا، بلکہ جب مکہ میں امام مہدی علیہ الرضوان کی بیعت ہو گی تو ان کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دے گا، اور امام مہدی علیہ الرضوان کو امیر بنا لے گا۔ اس پر فرمایا جا رہا ہے کہ ان میں امام مہدی ہوں گے، اور بیعت کا جو فرمایا جا رہا ہے، وہ امام مہدی کی بیعت کا فرمایا جا رہا ہے، نہ کہ کالے جھنڈے والے خراسانی لشکر کی۔ البتہ دوسرے احتمال میں یہ بات تشنہ ہے کہ لوگ اس شخص کو کیسے پہچانیں گے جبکہ وہ لوگوں میں پہلے سے معروف نہ ہو، نہ اس کی دین کے لیے پہلے سے کوئی خدمت ہو۔ اس لیے اگر وہ خراسانی لشکر میں پہلے سے شریکِ جہاد ہوں تو اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ اگرچہ لوگوں میں ان کی شہرت امارت کی نہ ہو، مگر ایک مقبول قائد اور معتبر مسلمان کی ہو، کیونکہ حدیث کے الفاظ [فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ] سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امارت کے ملنے کے ڈر سے بھاگیں گے، گویا مسلمانوں کی نظر میں وہ مستحقِ امارت ضرور ہوں گے۔ لیکن یہ بات بھی ضروری نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ حجاز میں رہتے ہوئے ہی وہ یہ مقام رکھتے ہوں، واللہ اعلم بالحقیقۃ!

دوسری حدیث

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنَ جَزْءٍ الزَّبِيدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ، فَيُوَطِّئُونَ لِلْمَهْدِيِّ" يَعْنِي سُلْطَانَهُ.

سیدنا عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مشرق (خراسان) سے کچھ لوگ نکلیں گے، جو امام مہدی کے لیے اپنی حکومت چھوڑ دیں گے“۔

سندِ حدیث پر کلام

اس حدیث کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنن میں، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں دو مختلف فیہ راوی ہیں؛ عمرو بن جابر حضرمی اور قاضی ابن لھیعۃ، تاہم یہ دونوں متہم یا متروک نہیں ہیں۔

حدیث کے فوائد

اس حدیث سے بنیادی فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جب پوری امت کی سطح پر مسلمانوں کے پاس حقیقی اسلامی قوت سوائے خراسان کے کوئی نہ ہو گی، یہ اہلِ خراسان اپنی قوت امام مہدی علیہ الرضوان کے سپرد کر دیں گے اور ان کے حق میں دستبردار ہو جائیں گے۔ یہ مضمون اس حدیث میں صراحت سے موجود ہے، اسی طرح سنن ابن ماجہ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے [حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي]۔ یہی وہ معنی ہے جس میں فرمایا جا رہا ہے کہ کالے جھنڈے والوں کی طرف لپکنا، کیونکہ وہی امام مہدی علیہ الرضوان کا لشکر ہوں گے اور ان کی قوت ہوں گے۔ یعنی وہ نہ صرف امت میں انتشار پھیلانے والی باقی قوتوں کو ختم کریں گے، پھر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی بجائے اپنی قوت کے بل بوتے پر مسلمانوں میں سے سب سے موزوں شخص امام مہدی علیہ الرضوان کی خلافت کا انعقاد کروائیں گے۔

تیسری حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُودٌ لَا يَرُدُّهَا شَيْءٌ حَتَّى تُنْصَبَ بِإِيلِيَاءَ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خراسان سے کالے جھنڈے نکلیں گے، جنھیں کوئی چیز نہیں روک سکے گی، یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں جا کر نصب ہوں گے“۔

سندِ حدیث پر کلام

یہ حدیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ البتہ اس کی سند میں رشدین بن سعد ضعیف راوی ہیں، تاہم امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے بارے میں قول ہے کہ [لا بأس به في أحاديث الرقائق]، رقائق اور تاریخ ایک ہی باب سے ہے، اس لیے رشدین کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث تاریخ میں قابلِ اعتبار ہے۔ شاید اسی وجہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو غریب حسن کہا ہے۔

فوائدِ حدیث

اس حدیث میں دو باتیں مذکور ہیں:

۱۔ خراسان کے کالے جھنڈے والے جب نکلیں گے تو وہ ہی مظفر و کامران رہیں گے، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہو گی، اور ان کا مدِ مقابل ہی خائب و خاسر ہو گا۔

۲۔ پھر یہ لشکر آگے بڑھتا رہے گا، یہاں تک کہ یہ لشکر بیت المقدس تک پہنچے گا، اور اسے فتح کر کے اس پر کالے جھنڈے گاڑھ دے گا۔ یہ واقعہ حجاز کی فتح اور پھر امام مہدی علیہ الرضوان کے ہاتھ پر بیعت کے بعد رونما ہو گا۔ یعنی خراسان سے جو کالے جھنڈے والا لشکر نکلے گا، وہ پہلے حجاز کو فتح کرے گا، اور وہاں اپنی حکومت کا اعلان کرنے کے بجائے امام مہدی علیہ الرضوان کے ہاتھ پر بیعت کر لے گا اور امام مہدی علیہ الرضوان کو اپنا امیر بنا لے گا، پھر جب امام مہدی علیہ الرضوان کی شام کی طرف رومیوں سے جنگ شروع ہو گی، تو یہ لشکر ان کے ہمراہ ہو گا، اور حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ لشکرِ مہدی کا سوادِ اعظم ہو گا... یہاں تک کہ دجال کے خلاف جنگ میں بھی شریک ہو گا، جس کی شکست کے بعد بیت المقدس پر اسلامی پھریرہ لہرائے گا۔ یعنی خراسان کے مسلمانوں کا اس زمانے میں رومیوں اور دجال کے خلاف بڑی جنگوں میں بنیادی کردار ہو گا، اور اس وقت وہی مسلمانوں کی بنیادی قوت ہوں گے۔ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم!

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ہمیں یقین ہے کہ یہ فضیلتیں اہلِ خراسان کے حق میں ثابت ہیں، اس سے انھیں کوئی محروم نہیں کر سکتا، اور یقیناً اس میں بڑا حصہ افغانستان میں بسنے والے مسلمانوں کو حاصل ہو گا۔ وما ذلك على الله بعزيز، وهو القاهر فوق عباده!

کالے جھنڈے یا سفید جھنڈے

یہاں کسی قاری کے ذہن میں سفید اور کالے جھنڈے کے موازنہ کا خیال آسکتا ہے، تو اسی حوالے سے گزارش کرتے ہیں کہ اس موضوع کو علمائے امت نے موضوعِ بحث بنایا ہے۔ امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مدونِ مذہبِ حنفی امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السیر الکبیر میں ایک باب قائم کیا ہے [باب الرايات والألوية]، اور اس کے تحت اس موضوع پر بات کی ہے۔ اسی طرح محدثین نے بھی ابواب قائم کیے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے [باب ما قيل في لواء النبي صلى الله عليه وسلم]۔

دراصل عربی زبان میں جھنڈے کے لیے دو الفاظ عام استعمال ہوتے ہیں: ایک 'لواء' اور ایک 'رایۃ'۔ احادیث کے ذخیرے میں بھی یہ دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اب پہلا کلام اس میں ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قسم کے جھنڈے کا نام ہے یا الگ الگ ہیں۔ اس کا جواب عامۃ العلماء کے یہاں یہ ہے کہ بطور اصطلاح یہ دو الگ جھنڈوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اگرچہ لغت میں دونوں کبھی مترادف بھی آتے ہیں۔ لواء کا لفظ مرکزی جھنڈے کے لیے ہوتا ہے، جو خلیفہ کے پاس ہو یا اس کے نائب کے پاس ہو، یا امیر جنگ کے پاس ہو، جبکہ کسی بھی جنگ میں الگ الگ قبیلوں یا گروہوں کے پاس جو الگ جھنڈے ہوتے ہیں، انھیں رایہ کہا جاتا ہے۔ یہ بات امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح السیر میں لکھی ہے، اور اسی بات کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں قبول کیا ہے۔

دوسرا کلام اس میں ہے کہ لواء ہو یا رایہ ہو، ان جھنڈوں کے رنگ کیا ہونے چاہییں۔ اس حوالے سے مختلف احادیث میں مختلف رنگ مروی ہیں۔ احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے لیے رایہ کا لفظ بھی آیا ہے اور لواء کا لفظ بھی آیا ہے۔ سنن اربعہ کی ایک حسن حدیث میں... جسے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے... اس میں فتحِ مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء کا رنگ سفید ذکر ہوا ہے:

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضُ.

امام ابو داود ؒ اور امام ترمذی ؒ کے یہاں سیدنا براء بن عازب ؓ کی صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رایہ کا رنگ کالا مذکور ہے۔

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ.

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کالے جھنڈے کا نام عقاب بھی آیا ہے۔ البتہ امام ترمذی ؒ، امام ابن ماجہ ؒ اور امام طبرانی ؒ کی روایت کردہ سیدنا ابن عباس ؓ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء اور رایہ کو الگ ذکر کیا گیا ہے، اور لواء کا رنگ سفید جبکہ رایہ کا رنگ سیاہ مذکور ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ رَايَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءَ، وَلِوَاؤُهُ أَبْيَضَ.

لہٰذا احادیث کے درمیان جمع و تطبیق کی یہ صورت ہے کہ مرکزی جھنڈے (لواء) کا رنگ سفید ہونا چاہیے، جبکہ دیگر ذیلی جھنڈوں (رایات) کا رنگ سیاہ ہونا چاہیے۔ امام سرخسی ؒ نے شرح السیر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا أُسْتُحِبَّ فِي الرَّايَاتِ السَّوَادُ لِأَنَّهُ عَلَمٌ لِأَصْحَابِ الْقِتَالِ ، وَكُلُّ قَوْمٍ يُقَاتِلُونَ عِنْدَ رَايَتِهِمْ ، وَإِذَا تَفَرَّقُوا فِي حَالِ الْقِتَالِ يَتَمَكَّنُونَ مِنْ الرُّجُوعِ إلَى رَايَتِهِمْ ، وَالسَّوَادُ فِي ضَوْءِ النَّهَارِ أَبْيَنُ وَأَشْهَرُ مِنْ غَيْرِهِ خُصُوصًا فِي الْغُبَارِ . فَلِهَذَا أُسْتُحِبَّ ذَلِكَ . فَأَمَّا مِنْ حَيْثُ الشَّرْعُ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تُجْعَلَ الرَّايَاتُ بِيضًا أَوْ صُفْرًا أَوْ حُمْرًا ، وَإِنَّمَا يُخْتَارُ الْأَبْيَضُ فِي اللِّوَاءِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ : { إنَّ أَحَبَّ الثِّيَابِ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى الْبِيضُ ، فَلْيَلْبَسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ } . وَاللِّوَاءُ لَا يَكُونُ إلَّا وَاحِدًا فِي كُلِّ جَيْشٍ ، وَرُجُوعُهُمْ إلَيْهِ عِنْدَ حَاجَتِهِمْ إلَى رَفْعِ أُمُورِهِمْ إلَى السُّلْطَانِ . فَيُخْتَارُ الْأَبْيَضُ لِذَلِكَ لِيَكُونَ مُمَيَّزًا مِنْ الرَّايَاتِ السُّودِ الَّتِي هِيَ لِلْقُوَّادِ .

”رایات میں سیاہ رنگ مستحب ہے، کیونکہ یہ جنگ کرنے والوں کا جھنڈا ہے، اور ہر قوم اپنے جھنڈے کے پاس لڑتی ہے، پس اگر جنگ میں بکھر جائیں تو دن کی روشنی میں کالے جھنڈے واضح نظر آتے ہیں اور ان کی طرف لوٹنا جنگ کرنے والوں کے لیے آسان ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے رایات میں سیاہ رنگ مستحب ہے۔ البتہ شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے کہ جھنڈوں کو سفید رکھا جائے، یا سیاہ رکھا جائے یا پیلا یا سرخ۔ اور لواء کے لیے سفید رنگ کو اس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کپڑا سفید ہے، پس اسے اپنے زندوں کو بھی پہناؤ اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ]۔ اور لواء پورے لشکر میں صرف ایک ہوتا ہے، اور اس کی طرف اسی وقت رجوع کیا جاتا ہے جب بڑے حاکم یا خلیفہ کی طرف معاملات کے رجوع کی ضرورت پیش آئے۔ اس لیے لواء کے لیے سفید رنگ اختیار کیا جاتا ہے کہ وہ لشکر کے دیگر قائدین کے جھنڈوں سے ممیز نظر آئے“۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ جھنڈوں میں سے وہ جھنڈا جو خلیفہ کے لیے ہو، یا امامِ اعظم کے لیے ہو، یا کسی بھی جنگ میں مرکزی امیر کے لیے ہو تو اسے سفید ہونا چاہیے، اور جو جھنڈے اس کے تحت مختلف گروہوں یا قبیلوں یا جنگی یونٹوں کے لیے ہوں تو انھیں سیاہ ہونا چاہیے۔ اور یہ سب استحباب کے درجے میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بطور مصلحت اپنایا، نہ کہ تعبدی طور پر اپنایا، لہٰذا اس کے خلاف کوئی دوسرا رنگ اختیار کرنا بھی کوئی گناہ نہیں، گو خلافِ اولیٰ ضرور ہے۔ اسی کی نظر میں ہم جب درج بالا خراسان کے کالے جھنڈوں والے لشکر پر غور کرتے ہیں تو اس میں کئی احتمالات ہو سکتے ہیں:

اول: اس حدیث میں اس کی نفی نہیں ہے کہ مرکزی جھنڈا لواء کسی دوسرے رنگ کا ہو، بلکہ رایات سیاہ ہوں گے، جو لشکر کے مختلف حصوں کے پاس ہوں گے اور وہی اس لشکر میں غالب ہوں گے۔ اس وجہ سے اس لشکر کو سیاہ جھنڈوں والے لشکر سے تعبیر کیا گیا۔ لہٰذا ممکن ہے کہ لواء سفید ہی ہو، لیکن اس کا ذکر نہیں ہوا۔

دوم: یہ بھی ممکن ہے کہ اس لشکر میں لواء بھی سیاہ رنگ کا ہو، گو احادیث میں لفظ لواء نہیں آیا، بلکہ رایات آیا ہے، جمع کا صیغہ آیا ہے۔ ایسے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہلِ خراسان کے اس لشکر نے ابتداء سے ہی اپنی کیفیت مسلمانوں پر واضح کرنا چاہی ہو کہ وہ مسلمانوں کی خلافت اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہتے، بلکہ وہ تو خلیفہ اور امامِ اعظم کے معین و انصار ہوں گے، جیسا کہ ان کا کردار بعد میں ہو گا۔ اس لیے انھوں نے اپنے لیے سیاہ رنگ کے جھنڈے کا انتخاب کیا ہو۔

بہر حال ان احادیث سے یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ خلیفہ یا مسلمانوں کی مرکزی حکومت کے جھنڈے کے لیے بھی سیاہ رنگ مستحب ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر احادیث سے تعارض ہو گا۔

امارتِ اسلامیہ کا اپنے لیے سفید رنگ کے جھنڈے کا انتخاب اس لیے مناسب اور قرینِ شریعت ہے کہ اس وقت دنیا میں کسی جگہ اسلامی حاکمیت اور اسلامی حکومت قائم نہیں ہے، بلکہ امارتِ اسلامیہ افغانستان واحد ریاست ہے کہ جس میں حکومت کا مرجع قرآن وسنت اور اسلامی شریعت ہے، اور یہ مسلمانوں کی نمائندہ حکومت ہے۔ اس کی مرکزیت کی وجہ سے سفید جھنڈے کا انتخاب مناسب وموزوں ہے۔

حرفِ آخر

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ امارتِ اسلامیہ افغانستان کو استحکام اور مضبوطی عطا فرمائیں، اور اسے اس دورِ غلامی میں تمام مسلمانوں کے لیے قوت اور اسلام کے لیے شوکت کا ذریعہ بنا دیں، آمین۔ البتہ، اس مرحلے پر جبکہ امارت اسلامیہ کا ابھی قیام ہوا ہے، ساری امت کے مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے افغانستان میں اسے مضبوط کریں اور اس کی ترقی کے لیے اپنا سب کچھ اس پر وارنے میں جلدی کریں، تاکہ یہ دنیا کی طاقتوں کے مقابلے میں ایک مضبوط طاقت بن جائے جو آئندہ اس قابل ہو سکے کہ دیگر خطوں میں مظلوم مسلمانوں کی اعانت اور اسلام کے غلبے کی جدوجہد میں کردار ادا کر سکے۔ اس وقت یہ توقعات امارت سے کرنا کہ وہ افغانستان سے باہر کے کسی سیاسی مسئلے میں مداخلت کرے، یہ ناسمجھی کی بات ہو گی، بلکہ امارت کو دنیا کے مسلمانوں سے توقع ہے کہ وہ اپنا بھرپور حصہ اس امارت کی ترقی اور استحکام میں صرف کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ساری دنیا میں اسلام اور اہلِ اسلام کو معزز کر دیں، اور کفر اور اہلِ کفر کو ذلیل ورسوا کر دیں، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين، آمين۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: مکاتب ومدارس کی تاریخ

سوال: تعلیم کے حوالے سے امت کیا کرے؟

سردست کرنے کے لیے تین کام ہیں:

1. تعلیم کے حوالے سے اپنی فکر کو درست کیا جائے۔ جس کے لیے ہر قسم کے دعوتی اور سیاسی وسائل بروئے کار لانے چاہییں۔

2. حکومتی سرپرستی میں قائم اسکول وکالج کے مغربی نظام کے سامنے بند باندھنے کے لیے معاشرے کے دیندار طبقے کے تحت آزادانہ طور پہ جاری گھر، مکتب، مسجد اور مدرسے کے نظام کو تقویت دی جائے۔ کیونکہ مدارس کے وسیع جال کے باوجود ابھی تک ہمیں ایسے علمائے کرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اپنے مقام کا صحیح تعین کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے طریقے کو چھوڑے بغیر احیائے خلافت کریں۔ اس لیے امت کی نئی نسلوں کو مزید علومِ دینیہ سے بخوبی سیراب کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر مدارس کالج اور یونیورسٹی میں دی جانے والی تعلیمی سطح کے متبادل تو ہو سکتے ہیں لیکن پرائمری اور مڈل اسکول کے مقابلے کے لیے اب مکاتب قرآنیہ کی تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔

3. فنی اور پیشہ وارانہ علوم کی تحصیل کے لیے تعلیمی نظام سے جدا پیشہ وارانہ تربیت کا نظام وضع کیا جائے۔ تاکہ اس کے ثمرات سے ہم بھی مستفید ہوں۔ موجودہ مغربی تعلیم کے نظام میں مزید نئی نسل کو خراب کرنے کے بجائے سرکاری اجارہ داری سے الگ، مستقل نجی تعلیم کے سلسلے شروع کیے جائیں۔ مزید یہ کہ اس وقت تک مختلف فنون میں اس مغربی نظامِ تعلیم سے فارغ افراد کو دعوت دی جائے کہ وہ اسلامی معاشرے کو اس کی اصل حالت کی طرف لوٹانے میں مدد دیں۔ لیکن نصب العین آنکھوں سے اوجھل ہوئے بغیر نہایت حکیمانہ انداز میں۔ ان میں سے ہر ایک کام کے لیے مختلف منصوبے اور طریقے تشکیل دیے جا سکتے ہیں۔ ان منصوبوں کے لیے خاص وسائل اور افراد درکار ہوں گے۔ لہٰذا اس حوالے سے امت کے اہلِ علم وہنر افراد مل بیٹھ کہ خاکے مرتب کریں۔

خاتمہ

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ کام کہنے کو آسان ہے لیکن یہ اتنا ہی مشکل ہے۔ کیوں کہ گزشتہ تین صدیوں کی مسلسل تنزلی کے بعد دوبارہ عروج کی طرف جانے کے لیے اتنا خون اور پسینہ بہانا تو شرعی سے پہلے فطری تقاضا ہے۔ لیکن ہمیں بخوبی علم ہے کہ اسی مشکل کام کو انجام دینے میں ہماری دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اور چونکہ ہم دل وجان سے اس کی اہمیت سے واقف ہیں اسی لیے اس مشکل کو سر کرنا ہمارے لیے اب آسان ہے۔ ہم پر عزم ہیں کہ راستہ یہی ہے۔ اگر آپ ہم سے متفق ہیں تو اپنا ہاتھ بڑھائیں۔

وما علينا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

بلاشبہ اس بیس سالہ قطعی شکست کے اسباق کے بارے میں آنے والے عشروں تک بحث ہوتی رہے گی۔ لیکن افغانستان میں مستقبل میں کسی ممکنہ مداخلت کے حوالے سے جو اوّلین اور اہم ترین سبق حاصل ہوتا ہے وہ شاید بہت سادہ سا ہے، جسے برطانویوں کے، روسیوں کے اور بہت سے دیگر تجربات سے سیکھا جا سکتا تھا۔ اور وہ ہے

”مت کرو!“

رینڈ کارپوریشن

ترجیحات درست کیجیے!
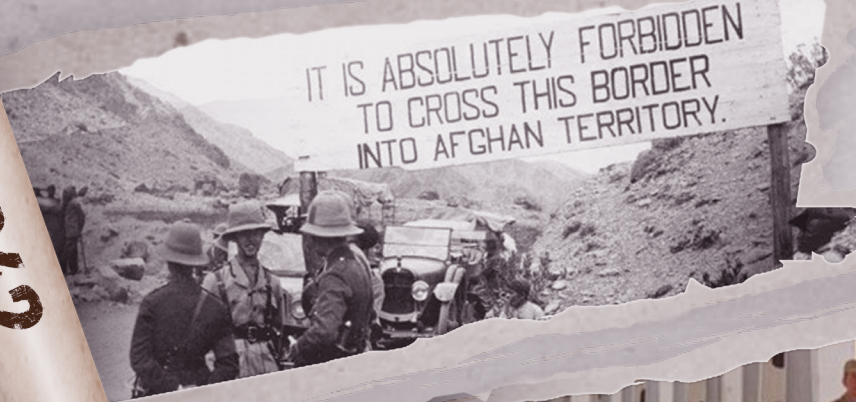
استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ نے یہ سلسلۂ مضامین 'اصحاب الاخدود' والی حدیث کو سامنے رکھ کر تحریر کیا ہے۔ (ادارہ)

سراپا خیر بن جائیں!

حدیث میں آگے نوجوان کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ:

”وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ۔“

”نوجوان اندھوں اور برص کے مریضوں کو (اللہ کے اذن سے) شفا دیتا تھا اور تمام دیگر بیماریوں کا بھی علاج کرتا تھا۔“

حدیث کے یہ الفاظ دعوت و جہاد کے بعض اہم امور کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ بتاتے ہیں کہ جس نے اپنے کندھوں پر دعوت الی اللہ کی بھاری ذمہ داری اٹھائی ہو اور جو باطل کے خلاف حق کا علم بردار بن کر میدان عمل میں نکلا ہو، اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سراپا خیر ہو، اس کی شخصیت میں بندگانِ خدا پر شفقت و رحمت نظر آتی ہو اور اس کے پیغام و عمل میں تمام دیکھنے والوں کو اپنی فوز و فلاح دکھائی دیتی ہو۔ اُس سے ظالم اور انسان نما شیاطین تو خوف و خطرہ محسوس کریں مگر دیگر انسانوں کے لیے اس کی تحریک عدل و امن اور کامیابی و کامرانی کا ایک حقیقی پیغام ہو۔ لوگ ایسے داعیانِ دین و مجاہدین کو دیکھیں تو انہیں شبہ نہ رہے کہ یہ ان کے خیر خواہ ہیں بدخواہ نہیں، ان کی لڑائی نفسانی اغراض اور حقیر مفادات کی وجہ سے نہیں بلکہ اعلیٰ ترین اصول ان کے پیش نظر ہیں، یہ اپنی برتری اور اپنے غلبے کے لیے نہیں اٹھے ہیں بلکہ اللہ کا دین اللہ کی زمین پر غالب کرنا ہی ان کا مقصد و نصب العین ہے۔ یوں ہر فرد جس کی آنکھوں میں نور اور سینے میں دل ہو اس تحریک و دعوت کو اپنی نجات اور کامیابی کا ذریعہ سمجھے۔

خدمتِ خلق اور ہدایتِ خلق

اگر داعیٔ جہاد لوگوں کے دکھ درد سے لاپرواہ محض اپنی دعوت، درس اور نصیحت سے کام رکھتا ہو تو اس کی بات شاذ ہی اثر کرتی ہے۔ لیکن اگر وہ ہمدرد و غمگسار بن کر دوسروں کے دکھ درد میں بھی شریک ہو اور لوگوں سے ان کی تکالیف ہٹانے کی بھی اپنے تئیں سعی کرتا ہو تو ایسا کرنا چونکہ اس کے اخلاص، خیر خواہی اور مخلوقِ خدا کے ساتھ شفقت و رحمت پر دلالت کرتا ہے، اس لیے اس سے دلوں کے بند دروازے کھلتے ہیں اور دیکھنے سننے والے اس کی دعوت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت میں بھی احسان کا یہ پہلو نمایاں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اپنی دعا سے نابینا افراد کو ان کی بینائی لوٹاتے اور دیگر بیماروں کو بھی شفا دیتے، یوسف علیہ السلام بلامعاوضہ اور بلا تخصیص سب لوگوں کو خواب کی تعبیر بتاتے تھے، رسول اللہ ﷺ اہل مکہ کی امانتیں محفوظ رکھتے تھے اور مظلوموں کی مدد اور کمزوروں و ناداروں کی داد رسی کرتے تھے۔ یہ خدمت خلق اگر اخلاص کے ساتھ ہو، مقصد شہرت اور دیگر دنیاوی اغراض نہ ہوں تو یہ قربت الٰہی اور حبِّ الٰہی کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے، جیسا کہ حدیث ہے ”أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ“، ”لوگوں میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نافع ہو“، مگر ایک داعی و مجاہد کی طرف سے جب یہ خدمت ہوتی ہے تو یہ اس کے لیے لوگوں کو قافلۂ جہاد کی طرف لانے کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ انسانی فطرت اللہ نے ایسی بنائی ہے کہ احسان سے اس کا دل کھلتا ہے۔ الانسان عبدالاحسان، انسان احسان کا بندہ ہے؛ احسان دلوں پر دستک دیتا ہے اور بیگانگی، دوری اور نفرت ختم کرتا ہے، اس لیے داعی اور اس کے مخاطب کے بیچ فاصلے اس سے ختم ہو جاتے ہیں اور وہ دعوت پر غور و فکر شروع کرتا ہے۔ نیز دشمنانِ دین مجاہدین پر سنگ دلی، فساد اور علو و برتری کی خاطر لڑنے کا جو الزام لگاتے ہیں، اس کا توڑ بھی مجاہدین تب ہی کر سکتے ہیں جب ان کے عمل میں خدمت کی صورت میں رحم دلی، شفقت اور احسان نظر آ رہا ہو۔

ایک نزاکت کا خیال اس میں رکھنا بہر حال ضروری ہے اور وہ یہ کہ داعی و مجاہد کے لیے یہ خدمتِ خلق اہم تر مقصد یعنی نصرتِ دعوت و جہاد کے تابع ہونا ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ خود اصل مقصود بن جائے۔ ظاہر ہے یہ خدمت مستحب ہے فرض عین نہیں، لہٰذا اس کے ذریعہ جہاد کو تقویت اگر مل رہی ہو تو یہ اچھا اور مطلوب ہے، لیکن اگر اس کی وجہ سے الٹا جہاد اور اس کی دعوت ہی گول ہو رہی ہو اور فرض چھوٹ رہا ہو تو یہ درست نہیں ہے، بلکہ ایسا اللہ کے ہاں بھی قابل مواخذہ ہو سکتا ہے۔ یہ شیطان اور اس کے چیلوں کی چال ہوتی ہے کہ فرض سے روکنے کے لیے وہ نوافل کو مزین کر کے دکھاتا ہے۔ اس طرح جہاد فی سبیل اللہ خود بھی انسانیت کی عظیم ترین خدمت ہے۔ دیگر خدمات ایک طرف اور یہ خدمت دوسری طرف، اس لیے کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کا دین و ایمان بھی محفوظ ہوتا ہے، ان کی آخرت بھی تباہی سے بچتی ہے اور ان کی دنیا بھی ظلم و کفر کے تسلط سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ایک انتہا یہ ہے کہ خدمتِ خلق کے نام پر ہدایتِ خلق کی پرواہ نہ ہو اور جہاد فی سبیل اللہ جیسا شرعی فرض بھی اس کے سبب قربان ہو اور دوسری انتہا وہ ہے کہ داعیانِ دین و جہاد بس اپنے جہاد کے ساتھ ہی کام رکھتے ہوں اور خلق خدا کے دکھ درد سے لاپرواہ ہوں، دونوں انتہاؤں سے بچنا ضروری ہے۔

اہلِ جہاد کی ذمہ داری جہاں اللہ کی باغی قوتوں کا غلبہ تلوار وسنان کے زور سے ختم کرنا ہے، وہاں ان کی برابر اہم مسئولیت امتِ مسلمہ کو دشمنانِ امت کے خلاف اپنی پشت پر کھڑا کرنا ہے۔ پھر یہ حقیقت ہے کہ تحریکِ جہاد کی قوت کا منبع اللہ کے فضل کے بعد مجاہدین کے ساتھ عام مسلمانوں کے محبت و اعتماد میں مضمر ہے۔ مسلمان عوام کی تائید و نصرت اگر نہ ہو تو نظامِ کفر کا خاتمہ اور دشمنانِ دین کی ہزیمت تو بہت دور کی بات ہے، خود تحریک جہاد بھی جاری نہیں رہ پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ طواغیتِ عصر اہلِ جہاد کے خلاف بندوق و بارود کی صورت میں جتنی قوت لگا رہے ہیں، اس سے کہیں زیادہ وسائل وہ مسلمانوں کے دل و ذہن پراگندہ کرنے بلکہ گندا کرنے کے لیے جھونک رہے ہیں۔ شبہات و شہوات کے طوفان ہیں جو سرمایۂ امت کو تباہ کرنے کے لیے چل رہے ہیں۔ ایسے میں اہلِ جہاد کی بقا، پیش قدمی اور تقویت کا انحصار دشمنانِ دین کے قلعے مسمار کرنے کے ساتھ ساتھ خود اپنے مسلمانوں کے دل اور ذہن فتح کرنے میں ہے؛ جتنا انہوں نے اپنے مقاصد اور کردار کو اہلِ ایمان کے دلوں میں محبوب بنایا اور جس قدر انہوں نے عامۃ المسلمین کو اپنی حمایت و نصرت کے لیے تیار کیا اُتنا ہی یہ خیر کا قافلہ آگے بڑھے گا اور اُس رفتار سے ہی شر و فساد کی قوتوں کا مقابلہ ہو گا۔ اس مقصد کا ایک اہم ذریعہ جیسا کہ اوپر عرض ہوا لوگوں کے دکھ درد بانٹنا، ان کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی و غمگساری ہے مگر اس سے کہیں زیادہ ضروری یہ ہے کہ مجاہدین خود اپنے ہاتھوں سے مسلمان عوام کو کوئی تکلیف نہ دیں، اپنی زبان اور عمل سے انہیں متنفر نہ کریں اور ہر ایسی دعوت، طرزِ عمل اور کارروائی سے اپنا دامن بچائیں جو اہلِ جہاد سے ان کی دوری کا سبب ہو سکتی ہو۔ جب اللہ کا دین مغلوب اور دشمنانِ دین غالب ہوں، اُس وقت صوم و صیام کے بعد اہم ترین فرض یہی جہاد فی سبیل اللہ ہوتا ہے، اس لیے کہ اسی سے دشمنانِ دین کا زور ٹوٹتا ہے اور اسی کے ذریعہ اللہ کا دین غالب ہوتا ہے اور اس کی شریعت نافذ ہوتی ہے۔ لہٰذا آج کا یہ وقت جبکہ یہ جہاد فرض عین ہے مسلمانوں کو اپنے انصار بنا کر دشمنانِ دین کے مقابل لڑنے کا تقاضہ کرتا ہے۔ اس میں ضروری ہے کہ تمام اہلِ ایمان کے تیروں، قلم اور زبانوں کا رُخ بس خاص اس دشمن کے خلاف ہو جو مسلمانوں پر مظالم ڈھانے اور اللہ کے دین کو مغلوب کرنے کا سبب ہے۔ ایسے موقع پر مسلمانوں کو یہ اپنے ساتھ کھڑا کرنے یا کم از کم اپنے خلاف نہ کرنے کی سعی اتنی اہم ہے کہ شریعت نے دارالحرب میں حدود نافذ نہ کرنے کی چھوٹ دی ہے، یعنی جب مجاہدین کو غلبہ حاصل نہ ہو اور یہ خدشہ موجود ہو کہ حدود نافذ کرنے سے بعض لوگ مخالف ہو کر دشمن کا ساتھ دے سکتے ہیں تو ایسے میں حدود تک نافذ نہیں کی جاتیں اور توجہ دشمن کے خلاف جہاد پر ہی مرکوز رکھی جاتی ہے اور ایسا کرنا غیر شرعی نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ شریعت ہی پر عمل ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے دل و ذہن جیتنا چونکہ جہاد کی کامیابی کا ذریعہ ہے اس لیے دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے اس کا لحاظ رکھنا اور ہر قول و عمل اور دعوت و کارروائی میں اس کو اہمیت دینا انتہائی ضروری ہے۔

ترجیحات درست کیجیے!

اہلِ ایمان کے سروں پر غیر اللہ کی حاکمیت منکر ہے اور یہ ایسا بڑا منکر ہے کہ جس سے بڑا کوئی اور منکر نہیں۔ اللہ کے باغیوں کے ہاتھوں میں یہ قوت و اقتدار ایسی بدترین برائی ہے جو دیگر تمام برائیوں کو جنم بھی دیتی ہے اور انہیں حفاظت اور مضبوطی بھی فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بدترین اور متعدی منکر کو ہٹانے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دین متین کو حاکم کرنے کے لیے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾، فقہائے امت سب اس پر متفق ہیں کہ حملہ ور دشمن کے خلاف جہاد نماز روزے کے بعد اہم ترین فرض ہے۔ لہٰذا آج داعیانِ دین اور مجاہدین کی اہم ترین ذمہ داری اس فرض عین جہاد کو تقویت دینا ہے۔ لازمی ہے کہ اس جہاد کی مصلحت دیگر تمام مصالح کے اوپر ہو۔ یہ نکتہ ملحوظ ہو کہ دعوتِ جہاد سے یہاں ہماری مراد دشمنانِ دین کے خلاف لڑنے اور لڑنے کے لیے قوت اکٹھی کرنے کی دعوت ہے مگر اس میں خالص اللہ کی بندگی کی دعوت، اللہ ہی کی حاکمیت قائم کرنے، اللہ کے لیے دوستی و دشمنی رکھنے اور مقصد و ذریعہ دونوں میں شریعت ہی کی بالادستی کی دعوت بھی برابر شامل ہے۔ لہٰذا اس دعوت و جہاد کے ساتھ خیر و صلاح کی ہر مہم اور ہر دعوت چلانی چاہیے لیکن ایسی کسی مہم اور دعوت کے سبب اگر دعوتِ جہاد کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو، اس سے تحریکِ جہاد کی تائید و نصرت میں کمی کا اگر خدشہ ہو اور دعوتِ جہاد کے متنازع بننے کا اگر اندیشہ ہو، تو ایسے میں دعوت و جہاد کی مصلحت کو ہی ترجیح دی جائے گی اور دیگر سب اچھے کام مؤخر کرنے پڑیں گے۔ شیخ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ، ''حِسبۃ '(امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت سزا) مطلوب عمل ہے اور مجاہدین کی یہ ایک ذمہ داری بھی ہے لیکن اگر کسی علاقے میں اس محمود اور مطلوب کام سے مجاہدین کے خلاف عوام کے دل خراب ہو رہے ہوں تو وہاں جہاد کی مصلحت مقدم ہو گی اور حسبہ کو مؤخر کرنا ضروری ٹھہرے گا'۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ چونکہ یہ جہاد آج نماز روزے کے بعد اہم ترین فرض ہے اور اس جہاد کی تقویت چونکہ اہلِ جہاد کے ساتھ عامۃ المسلمین کی محبت پر موقوف ہے، اس لیے اگر نہی عن المنکر کی کسی خاص صورت کے سبب یہ محبت نفرت میں بدل رہی ہو تو وہ صورت مؤخر ہو گی اور لوگوں کی محبت اور اعتماد حاصل کرنے کو ہی ترجیح اول رکھا جائے گا۔

نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ

حقیقت یہ ہے کہ جس معاشرے میں علانیہ برائیاں تو ہو رہی ہوں مگر انہیں روکنے کی فکر اور غم کوئی نہیں کر رہا ہو تو چونکہ ایسا طرزِ عمل اللہ کی ناراضگی کو دعوتِ عام ہے، اس لیے ایسا معاشرہ

جہاد جیسی عظیم اور مبارک نعمت کے لیے بھی زرخیز نہیں ہوتا۔ کسی معاشرے سے شوق شہادت کی غیابت خود ہی اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہاں معروف مغلوب اور منکرات غالب ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دشمن جب مسلمان معاشروں سے جہاد ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس مقصد کے لیے ان معاشروں کو وہ منکرات کے بحرِ مردار میں غرق کر دیتے ہیں اور آغاز عفت و حیا نکالنے سے کرتے ہیں۔ پھر حیا جب نکل جاتی ہے تو حدیث کے مطابق ایمان بھی پھر باقی نہیں رہتا اور یوں اللہ کی اطاعت، امت مظلومہ کی نصرت اور جہاد و قتال کی باتیں سب 'ذہنی پسماندگی' کی علامتیں سمجھی جاتی ہیں۔ لہٰذا سوال نہی عن المنکر کرنے نہ کرنے کا نہیں، بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا طریق ہو کہ جو مؤثر ہو، نہی عن المنکر کا مقصد بھی پورا کرتا ہو اور اس سے جہاد و مجاہدین کی محبت بھی کم نہ ہو۔ علمائے کرام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول وآداب تفصیل سے بیان کیے ہیں اور ان کا لحاظ اگر رکھا جائے تو مذکورہ دونوں مقاصد ان شاءاللہ حاصل ہوں گے۔ ایک شرط یہ ہے کہ اگر ایک منکر منع کرنے سے بڑا منکر پیدا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر اس کم تر منکر سے نہیں روکا جائے گا، بلکہ اس کے لیے مناسب موقع کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اس طرح یہ بھی اصول ہے کہ منکر بزور منع کرنے سے جب فائدہ کی جگہ نقصان کا اندیشہ ہو تو زبان سے روکنے کی کوشش ہو گی اور ایسا کرتے ہوئے مخاطب کے ساتھ نرمی، شائستگی، خیر خواہی، محبت اور احترام کا خوب خیال رکھا جائے گا۔ شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ ایک جگہ بڑی پیاری بات فرماتے ہیں، کہتے ہیں:

> "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ایسا فرد چاہیے جو لوگوں سے محبت کرتا ہو، جو کوتاہ نظر نہ ہو، زبان جس کی پاک و شائستہ ہو اور جو ایسا قطعاً نہ ہو کہ کسی کو برائی کرتے دیکھے تو کہے 'تم میں یہ اور یہ برائی ہے اس لیے میں تم سے اللہ کے لیے نفرت کرتا ہوں'۔ استغفر اللہ! بھئی کیا تم یہ نہیں کہہ سکتے ہو کہ 'میں اللہ کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں، بس یہ ایک عیب ہے کہ جس کی اصلاح اگر آپ کریں تو اچھا ہو گا۔"

ایک دفعہ راقم قبائل میں اپنے شیخ اور استاذ، فاروق بھائی رحمہ اللہ کے ساتھ سفر میں تھا۔ ایک موٹر سائیکل کی نمبر پلیٹ کی جگہ پر بڑے سائز کی انتہائی فحش تصویر پر ہماری نظر پڑی۔ فاروق بھائی نے مجھے عطر کی شیشی دی اور کہا کہ میں اس کو روکتا ہوں، آپ جا کر پہلے اچھی طرح دعا سلام کریں، یہ شیشی انہیں دیں اور پھر محبت سے انہیں سمجھائیں کہ یہ اچھا نہیں ہے۔ جب میں نے اس طرح کیا تو اُس فرد نے فوراً مجھے گلے لگایا، محبت سے میری داڑھی چومی اور موٹر سائیکل کھڑی کر کے خود اپنے ہاتھ سے وہ تصویر توڑ ڈالی، ساتھ ہی اس نے مجھ سے کہا "آپ صحیح کہتے ہیں، ہمارے ہی فائدے کی بات کرتے ہیں، ہم آپ کے خادم ہیں جی، بس آپ حکم کریں"۔ تو ایسے موقع پر مجاہدین کی طرف سے وعظ و نصیحت اور معمولی سی دعوت الی الخیر بھی کارگر ثابت ہوتی ہے اور ایسا کرنا بھی نہی عن المنکر میں ان شاءاللہ شمار ہو گا۔ ضروری نہیں کہ منکر روکنے کے لیے بس قوت کا ہی استعمال ہو اور ایسی قوت کہ جس سے پھر منکر تو نہ رُکے مگر جہاد کا خوب نقصان ہو۔ جب ان اصولوں کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے اور منکرات کو بس بزور قوت روکنا ہی قاعدہ سمجھا جاتا ہو تو دشمن کا میڈیا بھی اس عمل کو خوب اچھالتا ہے اور نتیجے میں مجاہدین کو ایسی شہرت ملتی ہے جو ان کی اصل پہچان کبھی نہیں ہوتی۔

فروعی اختلافات اور تحریک جہاد

اختلاف کی جو اقسام علمانے بیان کی ہیں، ان میں ایک وہ ہے جو اصولِ دین کے اندر ہو اور دوسرا وہ جو دلیل کی بنیاد پر فروعِ دین میں ہو[1]۔ دونوں کی حیثیت و مقام کا تعین صدیوں پہلے فقہائے امت اور ائمۂ کرام نے کیا ہے۔ اول الذکر اختلاف ناقابل برداشت ہے جو گمراہی اور کفر کو جنم دیتا ہے اور اس کے سبب حمایت و وفا کا تعلق قطع تعلقی یا برأت و عداوت میں تبدیل ہوتا ہے جبکہ فروعی اختلاف چونکہ دین کی اُن جزئیات میں ہوتا ہے جہاں مبنی بر دلیل اختلاف کی شریعت نے گنجائش رکھی ہے، اس لیے اسے برداشت کیا جاتا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی محبت و مودت، حمایت و وفاداری اور نصرت و اخوت کا تعلق قائم رہتا ہے۔ اب اصول دین میں اس ناجائز اختلاف کو اگر فروع دین والے اُس جائز اختلاف کا مقام دیا جائے تو اس سے دین اسلام کے اندر نقب کا دروازہ کھلتا ہے اور اہل کفر و ضلال اور مبنی بر باطل فرقوں کو اہل ایمان کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کھلی چھٹی ملتی ہے۔ اصول دین میں اختلاف کرنے والے کو برداشت کرنا اور اس کے ساتھ دوستی و محبت کی پینگیں بڑھانا اور سب کو سا جھی دکھانا دین کی پوری عمارت کو (نعوذ باللہ) ڈھانے کے مترادف ہے۔ اس کے برعکس دوسری صورت بھی ہے اور وہ یہ کہ جب فروعی اختلاف کے ساتھ اصولی اختلاف جیسا رویہ رکھا جاتا ہو یعنی فروعی اختلاف جب دوستی و دشمنی کا معیار بنتا ہے اور اس کے سبب ایک مسلک والوں کا دوسرے مسلک کو ختم کرنا جب نصب العین بن جاتا ہے تو یہ ایسی صورت ہے کہ اس سے بھی فتنہ و فساد کا وہ دروازہ کھلتا ہے جو دیمک کی طرح امت کی طاقت چاٹ جاتا ہے۔ اس رسہ کشی میں چونکہ

---

[1] حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بوادر النوادر میں 'رسالہ احکام الایتلاف فی احکام الاختلاف' کے تحت اختلاف کی دس قسمیں بیان کی ہیں اور ان کے آداب بھی ذکر کیے ہیں جو بہت مفید ہیں۔ یہاں ہماری بحث چونکہ دو بنیادی اقسام سے ہے، اسی لیے انہی کا ذکر ہوا؛ اصولِ دین میں اختلاف کی وہ قسم جو دائرۂ اسلام سے انسان کو خارج کرتی ہے یا کم از کم گمراہی اور بدعت تک پہنچاتی ہے، اور فروعِ دین میں اختلاف کی وہ قسم جو دلیلِ شرعی کی بنیاد پر اہل سنت والجماعت کے مختلف مسالک و مکاتب فکر کے بیچ ہے۔ ان کی مزید تفصیل اور دیگر اقسام کے لیے مذکورہ رسالہ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

علم و عدل کی جگہ جہل و ظلم لے لیتا ہے اس لیے امت میں افتراق، فرقہ بندی اور ایسی فرقہ پرستی جنم لیتی ہے جس کے ہوتے ہوئے اللہ کی توفیق اور تائید پھر باقی نہیں رہتی۔ وقت وصلاحیت اور وسائل و محنت صرف ہوتی ہے مگر اصلاح سے فساد زیادہ اور تعمیر کی جگہ تخریب بڑھ کر ہوتی ہے۔

مجاہدین کا کام دشمنانِ امت کے خلاف امت مسلمہ کو اپنی پشت پر کھڑا کرنا تھا، ان کی ذمہ داری تھی کہ امت کے سب اہلِ خیر کو دشمنانِ دین کے مقابل اپنی تائید و نصرت میں کھڑا کرتے، مگر جب وہ فروعی اختلاف کو میدانِ جہاد میں لاتے ہیں، اسی کو اپنی دوستی و دشمنی کا معیار بناتے ہیں اور اپنی دعوت کا ہدف مخالف مسلک کو گرانا جب قرار دیتے ہیں تو اس سے خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری جاتی ہے، تحریک جہاد کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور یوں دشمنانِ دین ہی پھر جی بھر کر اس کا فائدہ سمیٹتے ہیں۔

یہ اختلافات اُس وقت بھی ختم نہیں ہوئے اور ایک مسلک نے دوسرے کو زیر نہیں کیا جب خلافت ختم نہیں ہوئی تھی اور اللہ کا دین بڑی حد تک غالب تھا۔ آج جبکہ اللہ کا دین بری طرح مغلوب ہے، امت پر ہر طرف سے ظلم ہو رہا ہے اور اس کا کل سرمایہ ہی گویا پگھلا جا رہا ہے، نیز آج جبکہ باطل کسی ایک مسلک اور مکتبِ فکر کا دشمن نہیں بلکہ وہ نفسِ دین اور اصلِ لا الہ الا اللہ اسلام کے خلاف لڑ رہا ہے، سیکولرازم، الحاد، جمہوریت، قوم پرستی اور وطن پرستی جیسا زہر پلا کر وہ ہماری نسلوں کی نسلیں تباہ کر رہا ہے، ایسے میں ضروری تھا کہ فروعی اختلاف کو اس کے مقام پر رکھا جاتا اور جس جنگ میں ہمارے شجرِ امت کے تنے اور شاخ ہی کیا، جڑوں کو کاٹا جا رہا ہے، بس اس کو ہی بھرپور توجہ دی جاتی، اس دشمن کے خلاف ہی مسلمانوں کو متحد و متفق کیا جاتا اور اپنی دعوت میں اصلِ دین کی حفاظت اور اس کے دشمنوں کے ساتھ عداوت کی تحریض دی جاتی۔ مگر جب ایسا نہیں ہوتا اور اس کے برعکس فروعی اختلاف کو اہمیت دی جاتی ہے، تو اہلِ باطل کے ساتھ دشمنی خود بخود ثانوی اہمیت پر چلی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے جب دشمنی و دوستی اور محبت و نفرت کے پیمانے اللہ کی رضا والے نہیں رہتے ہیں تو پھر کیونکر ایسی تحریک اللہ کی تائید و توفیق کی مستحق ہو سکتی ہے اور کیونکر ایسی تحریک دفاعِ امت اور نصرتِ دین جیسی بھاری ذمہ داری اٹھانے کے قابل رہ سکتی ہے ؟! لہٰذا چاہے دوسرے ہمارے خلاف ظلم و جہل پر اتریں اور چاہے دوسرے لوگ مسلکی و فروعی اختلافات کا بہانا بنا کر ہم مجاہدین کے خلاف فتنہ و فساد پیدا کریں، ہمارے ہاتھ سے بس علم و عدل کا دامن کسی حال نہ چھوٹے اور ہم اپنی ترجیحات میں کسی طور پر بھی ایسی کسی غلطی کا ارتکاب نہ کریں جس کا نقصان امت مظلومہ اور اس کے دفاع کے لیے جاری اس مبارک دعوت و جہاد کو ہو۔

غلو اور افراط کا مقابلہ بھی تب ہی ہو سکتا ہے جب ہم خود اہلِ غلو کے غلو اور ظلم کے مقابل عدل پر رہیں، صرف ان کے غلو کو اپنا ہدف بنائیں، اس کے ساتھ دشمنی رکھیں اور اپنے خلاف آگ بھڑکانے والوں کے مقابل نہ جوابی غلو کا شکار ہوں اور نہ ہی اُن کی مخالفت میں کسی داخلِ اہلِ سنت والجماعت مسلک کو مجسم شر اور اپنا دشمن اعلان کریں۔ یہ تو مفاد پرست اہلِ غلو کا طریقہ ہے کہ اپنا فساد چھپانے کے لیے کسی ایک مسلک اور مکتبِ فکر کو بطورِ ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ وہ مسلک کے سب متعلقین کو دھوکہ دیتے ہیں اور مسلکی جذبات کا استحصال کر کے اپنے شر کے دفاع میں انہیں لا کھڑا کرتے ہیں۔ اگر ہم عدل پر رہیں، کسی خاص مسلک کو اپنا ہدف نہ بنائیں اور صرف برائی، غلو، فتنہ و فساد کو ہی اپنے نشانے پر رکھیں تو ایسے میں اہلِ غلو کو کسی مسلک کی آڑ لینے سے روک لیں گے، اُن کے ہم مسلک سے بھی ہمیں اہلِ خیر ملیں گے اور ہم اس قابل ہوں گے کہ ہر مسلک و مکتبِ فکر کے اہلِ شر کو اس کے اہلِ خیر سے جدا کر کے تنہا کر سکیں گے۔ ایسا کرنا وقت کا تقاضہ ہے، یہ امت ہماری ہے اور اللہ کا یہ دین ہمارا ہی دین ہے، اس دین و امت کی نصرت و دفاع ہماری طرف سے مکمل طور پر غیر مشروط ہونا ضروری ہے، یہ نہیں کہ مقابل عدل پر رہے تو میں بھی اصول پر رہوں گا، لیکن اگر وہ ظلم کرتا ہے تو مجھ سے بڑا بے اصول اور بڑا ظالم و جاہل کوئی نہیں ہو گا۔

اہلِ حق کو جاننے کا عوامی پیمانہ

ایک عام فرد جس کے پاس زیادہ علم نہ ہو، اس کو بھی اللہ نے حق و باطل میں تمیز کرنے کا ایک آسان پیمانہ عطا کیا ہے؛ یہ پیمانہ ظلم و فساد سے نفرت اور عدل و صلاح سے محبت ہے۔ عام لوگ (جب تک اپنی فطرت پر قائم ہوں) ظلم سے نفرت کرتے ہیں اور فساد کو ناپسند کرتے ہیں اور یہی پیمانہ ہے کہ جس کے ذریعے وہ اہلِ خیر اور اہلِ شر میں تمیز کرتے ہیں۔ کسی جماعت اور گروہ کی کیا دعوت ہے، وہ ظلم و فساد کے خلاف ہے اور خود اپنے عمل میں بھی عدل اور صلاح پر قائم ہے یا اس کا اپنا کردار اپنے ہی دعووں کے برعکس ہے...... یہ وہ پیمانہ ہے کہ جس سے اَن پڑھ آدمی بھی اچھے برے میں تمیز کرتا ہے اور اس سے وہ راہ ہدایت پر گامزن اور گمراہی و ضلالت میں بھٹکی جماعت کے بیچ فرق کرتا ہے۔ یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ اس نے تکوینی طور پر انسانوں کو عدل و صلاح کی اس محبت اور ظلم و فساد سے اس نفرت پر بنایا اور اُس ربِّ کریم کا ہی یہ کرم ہے کہ اس نے شرعی طور پر بھی پھر یہ واضح کیا کہ غلبہ دین کا راستہ عدل و صلاح ہے، نہ کہ ظلم و فساد، لہٰذا تکوینی لحاظ سے بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ کی شریعت اس کی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قائم ہو سکے۔

ہوا ہے کبھی، اب جو ہو پائے گا؟
بہ ہدمِ شریعت نفاذِ کتاب

پس جو مجاہدین خارجی دشمن کے خلاف صف آراء ہونے کے ساتھ ساتھ داخلی اصلاح سے بھی غافل نہ ہوتے ہوں، جو خود بھی ظلم و فساد سے بچتے ہوں اور اپنی صفوں میں ظالم و فسادی کو قبول

بھی نہ کرتے ہوں، جن کی جنگ ظلم اور ظالموں کے خلاف ہو اور فساد و تخریب کی جگہ اصلاح و تعمیر کو ہی جنہوں نے اپنا شیوہ رکھا ہو، اللہ کی طرف سے زمین میں ایسے اہل جہاد کی محبت بٹھائی جاتی ہے اور لوگ اپنی مرضی و خوشی سے ایسے بندگانِ خدا کی تائید و نصرت کے لیے دوڑے چلے آتے ہیں۔ امارت اسلامی افغانستان عوام میں مقبول ہوئی تو اس کی وجہ یہی ظلم و فساد کے خلاف اس کی صدق، دیانت، عدل اور اصلاح سے عبارت مبارک جدوجہد رہی۔ امیر المومنین ملا عمر رحمہ اللہ کی قیادت میں جب طالبان کھڑے ہوئے تو یہ نصف درجن سے زیادہ نہیں تھے، بے سروساماں، بس مسجد کے درویش طلبائے علم تھے، مگر جب لوگوں کو نظر آیا کہ یہ ظالم نہیں، فسادی نہیں، اپنا غلبہ اور تسلط قائم کرنے یہ نہیں نکلے ہیں بلکہ شریعت کی پیروی اور عدل و انصاف کی برتری ان کا مقصد ہے اور جب واضح ہوا کہ ان میں خلق خدا پر رحم ہے اور اس کے لیے خیر خواہی اور دل سوزی ہے تو 'لوگ آتے گئے اور قافلہ بنتا گیا' کے مصداق کیا عام اور کیا خاص جس کے دل میں بھی خیر تھی وہ اس قافلے کا حامی، انصار اور سپاہی بنے بغیر نہیں رہ سکا۔ عین جنگ میں بھی یہ مناظر دیکھے گئے کہ دشمن اپنے مورچوں سے اترے اور اپنے ہتھیار و اموال لاکر طالبان کے ساتھ شامل ہوئے۔ لہٰذا عام عوام میں خیر و شر پہچاننے کا یہ ایک فطری پیمانہ اللہ نے رکھا ہوا ہے۔ کوئی تحریک تب ہی عوام میں حقیقی جڑیں پکڑ سکتی ہے جب وہ اس پیمانہ پر صحیح طرح پوری اترے۔

دوسری طرف اہل باطل کو بھی عوام کے اندر عدل و صلاح کے ساتھ اس فطری محبت کا ادراک ہے، اس لیے وہ اہل حق کو ہمیشہ ظالم، فسادی اور اپنے مفادات کا اسیر و غلام مشہور کرتے ہیں۔ فرعون نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قوم کو کیا کہا تھا؟ یہی کہ ان کا مقصد بس ملک میں فتنہ و فساد مچانا اور تمہاری تہذیب کو تباہ کرنا ہے ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ﴾[1]۔ ہر دور کے فرعون اور نمرود اپنے فساد کو صلاح اور اپنی بدصورتی کو خوبصورتی ثابت کرتے ہیں جبکہ اہل حق کو خود غرض، مفاد پرست اور ظالم و فسادی دکھاتے ہیں۔ لہٰذا دعوت و اعلام کے میدان میں باطل کا یہ پراپیگنڈا غلط ثابت کرنا بھی انتہائی ضروری ہوتا ہے اور یہ صرف اُس وقت ہی ممکن ہے جب مجاہدین قول و فعل اور دعوت و کردار کے دونوں میدانوں میں صالح اور مصلح نظر آئیں۔ وہ میدان دعوت میں بھی اہل حق کے پاک و شفاف چہرے پر ڈالی گئی گرد کو صاف کریں اور باطل کے چہرے پر چڑھے جھوٹ و فریب کے نقاب کو بھی اتار پھینکیں۔

دعوت و میڈیا قطعاً کافی نہیں!

اس حقیقت کا بھی ہمیں ادراک ہو کہ معرکۂ خیر و شر میں محض دعوت و میڈیا کسی کام کے نہیں ہیں، یہ الٹا بداعتمادی اور دین و جہاد سے متنفر کرنے کا سبب بنتے ہیں جب اس کے پیچھے ہمارا کردار ہمارے دعووں کی تصدیق نہ کرتا ہو۔ تحریکوں کے معاملے میں اصل اور فیصلہ کن عامل ان کے افراد کی سیرت و کردار ہے جبکہ دعوت و میڈیا ثانوی ہے۔ عمل اگر غلط ہو تو دعووں سے مخاطبین کو زیادہ عرصہ دھوکہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ دعوت و میڈیا کے میدان میں تو طواغیت بھی فوز و فلاح کے ایک سے بڑھ کر ایک دعویٰ دار ہیں۔ ان کے میڈیا کی سنیں تو لگتا ہے ان سے زیادہ انسانیت دوست اور عوام کا غمگسار کوئی نہیں، یہ کردار ہے جو ان کے خوش نما دعووں کا پول کھولتا ہے اور ان کی وحشت و شیطانیت کا پردہ چاک کرتا ہے۔ پس دعوت و اعلام کا تیر تب ہی نشانے پر بیٹھتا ہے جب تحریک کی سیرت و کردار اس کی تائید کرتے ہوں اور باہر سے زیادہ داخلی اصلاح پہلی ترجیح ہو۔

یہاں خطا چھوٹی نہیں رہتی!

تحریک جہاد کی پیش قدمی و کامیابی چونکہ معرکۂ قلب و ذہن میں کامیابی پر منحصر ہے، اس لیے یہاں چھوٹی خطا بھی کبھی چھوٹی نہیں رہتی۔ ایک تو جہاد انفرادی عبادت نہیں کہ جس میں خطا کی تلافی آسان ہو؛ یہ اجتماعی عبادت ہے اور اس میں فیصلوں اور اقدامات کا مثبت و منفی اثر براہ راست لوگوں کی زندگیوں پر پڑتا ہے۔ دوسرا یہ کہ تاریخ جہاد بتاتی ہے کہ اہل جہاد کی چھوٹی خطاؤں کو بھی دشمن نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور انہیں بڑھا چڑھا کر عوام اور مجاہدین کے درمیان فاصلے بڑھانے کے لیے استعمال کیا۔ مصر میں پینتیس چالیس سال قبل وزیر داخلہ کے خلاف کارروائی ہوئی۔ اس کارروائی میں خوب کوشش کی گئی تھی کہ کوئی بے گناہ ہدف نہ بنے۔ جہاں کارروائی ہونی تھی وہاں سکول تھا، سکول کی چھٹیاں تھیں اس لیے گمان غالب تھا کہ نقصان نہیں ہو گا۔ کارروائی ہوئی تو غلطی سے اس میں ایک بچی بھی شہید ہو گئی جس کا نام شیماء تھا۔ مصری میڈیا نے اس کارروائی کو ایسے اچھالا گویا ہدف یہ ننھی منی بچی ہی تھی، ساری کارروائی اس کے خلاف ہوئی اور وزیر داخلہ کا قافلہ تو وہ تو جیسے غلطی سے نشانہ بنا۔ شیماء کی تصاویر پورے مصر میں لگائی گئیں اور امریکی پالیسی ساز اداروں نے اس طریق کار کو مثال بنا کر 'شیماء ایفیکٹ' کے نام سے اصول وضع کیا جو رینڈ کارپوریشن کی کتابیں آج بھی نقل کرتی ہیں۔ اصول یہ ہے کہ

[1] "اور فرعون نے کہا: لاؤ میں موسیٰ کو قتل ہی کر ڈالوں، اور اسے چاہیے کہ اپنے رب کو پکار لے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ تمہارا دین بدل ڈالے گا، یا زمین میں فساد برپا کر دے گا۔" (سورۃ غافر: ۲۶)

مجاہدین کی خطاؤں کو ان کے خلاف ہتھیار بناؤ۔ ان کی خطا کو اچھالو اور انہیں مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت اور بد اعتمادی پیدا کرنے کا ذریعہ بناؤ۔

دعوت و جہاد میں مطلوب رویہ

اصل میں جہاد چونکہ اسلام کی چوٹی کا عمل ہے، ذروۃ سنام الاسلام ہے، اور چوٹی کے اس عمل میں خطا بھی بہت دور تک نظر آتی ہے، اس لیے یہاں احتیاط بھی دوسرے شعبوں سے کہیں زیادہ درکار ہے۔ اس ضمن میں شیخ ابو قتادہ بہت پیاری بات کہتے ہیں، فرماتے ہیں، 'مجاہدین کے لیے دعوت و جہاد کے ساتھ حکماء جیسا طرز عمل اپنائے بغیر چارہ نہیں، وہ صرف اُس وقت ہی جہاد کی خدمت کر سکیں گے جب جہاد کے ساتھ حکماء جیسا رویہ رکھیں۔ حکمت یہ ہے کہ چاہت، خواہش، غصہ اور انتقام کے جذبات سب ایک سائیڈ پر رکھے جائیں اور خالصتاً فائدہ و نقصان کا پیمانہ اٹھا کر ہر قدم و ہر فیصلے کا اس سے جائزہ لیا جائے۔ ایک حکیم مریض کو دوا دیتے وقت جس طرح دوا کی مثبت و منفی تاثیر اور خود مریض کی کیفیت کا پیشگی جائزہ لیتا ہے اور فائدہ و نقصان کے متعلق مطمئن ہونے کے بعد ہی پھر مناسب ترین دوا تجویز کرتا ہے اسی طرح مجاہدین کو بھی اپنے جہاد میں مصالح و مفاسد دیکھ کر ہی قدم اٹھانا ضروری ہے'۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'خیر اور شر کے بیچ فرق تو سب جانتے ہیں، مگر مجاہدین دو خیر میں سے بڑی خیر اور دو شر میں سے بڑے شر کو پہچانیں اور پھر بڑی خیر کا انتخاب کریں اور بدتر شر سے اجتناب کریں'۔ یعنی جب دو خیر کے کاموں میں کسی ایک کو کرنے سے دوسرے کے چھوٹ جانے کا یقین ہو تو ضروری ہے کہ بڑی خیر کی خاطر چھوٹی خیر کو قربان کیا جائے اور دو شروں میں سے مجبوراً کسی ایک کو قبول کرنا ہو تو ضروری ہے کہ چھوٹے شر کا انتخاب کر کے بڑے سے بچا جائے۔ عموماً جہاد کے اندر اس نوعیت کی خطائیں ہوتی ہیں۔ ہر خطا کے اندر کوئی ایسی خیر ہماری نظر میں ہوتی ہے جو واقعی خیر ہوتی ہے مگر ہم نے یہ نہیں دیکھا ہوتا ہے کہ اس چھوٹی خیر کے سبب ہم بڑی خیر سے بھی محروم ہو سکتے ہیں اور واقعتاً پھر ایسا ہوتا ہے۔ یہی شر کا معاملہ ہے۔ ایک فرد مضر ہے، شر ہے مگر عام عوام کی نظر میں وہ معصوم و بے گناہ ہے، ایسے میں اس کے قتل کرنے سے اس کا شر تو ختم ہو گا مگر عوامی اعتماد جو متزلزل ہو گا اور عام لوگ جو اہل جہاد کے خلاف ہوں گے، یہ اس فرد کے شر سے بڑا شر ہے، ضروری تھا کہ بڑے شر سے بچنے کے لیے چھوٹے کو برداشت کیا جاتا، یہی سبق آپ ﷺ کی سیرت سے بھی ہمیں ملتا ہے اور اس پر عمل میں کوتاہی سے ہی عموماً نقصان ہوتا ہے۔

یہ موضوع آخری اس تذکیر پر ختم کرتا ہوں کہ مجاہدین کے لیے معرکۂ قلب و ذہن کی اہمیت، حساسیت اور نزاکت محسوس کرنا بہت ضروری ہے، جس قدر ہم نے اس کا ادراک کیا، اپنے آپ کو سراپا خیر بنایا، دائرۂ شریعت کے اندر رہتے ہوئے جتنا زیادہ مصالح و مفاسد کو سمجھا اور ان کے مطابق اپنی دعوتی و جہادی ترجیحات مقرر کیں اُتنا ہی ان شاء اللہ ائمۂ کفر کے خلاف ہماری قوت میں اضافہ ہو گا، اس کے ایوانوں اور جنود پر ہماری ضربیں بڑھیں گی اور اُتنا ہی اللہ کے اذن سے قافلۂ جہاد عوام الناس کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنے گا۔

☆☆☆☆☆

اللہ کی نصرت کے مستحق!

”اللہ کا تاکیدی وعدہ ہے، نہایت ہی باوثوق وعدہ ہے، اٹل قاعدہ ہے کہ جو اس کی نصرت کرے گا تو اللہ اس کی مدد ضرور کرے گا۔ لیکن یہ سوالیہ نشان اپنی جگہ ضرور ہے کہ اللہ کن لوگوں کی نصرت کرتا ہے، تاکہ ان کو نصرت کا مستحق سمجھا جائے۔ کیونکہ اللہ تو قوی ہے، عزیز ہے، اس کے متوالے تو کبھی شکست نہیں کھاتے، تو وہ کون ہیں؟

ایسے لوگ اللہ کی نصرت کے مستحق ہوتے ہیں جو اسلامی نظام زندگی کے قیام کے لیے پوری جدوجہد کریں۔ صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہوں، کسی اور پر نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کی مدد ہو گی...

... اللہ کی نصرت وہ ہوتی ہے جس کے ذریعہ اسلامی نظام زندگی قائم ہو، حق، انصاف، آزادی اور خیر و اصلاح کا دور دورہ ہو۔ پیش نظر اعلیٰ مقاصد ہوں نہ کہ کچھ افراد۔ اشخاص، شخصیات اور ان کے ذاتی مقاصد کو پس پشت ڈال کر بلند اصولوں کو سامنے رکھنا ہو گا تب نصرت الٰہی حاصل ہو گی۔“

سید قطب شہید رحمہ اللہ

(فی ظلال القرآن جلد چہارم)

مکاتب و مدارس کی تاریخ

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمٰن المرابط حفظہ اللہ

زیرِ نظر مضمون سابقاً شائع ہونے والے 'تعلیم' سے متعلق مقالے سے مربوط ہے

باب ۴: مساجد کے حلقے

ہم نے گزشتہ ابواب میں خاص ان اداروں کا ذکر کیا جہاں بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ یعنی گھر اور مکتب۔ یہاں ہم ایک اور اہم ادارے کا ذکر کرتے ہیں جہاں بڑوں کو تعلیم دی جاتی رہی یعنی مساجد کے حلقے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کر چکے ہیں، تعلیم کا عمل معلم اول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے درمیان مکہ کے دار ارقم سے شروع ہوا اور مدینہ کی مسجد نبوی کے چبوترے صفہ تک جاری رہا اور نبوی برکت سے آج تک جاری ہے۔ انہی حلقوں نے چوتھی اور پانچویں صدی میں جا کر مدارس کی شکل اختیار کی جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ ان علمی حلقوں کے نمایاں خدوخال بیان کرتے ہیں۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں

ڈاکٹر عباس محجوب لکھتے ہیں: "اسلام کے آغاز میں تعلیم کا کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا بلکہ والدین خود ہی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس گھریلو تعلیم کے بعد بعض افراد مساجد کے حلقوں میں بیٹھ کر علم سیکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کعبے کے صحن میں بیٹھتے تھے اور لوگ ان سے قرآن کی تفسیر کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ اسی طرح مشہور تابعی ربیعۃ الرائےؒ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ امام مالکؒ، امام حسنؒ اور مدینہ کے دیگر بڑے علمائے کرام ان کے حلقے میں شامل ہوتے تھے۔ اسی طرح امام حسن بصریؒ کا بصرہ کی مسجد میں حلقہ لگتا تھا۔ اور بسا اوقات ایک ہی مسجد میں کئی حلقے سج جاتے تھے۔ اموی دور تک کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے تعلیم کے لیے خاص مدارس قائم کیے ہوں۔ تعلیم مساجد اور گھروں میں دی جاتی رہی۔"

آگے لکھتے ہیں: "مساجد ویسے ہی درسگاہیں تھیں جیسے کہ وہ عبادت گاہیں، عدالتیں اور عمومی دعوت کے مقامات تھیں۔ دوسری صدی ہجری تک یہی حال رہا۔ بعض مساجد تعلیم کے حوالے سے زیادہ مشہور ہوئیں۔ جن میں حرمین شریفین کے علاوہ بغداد کی جامع منصور اور دمشق کی جامع اموی بہت نمایاں ہیں۔"[1]

علمی حلقوں کی وسعت

ڈاکٹر محمد منیر سعد الدین لکھتے ہیں: "تاریخ اور تذکروں کی کتب میں مساجد میں علمی حلقوں کے انعقاد کا ذکر اتنا تواتر سے ملتا ہے کہ شاذ و نادر ہی کسی عالم کا تذکرہ مسجد میں منعقد ہونے والے ان کے علمی حلقوں کے ذکر سے خالی ہو۔ یہ حلقے ابتدائی ادوار سے ہی مختلف خطوں کے بڑے بڑے شہروں کی جامع مسجدوں میں منعقد ہونا شروع ہو گئے تھے۔

درس کو حلقہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ طالب علم اپنے استاذ کے گرد حلقہ کی صورت میں بیٹھتے تھے۔ اور یہ حلقہ تعدادِ طلبہ کی بنا پر بڑا اور چھوٹا ہوتا تھا۔[2] پس امام محمد بن سلیمان ابو بکر بغالیؒ (ت380ھ) کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ ان کا حلقہ جامع مسجد عمرو میں سترہ ستونوں کے گرد پھیلا ہوا ہوتا تھا۔[3] علمی حلقے حاضرین کی کثرت کے علاوہ اپنی تعداد اور تنوع کے اعتبار سے بھی بے شمار ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد منیر سعد الدین، امام مقدسیؒ کی کتاب "احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم" سے نقل کرتے ہیں کہ امام مقدسیؒ نے جامع مسجد قاہرہ میں مغرب اور عشاء کے وقت 110 مجالس علم گنیں۔ جن میں فقہ، قرآن کی قراءت، لغت و ادب، حکمت؛ غرض مختلف علوم کے حلقے شامل تھے۔

---

[1] بحوالہ: جامع بیان العلم و فضلہ از قرطبی

[2] بحوالہ: مساجد القاهرہ ومدراسها از احمد فکری

[3] از حسن المحاضرة فی اخبار مصر وا لقاهرہ از سیوطی

مساجد میں تعلیم کے مضامین

ڈاکٹر عباس مجوب لکھتے ہیں: ”ان ادوار میں تعلیم کا مرکز اور محور قرآن کریم اور اس کے بعد حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور پھر چند فقہی احکام اور چند اشعار۔“ آگے لکھتے ہیں: ”معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں تعلیم قرآن کریم پر ہی منحصر تھی۔ لیکن جب غیر عرب اسلام میں داخل ہوئے اور صحابہ کرام دنیا کے کونوں میں پھیل گئے، تو ضرورت اس بات کی پیدا ہوئی کہ عربی زبان کی تعلیم کا بھی اہتمام ہو، تاکہ زبان میں تغیر و تبدیلی واقع ہونے سے قرآن میں ہی تبدیلی نہ آ جائے۔ پھر اموی دور میں شعر و ادب اور تاریخ و قصص کا بھی اہتمام کیا جانے لگا۔ اسی لیے ہمیں اس دور میں سیر اور مغازی کی کتب ملتی ہیں۔ قصہ خواں مسجد میں بیٹھتا تو اللہ تعالی کا ذکر بیان کرتا اور پھر مختلف امتوں اور اقوام کے قصے بیان کرتا، جن کا مقصد ترغیب و ترہیب ہوتا۔ اسی دور میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے احادیث کے جمع کرنے اور حدیث کی تدوین پر خاص توجہ دی۔ اس بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے آغاز میں تین بنیادی مضامین پر ہی توجہ تھی۔ قرآن کریم، حدیث اور عربی زبان۔“

تعلیم کے درجے

ڈاکٹر عمر موسی پاشا جو دمشق یونیورسٹی کے کلیہ آداب سے تعلق رکھتے ہیں اپنے مقالے ”دور العلم“ یعنی ”علم کی درسگاہیں“ میں دمشق کی جامع اموی میں تدریسی طریقے کے بیان کے لیے اندلس کے سیاح ابن جبیر کنانی (ت614ھ) کی کتاب سے حوالہ دیتے ہیں کہ: ”اس مبارک مسجد میں روزانہ فجر کی نماز کے بعد قرآن کی تعلیم کے لیے ایک جم غفیر جمع ہوتا ہے۔ اور اسی طرح روزانہ عصر کی نماز کے بعد بھی۔ البتہ عصر کا وقت عوام الناس کے لیے سورہ کوثر سے آخر قرآن تک کی تعلیم کے لیے مخصوص ہے۔ جبکہ صبح کی تعلیم کے بعد ہر استاد کم سن شاگردوں کے ساتھ ایک ستون کے ساتھ تعلیم کے لیے بیٹھ جاتا ہے۔ بچوں کی یہ تعلیم زبانی ہوتی ہے۔

اس مسجد میں بڑی عمر کے طلبہ کی تدریس کے لیے فقہی حلقے بھی منعقد ہوتے ہیں۔ مدرسین بڑے پیمانے پر وہاں درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس مسجد میں ایک ایسا ستون بھی ہے جس کے لیے باقی ستونوں سے علیحدہ وقف مختص ہے۔ اس وقف سے وہاں پڑھانے والے اساتذہ اور طالب علم مستفید ہوتے ہیں۔ مسجد کے ایسے الگ تھلگ کونے بھی ہیں جہاں طالب علم سبق لکھنے اور پڑھنے کے لیے لوگوں کی گہما گہمی سے علیحدہ سکون سے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔“

باب ۵: مدارس

سابقہ گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ابتدائی تعلیم کا اصلی ادارہ خود گھر ہے، لیکن مختلف معاشرتی وجوہات کی بنا پر گھریلو تعلیم کا کچھ حصہ مکاتب کی طرف منتقل ہو گیا۔ اسی طرح دیگر معاشرتی وجوہات کی بنا پر مساجد کی تعلیم کا بھی کچھ حصہ مدارس کی طرف منتقل ہو گیا۔ ڈاکٹر عمر موسی پاشا بیان کرتے ہیں کہ: ”آغاز اسلام سے مساجد ہی عبادت اور علم کے مراکز تھے۔ کہتے ہیں کہ چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک مساجد میں ہی تدریس کا عمل جاری رہا۔ اور پھر رفتہ رفتہ مساجد کے ساتھ ملحقہ یا ان سے مستقل مدارس قائم ہوئے جن کے لیے مخصوص اوقاف، ذمہ داران، فقہا، مدرسین اور دیگر متعلقین مقرر ہوئے۔“ گویا اگرچہ عملِ تدریس تو کبھی بھی منقطع نہیں ہوا لیکن مدارس کی وہ ہیئت جو ہم آج دیکھتے ہیں اس ہیئت کا ظہور کافی دیر بعد ہوا۔ اسی لیے مختلف قدیم اور جدید محققین نے اولین مدرسے کی کھوج لگانے کی کوشش کی ہے۔

اوّلین مدرسہ

امام ابن کثیرؒ اپنی تاریخ البدایہ والنہایۃ میں اول ترین مدرسہ کے قیام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

”383ھ میں وزیر ابو نصر سابور بن ازدشیر نے کرخ میں ایک حویلی خریدی، اس کی عمارت کی مرمت کی، وہاں کثیر تعداد میں کتب منتقل کیں اور اسے فقہا پر وقف کیا۔ اور فرماتے ہیں کہ میرے گمان میں فقہا پر وقف ہونے والا یہ پہلا مدرسہ ہے جو مدرسہ نظامیہ سے بہت پہلے قائم ہوا۔“

جبکہ امام سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ: ”امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ سلجوقی دور کے ایک وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ فقہا کے لیے بننے والا اولین مدرسہ ہے۔ اسے 459ھ میں مکمل کیا گیا۔“

امام مقریزیؒ اپنی کتاب ’المواعظ والاعتبار‘ میں ’المدارس‘ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ: ”صحابہ اور تابعین کے دور میں مدارس معروف نہ تھے بلکہ وہ ہجرت نبوی کے 400 سال بعد وجود میں آئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اولین مدرسہ اہل نیشاپور نے بنایا جو مدرسہ بیہقیہ کے نام سے مشہور تھا۔“ لیکن اس کا باقاعدہ سنِ قیام نہیں درج کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ: ”سلجوقی سلطان ملک شاہ کے وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ بنایا اور اس کے دیکھا دیکھی مدارس کا سلسلہ عراق، خراسان، ہند، جزیرۂ عرب اور شام میں چل نکلا۔ البتہ مصر میں چونکہ اس وقت فاطمیوں کی اسماعیلی شیعہ حکومت تھی اس لیے وہاں مدارس نہ بن سکے۔ اس کے باوجود اس زمانے میں جامعہ ازہر سے ملحق ایک مکان علمائے کرام کے لیے وقف کر دیا گیا تھا۔ پھر جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے فاطمی حکومت کا خاتمہ کیا تو وہاں بھی مدارس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔“

اسی طرح امام نعیمی اپنی کتاب ”الدارس فی تاریخ المدارس“، جو خاص مدارس کی تاریخ کے بارے میں اولین اور مشہور ترین کتاب ہے، میں ذکر کرتے ہیں کہ: ”دمشق میں اولین مدرسہ دار القرآن الرشائیہ سن 400ھ میں قائم ہوا۔“ اور یہی اموی خلافت کے دار الحکومت ”دمشق کا قدیم ترین مدرسہ ہے۔“

ڈاکٹر عباس محفوظ اپنے مقالے(دور المدارس القديمة في بناء الجامعات الجديدة) یعنی "جدید جامعات کے قیام میں قدیم مدارس کا کردار" میں قدیم محققین کے اقوال پر نظر ڈالنے کے بعد کہتے ہیں کہ: "لوگ سمجھتے ہیں، مدرسہ نظامیہ جسے وزیر نظام الملک نے سنہ 459ھ میں بغداد میں تعمیر کیا تھا، اسلام کا اولین مدرسہ ہے۔ یہ امام ابن خلکان (681ھ) اور امام ذہبی (748ھ) کی بھی رائے ہے۔ لیکن امام مقریزی (845ھ) اس رائے کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ نظامیہ پہلا مدرسہ تھا جس میں خاص مناصب و وظائف مقرر ہوئے اور طلبہ کے لیے رہائش کا بندوبست کیا گیا۔"

آگے لکھتے ہیں: "یہ تصور غلط ہے۔ بلکہ مدرسہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود لفظ مدرسہ اور اس سے مشتق الفاظ پرانے ہیں۔ اور یہ تمام الفاظ حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔" پھر اپنی اس رائے کی تائید میں لکھتے ہیں: "دوسری صدی ہجری کے اختتام میں ہمیں لفظ مدارس کا واضح مفہوم "دعبل بن علی خزاعی" (246ھ) کی مشہور تائیہ نظم میں نظر آتا ہے جو اس نے تقریباً سن 200ھ میں کہی۔" مزید یہ کہ: "جبکہ درس و تدریس کے بارے میں پہلی کتاب (آداب المعلمین) امام محمد بن سحنون نے تالیف کی جن کی وفات 256ھ میں ہوئی۔" نیز یہ کہ "مقریزی نے اپنی کتاب الخطط میں ذکر کیا ہے کہ خلیفہ معتضد ان اوائل میں سے تھے جنہوں نے تیسری صدی ہجری کے اواخر یعنی (279-289ھ) میں مدارس کے قیام کا سوچا۔ مقریزی کہتے ہیں کہ جب خلیفہ معتضد سے اپنے محل سے متصل ان اراضی کے بارے میں دریافت کیا گیا جن کی خلیفہ نے حد بندی کی تھی، تو انہوں نے کہا: "میرا ارادہ ہے کہ میں یہاں ایسی حویلیاں، گھر اور سرائے تعمیر کروں جن میں ہر فن و حرفت اور ہر قسم کے نظری اور عملی علوم کے ماہرین مقرر کیے جائیں اور ان کے لیے وظیفے بھی مقرر ہوں۔ تاکہ جب کوئی شخص کسی علم یا حرفت کو اپنے لیے منتخب کرے تو وہ اس کے ماہر کو پا کر اس سے سیکھ لے۔" البتہ خود اقرار کرتے ہیں کہ: "لیکن تاریخ میں اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا تذکرہ نہیں ملتا۔"

اگرچہ ڈاکٹر محفوظ نے مذکورہ قدیم اور جدید محققین کے انداز سے ہٹ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اگرچہ مدرسے کی عمارت اور خاص نظام نہ تھا لیکن مدرسہ کا تصور موجود تھا جو شروع میں مساجد اور اس میں منعقد ہونے والی مجالس اور علمی حلقوں کی صورت میں ملتا ہے۔ لیکن باقاعدہ مدارس کے بارے میں وہ پھر سابقہ مؤلفین سے ہی اتفاق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شیخ محمد شربینی بھی خزاعی کے مرثیے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "مدارس کا لفظ خزاعی (246ھ) کے آل بیت کے مرثیے میں ملتا ہے:

مدارس آيات خلت من تلاوة   ومهبط وحي مقفر العرصات".

لیکن آگے کہتے ہیں: "البتہ نظامی مدارس چوتھی صدی ہجری ہی میں متعارف ہونا شروع ہوئے جو مساجد، مکاتب اور دیگر مقامات سے جدا خاص تعلیم کے لیے مختص تھے۔ ایسے مدارس میں معلمین اور اساتذہ کے لیے رہائش گاہیں بھی ہوتی تھیں۔ یہ مدارس سلجوقی سلطان نظام الملک کے زمانے میں وجود میں آئے، جہاں سرکاری سطح پر تعلیم کی سرپرستی کی گئی اور مطلوبہ وسائل فراہم کیے گئے۔"

مدارس کے مضامین

مکاتب اور مساجد میں پڑھائے جانے والے مضامین سے خود بخود معلوم ہوتا ہے کہ مدارس کے مضامین بھی ان سے کچھ ہٹ کر نہیں تھے۔ لیکن مزید تائید کے لیے ہم دسویں صدی ہجری کے دمشق کے تاریخ دان اور محدث امام عبد القادر بن محمد بن عمر نعیمیؒ (927ھ، 1521ء) کی تصنیف "الدارس في تاريخ المدارس" کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگرچہ امام نعیمیؒ نے صرف دمشق میں اپنے زمانے تک قائم ہونے والے تمام مدارس کا نقشہ کھینچا ہے لیکن یہ ذہن میں رہے کہ دمشق خلافت راشدہ کے بعد قائم ہونے والی اموی خلافت کا دار الحکومت رہا ہے۔ پھر عباسی خلافت کے قیام کے بعد اگرچہ دار الخلافت بغداد ٹھہرا لیکن سابقہ دار الخلافت ہونے کے سبب اس کی علمی حیثیت کم از کم امام نعیمی کے دور تک برقرار رہی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کم و بیش دسویں صدی ہجری تک عالم اسلام کا یہی طرز رہا ہو گا۔ فاضل مصنف نے مدارس کی تقسیم، ان میں پڑھائے جانے والے مضامین کے اعتبار سے کی ہے۔ ان کے مطابق ان کے زمانے تک دمشق میں قرآن کریم کی تعلیم کے کل 7 مدارس تھے اور ان میں قدیم ترین مدرسہ "دار القرآن الكريم الرشائية" ہے جو 400ھ میں قائم ہوا۔ اسی طرح حدیث کے 16 مدارس تھے۔ قرآن و حدیث دونوں کے 3 مدارس تھے۔ شافعی فقہ کے 60 مدارس تھے۔ حنفی فقہ کے 50۔ قرآنِ کریم کے مدارس کے بعد قدیم ترین مدرسہ احناف کا مدرسہ صادریہ ہے جو 491ھ میں قائم ہوا۔ مالکی فقہ کے 4۔ حنبلی فقہ کے 11۔ یہ کل 151 مدارس بنتے ہیں۔ دینی مدارس کے مقابلے میں صرف 3 مدارس طب کے تھے جن میں سے قدیم ترین 621ھ میں قائم ہوا۔

ڈاکٹر عمر موسی پاشا لکھتے ہیں کہ سلجوقی، زنگی اور ایوبی ادوار میں بڑے پیمانے پر مدارس تعمیر ہوئے۔ اور کہتے ہیں کہ سلطان نور الدین ہی کے زمانے میں پہلی دفعہ خاص حدیث شریف کے مدارس قائم ہوئے۔ تاریخِ اسلامی میں ان سے پہلے خاص حدیث کے مدارس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ حدیث کے اولین دو مدرسے انہی کے نام سے منسوب ہیں۔ مدرسہ نوریہ کبریٰ اور مدرسہ نوریہ صغریٰ۔ مدرسہ نوریہ کبریٰ کے شیخ الحدیث اس زمانے کے محدثین کے امام حافظ ابن عساکر تھے۔ مزید بیان کرتے ہیں کہ انہی کے زمانے میں شام کے شہر حماہ میں جامع مسجد کے ساتھ نوری بیمارستان تعمیر ہوا۔ اور اسی زمانہ میں پہلی دفعہ طبی مدارس وجود میں آئے۔ دمشق میں مدارس کے عروج کی طرح عالم اسلام میں سب سے پہلے طبی مدرسہ بھی شام میں وجود میں آیا۔ مصنف کہتے ہیں کہ ان طبی مدارس کا قیام اطبا اور حکما کا ہی مرہونِ منت تھا، جنہوں نے خود اپنی قیام گاہوں کو اس کام کے لیے وقف کیا۔

یہاں قاری خود اندازہ کر سکتا ہے کہ مدارس کی غالبیت میں پڑھائے جانے والے مضامین کا تعلق علومِ شریعت سے تھا۔ 151 دینی مدارس کے مقابلے میں 3 طبی مدارس کی کیا حیثیت۔ اور چوتھی صدی ہجری کے اولین دینی مدرسے کے قیام کی بھی تین صدیوں کے بعد یعنی ساتویں صدی ہجری میں پہلا طب کا مدرسہ قائم ہونے کا کیا مطلب؟ صرف یہی نہیں بلکہ طب کا اولین مدرسہ سرکاری اور معاشرے کی سرپرستی سے وجود میں نہیں آیا بلکہ خود اس کے بانی طبیب نے اپنا گھر اس کے لیے وقف کیا۔ اور اس طبیب کے شاگرد بھی پانچ سے زیادہ نہ تھے۔ پھر تمام دیگر دنیاوی علوم چھوڑ کر صرف طب کے مدرسے وجود میں آئے۔ اس سے خود بخود واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں علم اور تعلیم کا کیا تصور تھا اور مدارس جیسے تعلیمی اداروں میں کون سے علوم پڑھائے جاتے تھے۔

شیخ محمد شربینی لکھتے ہیں: ''نظامی مدرسوں میں بنیادی طور پر شرعی اور عربی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور صرف چند ایک میں دیگر علومِ کونیہ بھی شامل ہوتے تھے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے موجودہ مدارس اور جامعات کا نظام بھی ایسا ہی ہو۔ جہاں عقیدہ اور قرآن ہی تمام علوم کی بنیاد ہو۔ خاص کر جب مسلمانوں کو خوب معلوم ہو گیا ہے کہ تربیت اور تعلیم کا جو نظام انہوں نے مغرب سے لیا ہے اس کے انتہائی خطرناک نتائج نکلے ہیں۔ جدید اسکول کا نصاب تو عیسائی مشنریوں نے تشکیل دیا ہے اور استعمار کے بعد اسے وطن پرست نظام نے جاری رکھا۔''

آزاد اور سرکاری تعلیم میں فرق

شیخ محمد شربینی لکھتے ہیں: ''مدارس کا باقاعدہ تصور سلجوقی سلطان نظام الملک کے زمانے میں وجود میں آیا، جہاں سرکاری سطح پر تعلیم کی سرپرستی کی گئی اور مطلوبہ وسائل فراہم کیے گئے۔ نظام الملک کی اس کاوش کے باوجود اس زمانے کے بے شمار علمائے کرام ان مدارس کے مقابلے میں تعلیم کے اس آزاد نظام کو ترجیح دیتے تھے جو مساجد، مکاتب اور گھروں میں قائم تھا۔ اور ان کی دلیل یہ تھی کہ پرانے طریقے پر درس و تدریس میں مصروف لوگ عالی ظرف اور پاکباز لوگ تھے۔ جو علم کے مقام اور مرتبے کی خاطر علم حاصل کرتے اور دیتے تھے۔ وہ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے تھے۔ ان کا یہ عمل اختیاری ہوتا تھا۔ کسی نے انہیں اس پر مجبور نہ کیا تھا۔ نہ انہیں مال کا لالچ ہوتا اور نہ کسی منصب کا حصول ان کے پیش نظر ہوتا۔ جبکہ نظام الملک کے طریقے کے حامی علمائے کرام کہتے ہیں کہ تعلیم کا حال اتنا خستہ ہو گیا تھا کہ علم اور اہل علم کی سرپرستی کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔''

ڈاکٹر منیر سعد الدین لکھتے ہیں: ''علم ہمیشہ افراد اور معاشرے کے ذمے رہا ہے۔ خلفائے راشدین کے زمانے تک خلافت [یعنی کہ حکومت] تعلیم دینے کی ذمہ دار نہ تھی۔ معاشرہ ہی معلمین کے اخراجات کا ذمہ دار تھا۔ چاہے وہ چھوٹے استاذ ہوں جو چھوٹی عمر کے بچوں کو قرآن کریم اور لکھائی پڑھائی سکھاتے ہوں۔ یا وہ بڑے اساتذہ ہوں جو مساجد میں طلبہ کو قرآن، حدیث، فقہ، لغت اور ادب کے علوم سکھاتے ہوں۔

ہم نے، پانچویں صدی ہجری کے نصف میں مدارس کے قیام سے پہلے تک، یہ کبھی نہیں سنا تھا کہ خلافت نے کسی استاذ یا عالم کا وظیفہ مقرر کیا ہو۔ تعلیم کے اس طریقے ہی کی وجہ سے علمائے کرام ہر لحاظ سے اہل ترین رہے۔ اور آزاد رہے۔ جب کہ سرکاری سرپرستی کے بعد روز بروز ان کی آزمائش میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہ امر مسلم ہے کہ اگر امت علم کو حکمرانوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیتی تو اسلامی ممالک میں علم کا وہ اعلیٰ مقام نہ رہتا۔ اگر حکومت کے ذمے تعلیم کی ذمے داری سونپ دی جاتی تو وہ لوگوں پر علم کے دعویداروں کو مسلط کر دیتی۔ اس طرح علم میں فساد واقع ہوتا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ بلکہ اسلامی معاشرہ ہی قضا تک پر نگرانی کرتا تھا اور وہی علم اور علمائے کرام کا خیال رکھتا تھا۔ اور اس تگ و دو میں رہتا کہ علم اور تعلیم کے سلسلے کا وہی اعلیٰ مقام و مرتبہ برقرار رہے جس میں سنجیدگی، تعاون، اور اخلاص ہو۔ جس چیز نے اسلامی معاشرہ کو قضا اور تعلیم کے سلسلے کی حفاظت میں مدد دی وہ مساجد تھیں، جنہیں معاشرے نے قاضیوں اور علمائے کرام کے سپرد کیا تھا۔[4]

''الدرر السنيه فى الاجوبة النجديه'' میں شیخ عبداللہ بن محمد بن حمید امام عاصمیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ''جب بغداد میں پہلا نظامی مدرسہ کھلا تو اس کے لیے نظام الملک نے علمائے کرام کو طلب کیا، علمائے کرام اور طلبہ کے لیے وظیفے مقرر کیے اور اس طرح بے شمار لوگ ان مدارس میں داخل ہونے لگے۔ جب بخاریٰ کے علمائے کرام کو اس کا علم ہوا تو وہ اسلامی علوم کے غم میں بہت روئے۔ ان سے کہا گیا کہ: ''یہ رونا اور غم کھانا کیسا؟ یہ مدرسہ تو تفسیر، حدیث، فقہ جیسے علوم دینیہ کے لیے ہی بنا ہے۔'' تو علمائے کرام نے کہا: ''علم اپنی ذات میں عالی مقام ہے۔ اسے صرف اعلیٰ درجے کے پاکباز لوگ ہی اٹھا سکتے ہیں۔ انہیں علم کے مرتبے کے سبب ہی قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے۔ اب جب علم کے طلبہ کے لیے وظیفے جاری ہو جائیں گے تو اس میں وہ بھی داخل ہو جائیں گے جن میں کوئی خیر نہیں۔ ایسے گرے ہوئے رذیل افراد جن کے علم حاصل کرنے کا مقصد دنیاوی منصب، وظیفے اور مال و دولت ہو گا۔ اس طرح علم کا مقام، علم حاصل کرنے والوں کے گرنے اور ختم ہونے کے سبب گر جائے گا۔ اور یہ معزز علم بے قیمت رہ جائے گا۔''

آخری مدارس

ڈاکٹر حسین محفوظ اپنے مقالے میں بے شمار مدارس اور ان کی تاریخِ قیام ذکر کرنے کے بعد اسلام کے آخری مدارس کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''اس سلسلے کے آخری مدارس ہند میں پائے جاتے ہیں۔'' جن میں وہ دار العلوم ندوۃ العلما کو بھی شامل کرتے ہیں جو 1311ھ میں

[4] بحواله: المساجد از حسين مؤنس

قائم ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مقابلے میں عالمِ عرب میں آزاد طریقے پر تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگرچہ اب برصغیر میں بھی مدارس کو سرکاری، جمہوری اور لادینی نظام کے تابع بنانے کے لیے سر توڑ کوششیں جاری ہیں۔ اور مقالہ شائع ہونے کی تاریخ تک اچھے خاصے بڑے ادارے خالص دینی کے بجائے وطن پرست، جدت پسند اور دنیادار ادارے نظر آتے ہیں۔

باب ۶: نتائج اور سوالات

محترم قارئین! مسلمانوں کے یہاں مروجہ روایتی تعلیمی اداروں کی تاریخ ذکر کرنے کے بعد اب ہم آتے ہیں اس اصل مقصد کے بیان کی طرف، جس کی خاطر ہم نے یہ تاریخ آپ کے سامنے پیش کی۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کے یہاں آغازِ اسلام سے لے کر سقوطِ خلافت تک علم اور تعلیم سے مراد "علوم شرعیہ" تھے۔ کیوں کہ یہی وہ علوم ہیں جن پر قرآنِ کریم کی کثیر آیات دلالت کرتی ہیں۔ یہی وہ علوم ہیں جن کی تعلیم کی ذمے داری ہر مسلم گھرانے پر عائد ہوتی ہے۔ یہی وہ علوم ہیں جن کی تدریس کے لیے مسلمانوں نے بچوں کی سطح پر مکاتب کا وہ طریقہ رائج کیا جس کے خدو خال اوپر بیان ہوئے۔ اور جس کے اعلی درجوں کے حصول کے لیے طلبہ نے مساجد کے علمی حلقوں اور بعد میں مدارس کا رخ کیا۔ اگرچہ اس بات کی تفہیم کے لیے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے مستنبط شدہ علمائے کرام کے اقوال کا ذکر کرنا کافی تھا کہ قرآن و حدیث میں علم کا لفظ مطلقاً آئے تو اس سے مراد علومِ شریعت ہی ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کی مشہور حدیث: "طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة" میں علم سے مراد شرعی علم ہی ہے جو مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے۔ لیکن بعض جدید اذہان کا اپنی تاریخ سے کٹ جانے اور مغرب کی طرف سے اٹھائے جانے والے شبہات اور پھیلائے جانے والے نظریات کے سبب، اور علمائے کرام کے اقوال کی تائید کے لیے ہمیں تاریخ سے بھی شواہد اکٹھے کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ قارئین خود غور کریں کہ ہم تنہا نہیں جو یہ بات کہہ رہے ہیں۔ قدیم علمائے کرام کے علاوہ شیخ محمد شربینی، ڈاکٹر عباس مجوب اور دیگر معاصر علمائے کرام اور مفکرین بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے یہاں علم کا محور اور مرکز علوم دینیہ ہی تھے۔

آپ خود کو پہلی تین صدیوں میں نہیں بلکہ امام نعیمی کی طرح دسویں صدی ہجری میں لے جائیں اور تصور کریں کہ کوئی باپ اپنے بیٹے سے یوں کہے: "بیٹا میں چاہتا ہوں کہ تم علم حاصل کرو" تو اس والد کی کیا مراد ہوگی؟ یا کوئی بیٹا اپنی ماں سے کہے: "امی مجھے تو علم حاصل کرنا ہے" تو اس بچے کے ذہن میں کونسے علوم گھومتے ہوں گے؟

اسی طرح آپ فرض کریں کہ اُس زمانے میں کوئی والد اپنے بیٹے کو کسی حکیم یا معمار کے پاس لے جائے اور اس سے کہے: "حضرت میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے بیٹے کو آپ کے پاس چھوڑوں تا کہ آپ اسے عالم بنائیں" تو ان کا کیا جواب ہونا تھا؟ اور اس کے برعکس اگر کوئی والد اپنے بیٹے کو کسی عالم کے پاس لے جا کر کہتا: "حضرت میں چاہتا ہوں کہ میرا بیٹا آپ کے ہاتھوں عظیم طبیب، یا عظیم معمار بنے، آخر یہ بھی تو علوم ہی ہیں!" تو وہ عالم ایسے والد کی عقل پر کیسے ماتم کرتا۔

اگر تو اس کاوش کے بعد آپ ہماری طرح یہ تسلیم کرلیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے یہاں دور غلامی سے قبل ہر دور میں علم سے مراد "علمِ شریعت" ہی رہا ہے تو پھر تو میں اذہان میں اٹھنے والے چند اعتراضات کے جوابات دینے کی آئندہ زحمت کروں گا۔ اور اگر پھر بھی کوئی بضد ہے کہ علم کے بارے میں ہمارا تصور غلط ہے تو اس کو مزید سمجھانے سے ہم قاصر ہیں!

ایک اہم نکتہ: دینی علوم، نظامِ حکومت چلانے کے لیے کفیل ہی نہیں ناگزیر ہیں!

یہاں ہم ایک اہم نکتے کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کی طرف بہت سے افراد کا ذہن نہیں جاتا اور نہ ہی اس کے بارے میں کوئی سوال اٹھاتا ہے۔ حالانکہ پہلا سوال تو ان حضرات کے ذہن میں یہ اٹھنا چاہیے تھا کہ تجارت، طبابت، زراعت اور دیگر حرفتوں اور صنعتوں جیسی ضروریات زندگی سے پہلے بتائیے کہ امارت و خلافت کیسے قائم ہوگی؟ مسلمان بحیثیت مسلمان کیسے باقی رہے گا؟ ان کی ارتقا کے لیے کون سے علم اور کیسے تعلیمی اداروں کی ضرورت ہے۔ تو عرض ہے کہ کسی بھی حکومت کے قیام کے لیے جدید سیاسیات میں مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ہم یہاں جدید سیاسیات کے الفاظ کی نہ تائید کر رہے ہیں اور نہ ہی ان کے نظریات کی۔ بتانا صرف یہ ہے کہ اسلام میں حکمرانی کے ان اداروں اور مناصب کا اور ان پر فائز عہدیداروں کا دار و مدار علوم شریعت کے ہی مرہونِ منت ہے۔

اگر مقننہ کو لیا جائے، جس سے مراد قانون سازی کرنے والے ادارے ہوتے ہیں۔ تو اسلام میں یہ طے ہے کہ قانون سازی تو فقط اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس قانون یعنی شریعت کے خدو خال اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب واضح کر دیے۔ اب اگر شریعت کا کوئی پہلو انسانوں پر مخفی ہوتا ہے تو اس کے لیے علمائے کرام موجود ہیں، جن کے رات دن شریعت کی تعلیم اور تشریح میں گزرتے ہیں۔

انتظامیہ سے مراد نظام کو چلانے والے ادارے۔ تو اسلام میں یہ طے ہے کہ امیر المؤمنین سمیت تمام کلیدی اہمیت کے امرا کے لیے عالم ہونا شرط ہے۔ اگر کہیں ایسا ممکن نہیں تو امیر کے لیے ہر مبہم و مشتبہ معاملے میں عالم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

اور عدلیہ سے مراد انسانوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں میں فیصلہ کرنا، تو اس کے لیے اسلام میں قاضی مقرر کیے جاتے ہیں جو عالم دین ہی ہوتے ہیں۔ گویا شریعت کی تشریح کرنا بھی علمائے کرام کا کام، امارت اور سیاست بھی علمائے کرام کا کام، اور قضا بھی علمائے کرام کا کام۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم ایسے مناصب پر فائز حضرات کو اپنے منصب کی ذمے داریاں نبھانے کے لیے علومِ دین کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہے۔ چاہے وہ خود مدارس میں جا کر تعلیم حاصل کرلیں یا جید علمائے کرام کو اپنی شوریٰ میں داخل کرلیں۔ اس سے آگے بڑھ کر خارجی اور داخلی محاذ پر مسلمانوں کے تحفظ کے لیے دو مزید ادارے ہوتے ہیں۔ خارجی کے لیے امیر

الحرب اور داخلی کے لیے امیر حسبہ۔ اور ان دونوں حضرات کے لیے بھی علمِ دین شرط ہے۔ در حقیقت اسلام آیا ہی تدبیر انسانیت کے لیے ہے۔ اسی لیے اسلام میں انسانوں کے اجتماعی نظام کے ہر پہلو کے لیے بنیادی احکام موجود ہیں۔

اب ہم سوال یہ کرتے ہیں کہ جب پورے نظامِ حکومت کے قیام اور اسے احسن طریقے سے چلانے کے لیے علومِ دینیہ ہی ناگزیر اور کفیل ہیں! تو پھر مسلمان خود سوچ لیں کہ علومِ دینیہ کے اداروں کو ہی فوقیت کیوں نہ حاصل ہو۔ پس مسلمانوں کو "العلم" یعنی علومِ دینیہ کا انتظام اور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ان کی پوری کی پوری زندگی سنور جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا روایتی طریقۂ تعلیم ہی امورِ سلطنت جیسی اہم ذمے داریوں کو انجام دینے کے لیے کافی رہا ہے۔ رہے تجارت، زراعت، طبابت اور تعمیرات وغیرہ جیسے شعبے تو ان کی اہمیت ثانوی ہے۔ جب سلطنت کا نظام درست ہو جائے تو پھر باقی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اور جہاں مسلمانوں کو ان ثانوی امور میں کہیں وقت پیش آ رہی ہو یا کوئی خلل یا کمی کوتاہی نظر آئے تو وہاں محتسب، قاضی یا خلیفہ کی ذمے داری بنتی ہے کہ وہ درستی کے لیے خصوصی احکامات جاری کریں۔ مثلاً اگر کہیں بیماری پھیل رہی ہے اور اطبا کی کمی ہے تو حکمران کو اس کا بندوبست کرنا ہوگا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تعلیم کے پورے نظام کو ہی ان جزوی اور دنیوی ضروریات کے لیے مخصوص کر دیا جائے یا علم کا تصور ہی بگاڑ دیا جائے۔ اسلام کب ان حرفتوں اور صنعتوں میں رکاوٹ بنا ہے!

سوال: اسلام میں علومِ دینیہ کو ہی علوم کا درجہ کیوں دیا گیا ہے؟

اس سوال کا ایک جواب تو سابقہ نکتے میں گزر چکا ہے۔ کہ جب علومِ دینیہ ہی ہمارے لیے علومِ خلافت یعنی علومِ حکمرانی اور سیاست ہیں بلکہ یہ وہ علوم ہیں جن سے دنیا تو کیا آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ تو بھلا ان کو یہ مقام و مرتبہ کیوں نہ دیا جائے۔ مغرب کے یہاں فلسفہ، سیاست، معاشرت اور ان جیسے علوم کے لیے علومِ عمرانی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یورپ کی یونیورسٹیوں میں آج تک ایسے علوم کے لیے داخلہ سب سے مشکل سمجھا جاتا ہے۔ ان علوم کے لیے صرف قابل ترین اور ذہین طلبہ کو ہی منتخب کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ علوم ان کے لیے ایک لحاظ سے مسلمانوں کے دینی علوم کا کام دیتے ہیں۔ جب کہ مغرب اپنے عوام الناس اور ان کی نظر میں ہم جیسے تیسری دنیا کے باشندوں کے لیے جس تعلیم کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے وہ محض حرفت اور مہارت سے متعلق ہے۔ مقصد ان کا یہ ہے کہ ہم سوچیں سمجھے نہیں بس مشینوں کی طرح آلہ کار بنتے جائیں اور ان کی خدمت کرتے جائیں۔

اس سوال کے جواب کے لیے ایک اور تناظر میں الٰہی و نبوی فرامین پر غور کریں۔ میں یہ سوال رکھتا ہوں کہ آیا قرآن و سنت میں مال و اسباب جمع کرنے پر زور دیا گیا ہے یا خرچ کرنے پر؟ اور آیا قرآن و سنت میں والدین کو بچوں کی نگہداشت کرنے کی تلقین زیادہ ملتی ہے یا بچوں کو والدین کے حقوق ادا کرنے کی تلقین؟ ظاہر ہے کہ الٰہی تعلیمات نے ان امور پر توجہ دینی تھی جو انسانی فطرت میں اگرچہ ودیعت کر دیے گئے ہیں لیکن انسان اپنی خواہشات کی بنا پر ان سے اکثر غافل رہتا ہے۔

بعینہ یہ اس سوال کا جواب بھی ہے کہ آیا قرآن و سنت میں دنیاوی ترقی اور جسمانی نشو و نما کی تلقین زیادہ ملے گی یا کہ آخرت کی بھلائی اور روحانی پاکیزگی کی تلقین۔ اول الذکر تو انسان بر بنائے فطرت اور خواہش از خود حاصل کرتا آیا ہے۔ جب انسان کو مرض لاحق ہوتا ہے تو وہ از خود اس کے علاج کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ اور اس کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے معاشرہ میں از خود اطبا اور حکما پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ اپنے سفر جلد از جلد طے کرے تو از خود اس کے لیے اس نے گاڑی اور ریل جیسی جدید ایجادات کیں۔ اسی لیے ان دنیاوی ضروریات کی تحصیل کے لیے علم کے بجائے حرفت، صنعت اور پیشے کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں مؤخر الذکر یعنی اپنی روح کی اصلاح سے انسان اکثر غفلت برتتا ہے۔ اور یاد رہے کہ انسان کی روح کی اصلاح کا ثمرہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لیے اس پہلو کی اہمیت اور عظمت کو انسان کے ذہن میں اجاگر رکھنے کے لیے اس کے لیے خاص "العلم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور اسی لیے اسلامی احکام میں اس علم کے حصول پر خاص تاکید ملتی ہے۔ اور اسی لیے مسلمانوں نے مکاتب، مساجد اور مدارس کی صورت میں اس کی حفاظت کا اعلیٰ انتظام کیا۔

سوال: اسلام اور مغرب میں تصورِ علم کا اختلاف کیوں ہوا؟

کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اسلام اور مغرب میں اتنا اختلاف کیوں واقع ہوا۔ تو عرض ہے کہ آغاز اسلام میں آج کل جنہیں تعلیمی ادارے کہا جاتا ہے یعنی اسکول اور کالج، نہ اتنی بڑی تعداد میں اور نہ اس انداز میں موجود تھے۔ لیکن بہترین علم اور تعلیم جاری تھی جس کا مصدر خود ان کا خبیر و علیم رب تھا۔ اور جس کا مقصد دنیا سے پہلے آخرت کی ایسی بھلائی تھی جس سے آخرت سے پہلے خود دنیا سنور جائے۔ جس کا محور جسم سے قبل روح تھا۔ یہ سلسلہ چودہ صدیوں تک جاری رہا جب تک کہ یورپ کی استعماری طاقتوں نے اپنے مقامی آلہ کاروں کی مدد سے خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ نہ کر دیا۔

جبکہ اس کے مقابلے میں یورپ میں انقلابِ فرانس نے اپنی مخصوص تاریخ اور حالات کے نتیجے میں دینِ کلیسا کیا، تمام ادیان کو اگر یکسر مٹایا نہیں تو انسانی زندگی کے بنیادی دھارے سے نکال کر زندگی کے ایک حاشیے میں ڈال دیا۔ اور پیچھے خالی رہ جانے والے قرطاس پر ایک نئے خدا کی مدح شروع کر دی اور اس خدا کی عبادت کے طریقے بھی وضع کر دیے۔ وہ خدا خود انسان تھا۔ اب تمام انسانوں کا یہ مقصد ٹھہرا کہ اس انسانی دیوتا کو رام کیا جائے۔ اس کی تکالیف کم کی جائیں۔ اور زندگی میں اس کی خواہشات کی تکمیل کی جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس انسانی دیوتا کے تمام انسانی غلاموں کا کام یہ ٹھہرا کہ وہ انسان کی اس دنیا میں ان تمام امور پر توجہ دیں جن سے انسانی دیوتا کی خواہشات کی تکمیل ہو اور اسے اس دنیا میں آرام ملے۔ اس لیے

تمام تصورات سمیت تعلیم کا بھی مقصد بدل گیا۔ اور تمام تر توجہ دنیا کی مادی زندگی اور انسان کے جسمانی وجود سے متعلق امور کی تعلیم پر مبذول ہوگئی۔ اب طبابت، تجارت، زراعت، تعمیرات اور دیگر امور کو ہی تعلیم کہا جانے لگا۔ اور مختلف پیشوں کی درجہ بندی بھی اسی تناظر میں ہونے لگی۔ جبکہ اصل علم کو اگر کہیں جگہ ملی تو بس ایک اضافی مضمون کی حیثیت میں۔ ہاں خود انہیں اپنے من گھڑت نظریہ کے تحفظ کے لیے چند ایسے تیز شیطانی اذہان کی ضرورت تھی سو اس مقصد کے لیے انہوں نے فلسفہ اور علوم عمرانیہ کے مضامین تشکیل دیے۔

خلافت کے سقوط کے بعد سے مغرب نے تمام اسلامی ممالک میں اپنا نظام بزورِ قوت نافذ کیا۔ مغرب میں ابھرنے والا یہ جدید نظام، انقلابِ فرانس کے بعد یورپ میں راسخ ہونے والے ان نظریات پر قائم تھا جو اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی ہیں اور جن کا اسلامی تاریخ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اسلام نے کلیسا کی طرح کبھی بھی انسان کی فطری ضرورتوں اور عقلی تجربات پر غیر ضروری بندشیں نہیں لگائیں۔ لیکن یورپ دنیا کے تمام مصائب کو اپنی تاریخ کے آئینے سے دیکھنے پر مصر رہا اور وہی علاج تجویز کیا۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ شیطان نے یہی سجھایا۔ اس کے نتیجے میں ہمارے یہاں انہی بنیادوں پر مغربی اسکول قائم کر دیے گئے۔ استعماری دور کے پہلے مرحلے _یعنی براہِ راست تسلط_ کے دوران مغربی آقاؤں نے اس نظام کو رائج کیا اور استعماری دور کے دوسرے مرحلے _یعنی ظاہری آزادی کے بعد_ مسلم ممالک میں جمہوری قوم پرست ریاستوں کے قیام_ کے دوران مغرب زدہ حکمرانوں نے یہ یقین کر لیا کہ تعلیم کا یہی نظام ان کی ترقی کا ضامن ہے۔ لہٰذا اپنے آقاؤں کے نظام کو معمولی سی تبدیلی کے بعد جوں کا توں نافذ رکھا۔ اور اب حد یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایسے قوانین متعارف کروائے جا رہے ہیں جن میں ایسے والدین پر جرمانہ عائد کیا جائے گا جو اپنے بچوں کو اسکولوں میں نہیں بھیجیں گے۔ جیسا کہ بلوچستان میں شروع ہو چکا ہے۔ دوسری جانب بعض اسلام پسند مسلمانوں نے دین و دنیا کے امتزاج کا نظریہ اپنایا اور مغرب کے اصل نظریے کو چھیڑے بغیر بعض ظاہری رد و بدل کے ساتھ اس مغربی نظام کو اسلامیانے کی کوشش کی۔ اور اس سب کے مقابلے میں علمائے کرام نے خصوصاً برصغیر کے علمائے کرام نے مسلمانوں کے یہاں صدیوں سے قائم طریقۂ تعلیم کی حفاظت کی اور اب تک اس کی حفاظت کرتے آ رہے ہیں۔ اللہ انہیں توفیق دے اور ان کے سائے سے ہمیں محروم نہ کرے۔

سوال: اگر علوم سے مراد صرف علوم دینیہ ہیں تو مسلمانوں کے یہاں دیگر علوم کے ماہرین کیسے پیدا ہوئے؟

اگلا سوال یہ ہوتا ہے کہ جس انداز میں سابقہ زمانوں میں حرفت وصنعت کی تعلیم دی جاتی تھی اب تو وہ ناپید ہو چکا ہے۔ اب تو موچی بھی اپنے بچے کو موچی کے حرفت سکھانے کے بجائے اسکول بھیجتا ہے، تو ان حالات میں مسلم معاشرے کی اجتماعی ضروریات کیسے پوری کی جائیں؟ پھر اس سے بڑھ کر مغربی دنیا سے دنیاوی ترقی میں کیسے سبقت حاصل کی جائے؟

اس اشکال کے جواب میں ہم تاریخ کے اوراق پلٹے بغیر صرف یہ کہیں گے کہ مغربی نظامِ تعلیم رائج ہونے سے پہلے تک بلکہ آغازِ انسانیت کے مختلف ادوار میں پیشوں اور ہنر سیکھنے سکھانے کا عمل جیسے جاری تھا، بس وہی کاروبارِ زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے کافی تھا۔ اور جیسے سابقہ ادوار میں کافی تھا اسی طرح دوبارہ بھی کافی ہو سکتا ہے۔ اور اگر اب اس میں قدرے تیزی آ گئی ہے تو ہم دین پر سمجھوتہ کیے بغیر جتنی تیزی لا سکتے ہیں ضرور لائیں گے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ لیکن مقصد زندگی محض دنیا میں آرام اور آسائش نہ ہو گا۔ مقصد اس دنیا کو آخرت کی کھیتی بنانا ہو گا۔

پرانے زمانے سے آج تک عموماً اولاد اپنے آباء واجداد کے پیشے سیکھتی اور اپناتی تھی۔ جہاں یہ ممکن نہ تھا وہاں معاشرے کی ضرورت اور والدین کی استطاعت کے مطابق بچوں کو کسی پیشے کے ماہر فرد کے سپرد کیا جاتا تھا۔ اور اس سادہ اور فطری انداز سے ہی زندگی کی تمام ضروریات بہترین انداز میں پوری ہو رہی تھیں۔ زندگی کے تمام شعبے اور ان شعبوں سے منسلک افراد اپنے اپنے کام صحیح طریقے سے انجام دے رہے تھے۔ اور آج بھی ہر ملک کے بڑے سے بڑے شہر اور چھوٹی سے چھوٹی بستی میں آپ کو نظر آئے گا کہ زندگی کے تمام شعبے کام کر رہے ہیں، چاہے ان کی سطحیں اور شکلیں کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہوں۔ اور چاہے ان میں بعض قابلِ اصلاح امور کیوں نہ پائے جاتے ہوں۔ یہ انسانی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا۔ انسان خود سوچتا ہے کہ میں نے کھانا کہاں سے ہے؟ کمانا کہاں سے ہے؟ رہنا کہاں ہے؟ بیمار ہو جاؤں تو کیا کرنا ہے؟ انسانی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے تجارت، زراعت، طبابت، تعمیرات، اسلحہ سازی اور دیگر تمام بڑے چھوٹے پیشوں کا وجود، اسلام ہی کیا مختلف ادوار میں ہمیشہ سے رہا ہے۔ حالانکہ ان پیشوں کی تعلیم کا اسکول وکالج جیسا کوئی مربوط اور مشکل نظام نہ تھا۔ اور اگر کہیں ان پیشوں کے سکھانے کے لیے شاذ ونادر ہی مخصوص اور صحیح ادارے وجود میں آئے تو ان پر تعلیمی ادارے کا لقب نہیں پڑا اور نہ سکھانے کے اس عمل پر تعلیم اور علم کے الفاظ کا اطلاق ہوا۔ لفظ علمائے کرام کے اطلاق سے علوم دینیہ کے علمائے کرام کا ہی تصور ابھرتا ہے۔ جبکہ دیگر پیشوں کے لیے اطباء، تجار، مزارع، معمار اور دیگر الفاظ ہی استعمال ہوتے رہے۔ اور آپ یہ غور کریں کہ اس کے باوجود مسلمانوں میں بہترین طبیب، معمار، تاجر اور ہر پیشے کے افراد گزرے ہیں جس پر تاریخ گواہ ہے۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ تعلیم سے مراد علمِ دین کی تعلیم ہے، تو تعلیم سے منسلک افراد اور شعبوں کا کام تو واضح ہے۔ اب وہ یکسوئی کے ساتھ اس پر توجہ دیں۔ آئندہ کے لیے جب بھی تعلیم کی بات کی جائے گی تو اسی تناظر میں کہ علومِ دینیہ کا حصول کیسے کیا جائے۔ کیسے مسلمانوں کو زندگی گزارنے کے ان اصولوں سے متعارف کیا جائے، جنہیں ان کے رب نے ان کے لیے منتخب کیا۔ اب اگر کسی جماعت یا امارت میں تعلیم کا ذمہ دار ہو گا تو اس کا کام ان علوم کی حفاظت اور ترویج ہی ہو گا۔

دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ معاشرہ کے تمام افراد علمائے کرام نہیں بن سکتے۔ اس لیے ہماری تاریخ میں جب مسلمان طالب علم روایتی تعلیمی ادارے میں ضرورت کے مطابق دنیا اور آخرت سنوارنے کے لیے علومِ نبویہ سے فیض یاب ہو جانے کے بعد اپنے رجحانات اور حالات کے مطابق کسی بھی پیشے سے منسلک ہو جاتا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اور علمائے کرام دین کے اکابرین میں سے بے شمار ایسے افراد تھے جنہوں نے بغرضِ روزگار، مختلف پیشے اپنائے۔ اور آج تک ہم دیکھ رہے ہیں کہ سابقہ طریقے کے مطابق اب بھی بے شمار افراد اپنے آباو اجداد کے پیشے اپناتے ہیں یا از خود کسی پیشے کو پسند کرنے کے سبب اس کے استاذ کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں۔ لیکن مغرب نے ڈاکہ ڈال کر ہر نظام اور کاروبارِ زندگی کو کارخانے میں تبدیل کر دیا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس مشینی اور کھوکھلے طریقے سے نجات حاصل کی جائے۔ اب مسلم اطبا مل بیٹھ کر سوچیں کہ وہ طب کے میدان میں قدم رکھنے والے شاگردوں کے لیے کیسا نصاب تشکیل دیں۔ اگر اطبا اتنے اہل نہیں تو اسلامی امارت و خلافت اس مقصد کے حصول کے لیے مناسب بندوبست کرے۔ اسی طرح فنِ معمار سے وابستہ حضرات۔ اسی طرح مزارعین اور تجار۔ غرض ہر پیشے والے ایسا کریں۔ مغرب سے سبقت حاصل کرنے کے لیے اب دنیا میں جاری اس کھیل کو ان کے مغرب کے اصولوں کے مطابق نہ چلنے دیں۔ مغرب کی سبقت اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ انہوں نے مادی ترقی کر لی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کمزور ذہنوں کو یہ باور کروا دیا ہے کہ اصل ترقی مادی ہے۔ اور اس کے حصول کا راستہ وہ ہے جو اہلِ مغرب بتا رہے ہیں۔ اب فیصلہ ہمیں کرنا ہے۔ آیا ہم مغرب کو اسی کے اصول کے مطابق اسی کے میدان میں شکست دینا چاہتے ہیں، یا ہم اسے اپنے میدان میں گھسیٹ کر ہرانا چاہتے ہیں؟

سوال: پیشہ وارانہ تربیت کے لیے عملی خاکے کیسے مرتب ہوں؟

لہٰذا امت کو چاہیے کہ گھر، مکتب، مسجد اور مدرسہ کے طریقۂ تعلیم کو چھیڑے بغیر ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے مستقل پیشہ ورانہ شعبے قائم کرے۔ اور ہر شعبے کے مسلمان ماہرین مطلوبہ علوم کے نصاب کی تشکیلِ نو کریں۔ یہ نظریہ کہ ڈاکٹر بننے کے لیے بچہ کو تین چار سال کی عمر سے ہی کسی ایسے اسکول میں داخل کروانا ضروری ہے جہاں اے فار ایپل اور بی فار بال پڑھوایا جاتا ہو اور یہ سلسلہ بارہ سال متواتر چلے، یہ نہایت سطحی سوچ کا نتیجہ ہے۔ اقوامِ عالم اور تاریخِ انسانیت میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جہاں ان قیود کے بغیر بھی ماہر اطبا بنے ہیں۔

اگر ہم انگریزی زبان کی قید کی بات کریں تو کہتے ہیں کہ عالمِ عرب کے بے شمار ممالک میں ماضی قریب تک انگریزی زبان کی تعلیم ابتدائی کے بجائے متوسطہ یا ثانوی درجوں کی جماعتوں سے شروع کروائی جاتی رہی۔ دورِ جدید میں عراق اور شام نے اپنے عرب قوم پرستانہ افکار کے پیشِ نظر ہی سہی، طب کا نصاب عربی ہی میں رکھا ہے۔ یہ تو چھوڑیے! افغانستان کے میڈیکل کالجوں میں جدید طب کی تعلیم پشتو اور انگریزی دونوں زبانوں میں دی جاتی رہی ہے۔

اور اگر ہم بارہ سال کی تعلیم میں سالِ اول سے حیاتیات اور طبیعیات جیسے طبعی علوم کی تعلیم دینے کی قید کی بات کریں تو یہ بھی کوئی مسلم بات نہیں کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اور اگر ابتدائی تعلیم مسلمانوں کے طریقے کے مطابق مکتب میں علومِ دینیہ کی دی جائے اور اس کی تحصیل کے بعد کوئی طالب طبیب بننا چاہے تو اس کے لیے آج کل کے پرائمری اسکولوں میں پڑھائے جانے والے طبعی علوم سمجھنا مشکل ہوں گے۔ یہ بھی کوئی مسلم بات نہیں۔

بلکہ ماہرینِ تعلیم تو اب اس نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں کہ معلومات کا یہ بوجھ بچوں پر بلا وجہ ڈالنے سے الٹا نقصان ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن پیشہ وارانہ کالجوں کے نصاب میں بھی معلومات کی بہتات کو کم کیا جا رہا ہے۔ اور ہر ایک طالبِ علم کو فن کی ہر ایک باریکی پڑھانے کے بجائے تخصصات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ یعنی خود مغربی نظامِ تعلیم میں وضع کردہ قیود و ضوابط آئے دن تبدیل ہو رہے ہیں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ قیود اور ضوابط کوئی اٹل اور نا قابلِ تبدیلی حیثیت نہیں رکھتے۔

تو کیوں نہ ہم اپنی ضروریات کے مطابق ان قیود و ضوابط کو تبدیل کر دیں۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ہم ایسا نظام بنائیں جس میں تعلیم سے مراد علومِ شرعیہ ہی ہوں جیسا کہ مسلمانوں کی تاریخ رہی ہے۔ اور مکاتب میں ابتدائی تعلیم کے بعد ہی بچوں کو پیشہ وارانہ تربیت دی جائے۔ اور یہ کام شعبۂ تعلیم کے بجائے دیگر حرفتوں اور صنعتوں کے شعبہ جات انجام دیں۔ کسی بھی مسلم نوجوان کو کوئی بھی پیشہ سکھانے کے لیے سابقہ تجاویز کے علاوہ ہزار اور تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں۔

یہاں ہمارا مقصود یہ بتانا ہے کہ یہ سوال ہی غلط ہے کہ اب تعلیم سے وابستہ افراد اس مسئلے کی تفاصیل بیان کریں جس سے ان کا تعلق ہی نہیں۔ یا تو کوئی شخص اس بات کو ہی تسلیم نہ کرے کہ اسلام میں شرعی اور تاریخی اعتبار سے تعلیم سے مراد علومِ دین کا حصول رہا ہے۔ ایسے شخص سے تو جیسا کہ پہلے ذکر کر چکے ہیں، شرعی دلائل اور تاریخی حقائق پیش کرنے کے بعد ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اب اگر یہ سوال کہ ہم طبیب، تاجر اور معمار کیسے بنائیں؟ وہ بطور اعتراض کے کرتا ہے تو وہ بھی پہلے زمرے کے لوگوں میں آتا ہے جن سے ہماری کوئی بحث نہیں۔

اور اگر ان کا اعتراض شک کو دور کرنے کے لیے اور راہنمائی طلب کرنے کے لیے ہے، تو ہماری عرض یہ ہو گی کہ یہ مسئلہ گزشتہ تین چار صدیوں کی تنزلی کا نتیجہ ہے۔ جس کا عملی اور مفصل جواب ایک دو دن میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنی سوچ کو درست کر لیں۔ اگر سمت درست ہو تو سفر بھی کٹ جاتا ہے۔ اور ان شاء اللہ دوبارہ اصل کی طرف لوٹنے کے لیے ہم سب مل کر جو تعاون کر سکے وہ بھی کریں گے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۰۵ پر)

غزوۂ ہند، کیا اور کہاں؟

مولانا ڈاکٹر عصمت اللہ (زید مجدہٗ)
استاذ الحدیث، الجامعۃ الإسلامیۃ العالمیۃ اِسلام آباد

غزوۂ ہند کے متعلق نبوی پیش گوئی

غزوۂ ہند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں میں ان غزواتِ موعودہ کی ذیل میں آتا ہے جن کی فضیلت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ اہلِ علم و فضل ان احادیث کا تذکرہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں ضرور کرتے رہتے ہیں لیکن عام طور پر کسی حوالے کے بغیر۔ ہم نے مقدور بھر محنت کر کے بے شمار کتب مصادر حدیث کو کھنگالا، ان احادیث کو جمع کیا، ترتیب دے کر ان کا درجہ بلحاظِ صحت و ضعف معلوم کیا، پھر ان ارشاداتِ نبوی کے معانی و مفاہیم پر غور و فکر کی اور ان سے ملنے والے اشارات و حقائق اور پیشین گوئیوں کو قرطاس پر منتقل کیا۔ اب ہم اپنی اس محنت کے نتائج سب مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے یک گونہ خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔

ہماری معلومات کے مطابق ایسی احادیث نبوی کی تعداد پانچ ہے جن کے راوی جلیل القدر صحابۂ کرام حضرت ابو ہریرہ (جن سے دو حدیثیں مروی ہیں)، حضرت ثوبان اور حضرت کعب[1] رضی اللہ عنہم اجمعین اور تبع تابعین میں سے حضرت صفوان بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ذیل میں ہم ان احادیث کو ذکر کریں گے پھر ان کی علمی تخریج ان کتبِ حدیث اور محدثین کے حوالے سے کریں گے جنھوں نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد ان سے مستنبط شدہ شرعی احکام، فوائد اور دروس کو بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث

سب سے پہلی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

> ”حَدَّثَنِي خَلِيلِي الصَّادِقُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: ’يَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْثٌ إِلَى السِّنْدِ وَالْهِنْدِ‘، فَإِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُ فَاسْتُشْهِدْتُ فَذَاكَ، وَإِنْ أَنَا فَذَكَرَ كَلِمَةً رَجَعْتُ وَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ قَدْ أَعْتَقَنِي مِنَ النَّارِ.“[2]

> ”میرے جگری دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان کیا کہ ’اس امت میں سندھ و ہند کی طرف لشکروں کی روانگی ہو گی‘۔ اگر مجھے کسی ایسی مہم میں شرکت کا موقع ملا اور میں (اس میں شریک ہو کر) شہید ہو گیا تو ٹھیک، اگر (غازی بن کر) واپس لوٹ آیا تو ایک آزاد ابو ہریرہ ہوں گا، جسے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے آزاد کر دیا ہو گا۔“

ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں روایت کیا ہے اور ابنِ کثیر نے انہی کے حوالے سے ”البدایہ والنہایہ“ میں نقل کیا ہے[3]۔

قاضی احمد شاکرؒ نے مسند احمد کی شرح و تحقیق میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے[4]۔

امام نسائی نے اسی حدیث کو اپنی کتاب السنن المجتبیٰ اور السنن الکبریٰ دونوں میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

> ”وَعَدَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنْ أَدْرَكْتُهَا أُنْفِقْ فِيهَا نَفْسِي وَمَالِي فَإِنْ أُقْتَلْ كُنْتُ مِنْ أَفْضَلِ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ أَرْجِعْ فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ.“[5]

> ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا۔ (آگے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ’اگر مجھے اس میں شرکت کا موقع مل گیا تو میں اپنی جان و مال اس میں خرچ کر دوں گا۔ اگر قتل ہو گیا تو میں افضل ترین شہدا میں شمار ہوں اور اگر واپس لوٹ آیا تو ایک آزاد ابو ہریرہ ہوں گا‘۔“

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”السنن الکبریٰ“ میں یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ انہی کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ مسدد نے ابن داود کے حوالے سے ابو اسحٰق فزاری (ابراہیم بن محمد محدثِ شام اور مجاہد عالم، وفات ۱۸۸ھ) کے متعلق بتایا کہ وہ کہا کرتے تھے:

---

[1] یہاں مولانا ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب (حفظہ اللہ) کو اشتباہ ہوا ہے یا پھر یہ کمپوزر کی غلطی ہے کہ اسی تحریر میں بعداً جہاں مذکور صحابی کا نام ’کعب‘ درج ہے (اور یہی ہمیں بھی دیگر روایات میں ملا ہے، بلکہ دیگر روایات میں ان کا ذکر بطورِ صحابی نہیں بلکہ بطورِ تابعی آیا ہے اور ایک جگہ ان کا ذکر ’کعب الاحبار‘ کے طور پر ہے، واللہ أعلم بالصواب) انہی کا نام یہاں ’ابی بن کعب‘ لکھا گیا تھا۔ لہٰذا مقامِ ہٰذا پر بھی ہم نے مذکور حضرت کا نام ’کعب‘ ہی کر دیا ہے، رضی اللہ عن أصحاب نبینا محمد وعلیہ ألف صلاۃ وسلام! (ادارہ)

[2] مسند احمد: ۲۔۳۶۹، مسند ابو ہریرةؓ: ۸۴۶۷۔ البدایة والنهایة الابن کثیر، الأخبار عن غزوة الهند: ۶۔۲۲۳۔ بقول ابنِ کثیر یہ الفاظ صرف امام احمد نے نقل کیے ہیں۔

[3] ایضاً

[4] مسند احمد، تحقیق و شرح لاحمد شاکر ۱۷۔۱۲، حدیث ۸۸۰۹۔

[5] السنن المجتبیٰ: ۶۔۴۲۔ کتاب الجهاد باب غزوة الهند: ۳۱۷۳، ۳۱۷۴۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۔۲۸، باب غزوة الهند: ۴۳۸۲، ۴۳۸۳۔

”وَدِدْتُ أَنِّي شَهِدْتُ بَارْبِدَ[1] بِكُلِّ غَزْوَةٍ غَزَوْتُهَا فِي بِلَادِ الرُّومِ.“[2]

”میری خواہش ہے کہ کاش ہر اس غزوے کے بدلے میں جو میں نے بلادِ روم میں کیا ہے، باربد (عرب سے ہندوستان کی سمت مشرق میں کوئی علاقہ) میں ہونے والے غزوات میں شریک ہوتا۔“

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت ”دلائل النبوۃ“ میں بھی ذکر کی ہے[3]۔ اور انہی کے حوالے سے اس روایت کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص الکبریٰ“ میں نقل کیا ہے[4]۔

مزید بر آں اس حدیث کو مندرجہ ذیل محدثین نے تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں بایں الفاظ:

”فإن اسْتُشْهِدْتُ كنتُ من خير الشهداء“

شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے[5]۔ امام احمد کی سند سے ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”البدایہ والنہایہ“ میں نقل کیا ہے[6]۔

ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حلیۃ الأولیاء[7] میں، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے المستدرک علی الصحیحین میں روایت کر کے درجۂ حدیث کے متعلق سکوت اختیار کیا، جب کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی تلخیص مستدرک سے حذف کر دیا[8]۔

سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”السنن“ میں[9]، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں بایں الفاظ:

”أَتْبَعْتُ فِيْهَا نَفْسِيْ“

”میں اس میں اپنے آپ کو تھکا دوں گا۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ نُعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفتن“ میں[10]، ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الجہاد“ میں بایں الفاظ:

”وَعَدَنَا اللهُ وَرَسُوْلُهُ...... وَكُنْتُ كَأَفْضَلِ الشُّهَدَآءِ“

اور اس کی سند حسن ہے[11]۔

ابنِ ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب العلل میں بایں الفاظ:

”فَإِنْ أُقْتَلْ أَكُوْنُ حَيًّا مَرْزُوْقًا وَإِنْ أَرْجِعْ فَأَنَا الْمُحَرَّرُ.“[12]

”اگر میں قتل ہو گیا تو رزق پانے والا (شہید کی حیثیت سے) زندہ رہوں گا اور واپس لوٹ آیا تو آزاد۔“

ان کے علاوہ ائمہ جرح و تعدیل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”التاریخ الکبیر“ میں[13]، امام مزی نے ”تہذیب الکمال“ میں[14] اور ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تہذیب التہذیب“ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے[15]۔

درجے کے لحاظ سے یہ حدیث مقبول یعنی صحیح یا حسن ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث:

”عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ’عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمُ اللهُ مِنَ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ‘.“[16]

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’میری امت میں دو گروہ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ کر دیا ہے، ایک گروہ

---

[1] مولانا ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے اپنی تالیف میں اس روایت مذکور کے الفاظ میں مقام کا نام ’مَارِبَد‘ نقل کیا ہے اور السنن الکبری کا حوالہ درج کیا ہے، لیکن سرسری تلاش کے نتیجے میں السنن الکبری میں جو الفاظِ روایت ہمیں ملے ان میں ’مَارِبَد‘ کے بجائے ’بَارْبِدَ‘ درج ہے، بہر کیف مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔ (ادارہ)

[2] السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۔۱۷٦، کتاب السیر، باب ما جاء في قتال الهند: ۱۸۵۹۹۔

[3] دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة، باب قول الله: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم

[4] الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ۲۔۱۹۰۔

[5] مسند احمد تحقیق و شرح احمد شاکر: ۱۲۔۹۷، حدیث ۷۱۲۸۔

[6] مسند احمد: ۲۔۲۲۹، مسند ابو ہریرۃؓ حدیث: ٦۸۳۱۔ البداية والنهاية، الأخبار عن غزوة الهند: ٦۔۲۲۳۔

[7] حلية الأولياء: ۸۔۳۱٦-۳۱۷۔

[8] المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ذکر ابی هريرة الدوسی: ۳۔۵۱۴، حدیث: ٦۱۷۷۔

[9] السنن لسعيد بن منصور: ۲۔۱۷۸، حدیث ۲۳۷۴

[10] الفتن، غزوة الهند: ۱۔۴۰۹، حدیث: ۱۲۳۷۔

[11] الجهاد، فضل غزوة البحر: ۲۔٦٦۸، حدیث: ۲۹۱۔

[12] العلل: ۱۔۳۳۴ ترجمه: ۹۹۳۔

[13] التاريخ الکبير: ۲۔۲۴۳ تذکره جبر بن عبيدة: ۲۳۳۳

[14] تهذيب الكمال: ۴۔۴۹۴ تذکره جبر بن عبيدة: ۸۹۳

[15] تهذيب التهذيب: ۲۔۵۲، تذکره جبر بن عبيدة الشاعر: ۹۰، ابنِ حجر کہتے ہیں: ”میں نے امام ذہبی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر دیکھی، لکھا تھا: ’پتہ نہیں یہ کون ہے؟ اس کی روایت کردہ خبر منکر ہے‘۔“ ابنِ حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

[16] مسند احمد: ۵۔۲۷۸، حدیث ثوبانؓ: ۲۱۳٦۲۔

ہندوستان پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ جو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔"

انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث درج ذیل محدثین نے روایت کی ہے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں [1]، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "السنن المجتبیٰ" میں، شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے [2]۔ اسی طرح "السنن الکبریٰ" میں بھی [3]، ابنِ ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الجہاد" میں سندِ حسن کے ساتھ [4]، ابنِ عدی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکامل فی ضعفاء الرجال" میں [5]، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الاوسط" میں [6]، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "السنن الکبریٰ" میں [7]، ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ والنہایہ" میں [8]، امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند الفردوس" میں [9]، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الکبیر" میں، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الکبیر" کی شرح فیض القدیر میں [10]، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے التاریخ الکبیر میں [11]، امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے تهذيب الكمال میں [12] اور ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں [13]۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث:

"وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَذَكَرَ الْهِنْدَ ، فَقَالَ : 'لَيَغْزُوَنَّ الْهِنْدَ لَكُمْ جَيْشٌ، يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يَأْتُوا بِمُلُوكِهِمْ مُغَلَّلِينَ بِالسَّلَاسِلِ ، يَغْفِرُ اللَّهُ ذُنُوبَهُمْ، فَيَنْصَرِفُونَ حِينَ يَنْصَرِفُونَ فَيَجِدُونَ ابْنَ مَرْيَمَ بِالشَّامِ' قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : 'إِنْ أَنَا أَدْرَكْتُ تِلْكَ الْغَزْوَةَ بِعْتُ كُلَّ طَارِفٍ لِي وَتَالِدٍ وَغَزَوْتُهَا، فَإِذَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَانْصَرَفْنَا فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ، يَقْدَمُ الشَّامَ فَيَجِدُ فِيهَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَلَأَحْرِصَنَّ أَنْ أَدْنُوَ مِنْهُ فَأُخْبِرُهُ أَنِّي قَدْ صَحِبْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ'، قَالَ : فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَحِكَ ، ثُمَّ قَالَ : 'هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ '."[14]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان کا تذکرہ کیا اور ارشاد فرمایا:

'ضرور تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا، اللہ ان مجاہدین کو فتح عطا فرمائے گا حتیٰ کہ وہ (مجاہدین) ان (ہندوؤں) کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے اور اللہ (اس عظیم جہاد کی برکت سے) ان (مجاہدین) کی مغفرت فرما دے گا۔ پھر جب وہ مسلمان واپس پلٹیں گے تو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو شام میں پائیں گے۔'

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ دوں گا اور اس میں شرکت کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا کر دی اور ہم واپس پلٹ آئے تو میں ایک آزاد ابو ہریرہ ہوں گا جو ملکِ شام میں (اس شان سے) آئے گا کہ وہاں عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو پائے گا۔ یا رسول اللہ! اس وقت میری شدید خواہش ہو گی کہ میں ان کے پاس پہنچ کر انہیں بتاؤں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔'

(راوی کا بیان ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور ہنس کر فرمایا:

'بہت مشکل، بہت مشکل'۔"

اس حدیث کو نُعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔

اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں ذکر کیا ہے، اس میں کچھ اہم اضافے ہیں، اس لیے ہم اس روایت کو بھی ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

"وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يوْمًا الْهِنْدَ ، فَقَالَ : 'لَيَغْزُوَنَّ جَيْشٌ لَكُمُ الْهِنْدَ فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يَأْتُوا بِمُلُوكِ السِّنْدِ مُغَلْغَلِينَ فِي السَّلَاسِلِ فَيَغْفِرُ اللَّهُ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ فَيَنْصَرِفُونَ حِينَ يَنْصَرِفُونَ فَيَجِدُونَ الْمَسِيحَ ابنَ مَرْيَمَ

---

[1] ایضاً

[2] السنن المجتبیٰ للنسائی: ٦۔٤٣، کتاب الجهاد، باب غزوة الهند: ٣١٧٥۔ نیز ملاحظہ ہو، صحیح سنن النسائی: ٢۔٦٦٨، حدیث ٢٥٧٥۔

[3] السنن الکبریٰ للنسائی: ٣۔٢٨، باب غزوة الهند: ٤٣٨٤۔

[4] الجهاد: ٢۔٦٦٥ فضل غزوة البحر حديث: ٢٢٨، محقق کتاب نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[5] الكامل فی ضعفاء الرجال: ٢۔١٦١ تذكره جراح بن مليح البهرانی: ٢٥١

[6] المعجم الاوسط: ٧۔ ٢٣-٢٤، حديث ٦٨٤١، امام طبرانی کہتے ہیں: 'اس حدیث کو حضرت ثوبانؓ سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، اس کے ایک راوی الزبیدی اس روایت میں اکیلے ہیں'۔

[7] السنن الکبریٰ للبیهقی: ٩۔٧٦، کتاب السیر، باب ما جاء فی قتال الهند: ١٨٦٠٠۔

[8] البداية والنهاية، الأخبار عن غزوة الهند: ٦۔٢٢٣۔

[9] الفردوس بمأثور الخطاب: ٣۔٤٨، حديث: ٤١٢٤۔

[10] الجامع الكبير مع شرح فيض القدير: ٤۔٣١٧۔ امام مناوی نے ذہبی کی الضعفاء کے حوالے سے امام دار قطنی کا یہ قول نقل کیا ہے: 'الجراح راوی کی حدیث کچھ بھی نہیں ہے'۔

[11] التاريخ الكبير: ٦۔٧٢۔ تذكره عبد الأعلىٰ بن عدى البهرانی الحمصی: ١٧٤٢۔

[12] تهذيب الكمال: ٣٣۔١٥١۔ تذكره ابو بكر بن الوليد بن عامر الزبيدی الشامی: ٧٢٦١۔

[13] تاريخ دمشق: ٥٢۔٢٤٨۔

[14] الفتن، غزوة الهند: ١۔٤٠٩-٤١٠، حديث: ١٢٣٦-١٢٣٨۔

بِالشَّامِ‘، قَالَ : أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنْ أَنَا أَدْرَكْتُ تِلكَ الْغَزْوَةَ بِعْتُ كُلَّ طَارِدٍ وَتَالِدٍ لِي وَغَزَوتُهَا فَإِذَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَا انْصَرَفْنَا فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ يَقْدَمُ الشَّامَ فَيَلْقَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ، فَلَأَحْرِصَنَّ أَنْ أَدْنُوَ مِنْهُ فَأُخْبِرَهُ أَنِّي صَحِبْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا .“[1]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’یقیناً تمہارا ایک لشکر ہندستان سے جنگ کرے گا اور اللہ ان مجاہدین کو فتح دے گا حتیٰ کہ وہ سندھ کے حکمرانوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے، اللہ ان کی مغفرت فرمادے گا۔ پھر جب وہ واپس پلٹیں گے تو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو شام میں پائیں گے۔‘

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بولے:

’اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ کر اس میں شرکت کروں گا، جب ہمیں اللہ تعالیٰ فتح دے گا تو ہم واپس آئیں گے اور میں ایک آزاد ابو ہریرہ ہوں گا جو شام میں آئے گا تو وہاں عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام سے ملاقات کرے گا۔ یارسول اللہ! اس وقت میری شدید خواہش ہوگی کہ میں ان کے قریب پہنچ کر انہیں بتاؤں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔‘

(راوی کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے۔“

(۴)حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث:

یہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

”يَبْعَثُ مَلِكٌ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ جَيْشًا إِلَى الْهِنْدِ فَيَفْتَحُهَا، وَيَأْخُذُ كُنُوزَهَا، فَيَجْعَلُهُ حِلْيَةً لَبَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَيُقْدِمُوا عَلَيْهِ بِمُلُوكِ الْهِنْدِ مَغْلُولِينَ، يُقِيمُ ذَلِكَ الْجَيْشُ فِي الْهِنْدِ إِلَى خُرُوجِ الدَّجَّالِ .“[2]

”بیت المقدس کا ایک بادشاہ ہندوستان کی جانب ایک لشکر روانہ کرے گا۔ مجاہدین سرزمینِ ہند کو پامال کر ڈالیں گے، اس کے خزانوں پر قبضہ کرلیں گے، پھر بادشاہ ان خزانوں کو بیت المقدس کی تزئین و آرائش کے لیے استعمال کرے گا۔ وہ لشکر ہندوستان کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر اس بادشاہ کے رُوبرو پیش کرے گا۔ اس کے مجاہدین، بادشاہ کے حکم سے مشرق و مغرب کے درمیان کا سارا علاقہ فتح کرلیں گے اور دجّال کے خروج تک ہندوستان میں قیام کریں گے۔“

اس روایت کو نُعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الفتن میں نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کا نام نہیں بلکہ ”اَلْحُكْمُ بْنُ نَافِعٍ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ كَعْبٍ“ کے الفاظ آئے ہیں، اس لیے یہ حدیث منقطع شمار ہوگی۔

(۵)حضرت صفوان بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث:

پانچویں حدیث حضرت صفوان بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور حکم کے لحاظ سے مرفوع کے درجے میں ہے۔ کہتے ہیں کہ انہیں کچھ لوگوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”يَغْزُو قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي الْهِنْدَ، فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يَأْتُوا بِمُلُوكِ الْهِنْدِ مَغْلُولِينَ فِي السَّلَاسِلِ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ، فَيَنْصَرِفُونَ إِلَى الشَّامِ فَيَجِدُونَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ بِالشَّامِ.“[3]

”میری امت کے کچھ لوگ ہندوستان سے جنگ کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کو فتح عطا فرمائے گا حتیٰ کہ وہ ہندوستان کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پائیں گے، اللہ ان مجاہدین کی مغفرت فرمائے گا جب وہ شام کی طرف پلٹیں گے تو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو وہاں موجود پائیں گے۔“

اس حدیث کو نُعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفتن“ میں روایت کیا ہے۔

الحمدللہ، ہم نے اللہ کریم کی توفیق و عنایت سے غزوۂ ہند سے متعلق جملہ احادیث کو آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے، ہم ان احادیثِ مبارکہ کے معنی و مفہوم، اشارات و دروس پر نظر ڈالیں گے۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

☆☆☆☆☆

[1] مسند اسحٰق بن راہویہ، قسم اول۔ سوم: ۱۔۴۶۲، حدیث: ۵۳۸

[2] الفتن، غزوۃ الھند: ۱۔۴۰۹، حدیث: ۱۲۳۵

[3] الفتن: ۱۔۳۹۹، ۴۱۰، حدیث: ۱۲۰۱، ۱۲۳۹۔

برمی مسلمانوں کے نام ایک مجاہد کا دردمندانہ پیغام

حافظ کامران محمود برمی

دنیا بھر میں بسنے والے میرے محبوب برمی مسلمانو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے محبوب امتِ مسلمہ کو امارتِ اسلامیہ افغانستان کی عظیم فتح مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ امارتِ اسلامیہ کے گرد تمام مسلمانوں کو متحد و متفق فرمائے، اور امارتِ اسلامیہ کو کفار واشرار کے لیے غیض وغضب کا سامان بنائے۔ اللہ تعالیٰ امارتِ اسلامیہ افغانستان کو قائم ودائم رکھے، آمین یارب العالمین۔

میرے برمی مسلمان بھائیو! یہ وہی امریکہ ہے جو عالمی کفریہ طاقتوں کو جمع کر کے امارتِ اسلامیہ پر حملہ آور ہوا تھا، یہ وہی امریکہ ہے جو عالمِ اسلام پر ظلم وجبر سے سطوت ودبدبہ قائم کیے ہوئے تھا، یہ وہی امریکہ ہے جس کے عالمی سودی معاشی نظام نے مسلم امت کو غربت وافلاس کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا، یہ وہی امریکہ ہے جس نے اپنی مادی اور دجالی طاقتوں کے سہارے عالمِ اسلام پر فرعونیت بپا کر رکھی تھی، لیکن امریکہ کی شیطانی سلطنت کے 'سپر پاور' ہونے کے دعوے کو تین دہائیں بھی نہیں بیتی تھیں کہ مشرق تا مغرب امتِ مسلمہ کے روحانی فرزندوں کی جہادی ضربوں نے اس کی جھوٹی خدائی اور نخوت و کبر کو پاش پاش کر دیا۔ افغانستان اور یمن کے کہساروں اور افریقہ کے ریگزاروں میں شہسوارانِ امت نے امریکہ کی ٹیکنالوجی کے عروج کو زوال پذیر کر دیا۔ الحمدللہ دنیا بھر میں امریکہ کے خلاف اٹھنے والی مسلم امت کی انقلابی تحریکوں نے امریکہ کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾۔

میرے محبوب برمی مسلمانو!

آخر اتنی ٹیکنالوجی اور طاقت رکھنے کے بعد امریکہ نے شکست کیسے کھائی؟ بحر وبر میں فساد کا ذمہ دار امریکہ کیسے زوال کی طرف جا رہا ہے؟ ایک ہفتے میں طالبانِ عالیشان کا صفایا کرنے کا دعویدار امریکہ آج بیس سال بعد اپنی ہزیمت چھپانے کے واسطے مذاکرات کی ڈھونگ رچا کر نکلنا چاہتا تھا، مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ افغانستان سے امریکہ بھاگا، گویا اس نے خود اپنا جنازہ یہاں سے اٹھایا۔ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾۔

اے دنیا بھر میں ہجرت کی صعوبتیں برداشت کرنے والے میرے برمی مسلمان بھائیو! اے کلمہ طیبہ پڑھنے کے جرم میں دربدر ہو جانے والو! اے قرآن کے حاملو! اے دین کے نام پر مر مٹنے والو! آخر کب تک ظلم وستم کی چکی میں پستے رہو گے؟ آخر کب تک خوف وہراس میں شب وروز گزارتے رہو گے؟ آخر کب تک اپنے پیاروں اور قرابت داروں کی جدائیاں برداشت کرتے رہو گے؟ آخر کب تک اپنی معصوم پھولوں جیسی اولادوں اور بزرگوں کی بے گور وکفن لاشیں اٹھاتے رہو گے؟ آخر کب تک اپنی زمین کے ہوتے ہوئے ملک ملک دربدریاں کاٹتے رہو گے؟ آخر کب تک اپنے دین وناموس کی بے حرمتی دیکھتے رہو گے؟ آخر کب تک کافروں کے رحم وکرم پر کھلے آسمان تلے خیموں کی زندگی بسر کرتے رہو گے؟

یاد رکھو میرے برمی مسلمان بھائیو!

قوموں پر عروج وزوال کا آنا تو ایک تاریخی حقیقت ہے۔ ہمیشہ وہی قوم اپنے وجود کو برقرار رکھ سکتی ہے جو اپنی بقا وحفاظت کے لیے قوت کا مقابلہ قوت سے کرتی ہو، جوانوں کو شوقِ شہادت کا جذبہ دے کر میدانِ جہاد کا رخ دکھاتی ہو، جو کم ہمتی اور بزدلی کا شکار نہ ہو، بلکہ کافروں کے سامنے ڈٹ جائے۔ بے بسی کے اظہار کی بجائے جہاد وقتال کرے، اپنے دین وملت کی حفاظت کرے، اور اپنی حرمت وآبرو کو پامال ہونے سے بچائے۔

اے برمی مسلمانوں کے اہلِ علم اور اہلِ فراست حضرات! یہ احتجاج ومظاہرے آپ کے غموں کا مداوا نہیں ہو سکتے۔ جلسے، جلوس، پرجوش تقریریں کافروں کے مظالم آپ سے دفع نہیں کر سکتیں۔ اقوامِ متحدہ اور دیگر عالمی تنظیموں کے بیانات سے دھوکہ میں نہ آیئے۔ یہ سارے انسانی ہمدردی کے نام پر مکر وفریب کرتے ہیں۔ یہ عالمی (نام نہاد) فلاحی ادارے مسلمانوں کی خدمت وفلاح کے لیے نہیں، بلکہ اپنے کفار کے مفادات کے لیے وجود میں آئے ہیں۔ میڈیا پر آ کر سیاسی تبصرے کرنے والے دجال کے کارندوں کی باتوں پر کان مت دھریے، ان کا پیشہ ہی صبح وشام امت کو کافروں سے مرعوب کرنا ہے۔ ان کے پر امن اور امن پسند جیسے نعروں سے دھوکے میں نہ آیئے، یہ محض مسلمانوں کو فریضہ جہاد وقتال سے دور کرنے کے بہانے ہیں، تاکہ کافروں کے مقابلے میں مسلمان عوام اپنے حقوق تک کی آواز نہ اٹھا سکیں۔

آج جبکہ کفار ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہو کر ہر طرف مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، اور ان منافق وکافر حکمرانوں نے دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں پر ضروریاتِ زندگی کے لیے ایک چھری رکھنے تک پر پابندی عائد کر دی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا آج تک بغیر قوت دکھائے کسی قوم نے آزادی پائی ہے؟ کیا اب تک آپ برمی مسلمانوں کے واسطے فلاحِ انسانیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے جمہوری اداروں نے بدھوں کے پنجہ ظلم سے نجات کے لیے کوئی جدوجہد

کی ہے؟ کیا آج تک آہ وزاری وفریاد سے کبھی کافروں نے مسلمانوں پر رحم کیا ہے؟ ان نام نہاد اسلامی ممالک کے فوجی وعسکری اداروں سے کسی خیر کی توقع رکھنا ہی عبث ہے، ان کی تاریخ ہمیشہ کافروں اور دین دشمن طبقات کی حفاظت رہی ہے۔ ان منافق حکمرانوں نے ہمیشہ کافروں کی آلہ کاری اور غلامی کی ہے۔ اہلِ ایمان سے بغض وعداوت اور کافروں سے محبت ان منافقین کی رگ وپے میں رچی بسی ہوئی ہے۔ آج تک آپ حضرات خود پاکستان کے سیکیورٹی اداروں کے ظلم وستم برداشت کر رہے ہیں۔ کون سے انسانی حقوق پاکستان میں بسنے والے برمی مسلمانوں کو دیے گئے ہیں؟ پاکستانی حکومت نے تو آج تک یہاں برمی مسلمانوں کو شہریت تک دینے سے انکار کیا ہے، یعنی یہاں وہ رہنے اور زندگی گزارنے کے حق سے ہی محروم ہیں۔

اے برمی مسلمانو! یہ امریکہ کی شکست وہزیمت جہاد فی سبیل کے ادا کرنے سے ہوئی۔ ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ پر عمل سے ہوئی، ﴿فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾، ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ سے ہوئی، ﴿فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ سے ہوئی، ﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ سے ہوئی، ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ سے ہوئی، ﴿مَلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ سے ہوئی، ﴿فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ﴾ سے ہوئی، ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ سے ہوئی، ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ سے ہوئی، ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ سے ہوئی، ﴿فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ﴾ سے ہوئی، ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾ سے ہوئی۔ یقیناً ان قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہمارے اسلاف نے شرق وغرب میں اسلام کو غالب کیا تھا اور ملتِ کفر کو مغلوب کیا تھا، اور آج بھی ان کی پیروی کرنے والوں نے کیا ہے۔

جلالِ آتش وبرق وسحاب پیدا کر...
اجل بھی کانپ اٹھے، وہ شباب پیدا کر...
تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر...
جو ہوسکے تو ابھی انقلاب پیدا کر...

اے برمی نوجوانو! یہ انقلاب کا دور ہے، انقلابی بن جائیے۔ عالمِ اسلام کی نگاہیں آپ پر ہیں کہ کب برمی مسلمان اپنے دین وایمان کے لیے جہاد کا علم بلند کریں گے، کب اپنے خطے سے بدھ کافروں کے نجس وجود کو مٹانے کے لیے اٹھیں گے۔

وہ دیکھیں! خراسان میں مجاہدینِ اسلام دنیائے کفر کو شکست دے کر لشکرِ مہدی بن کر ابھرے ہیں، اور کافروں کو قوتِ ایمانی سے جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔

زورِ بازو آزما، شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

اے برمی مسلمان بھائیو! آج جو معرکہ مسلم خطوں میں جاری ہے، وہ کوئی عام معرکہ نہیں ہے، حق وباطل کا معرکہ ہے۔ ایمان والوں کی کفر ونفاق والوں سے جنگ ہے۔ یہ عقیدے کی جنگ ہے۔ کفر آپ سے لڑ ہی اس لیے رہا ہے کہ وہ آپ سے آپ کا عقیدہ چھین لے۔ وہ آپ کو اسلام کا باغی بنا دے۔ کفار چاہتے ہی یہ ہیں کہ آپ اسلام پر پورے عمل نہ کر سکیں۔ ان کا رائج کیا ہوا نظام آپ کو غلام بنائے رکھے۔ یہ کوئی عام وقت نہیں کہ ہم گھروں میں بیٹھ جائیں۔ وقت کی نزاکت واہمیت کو سمجھیے۔ بند کواڑوں میں گھس کر یہ کافر آپ پر حملہ آور ہوں گے۔ صرف جان ومال نہیں، آپ کے دین وایمان تک کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

آج دنیا کے سارے مسلم خطوں میں جہاں جہاں کافروں کی یلغار ہے، وہاں فرزندانِ توحید اپنے خون سے ایمان کی آبیاری کر رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جہاد کی صفیں برمی مسلمانوں سے خالی نظر آ رہی ہیں۔ شریعت کے متوالے ہر خطے میں شریعت کے نفاذ کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں، جبکہ آج برمی مسلمانوں کو خود اپنی زمینوں سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔

اے برمی نوجوانو! قوموں کی تاریخیں ان جرّی نوجوانوں کے خون سے رقم ہوتی ہیں جو زمانے کا رخ موڑ دیتے ہیں، اور تاریخ کا رخ موڑ دینے کا عزم اور حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔ دیکھیے! کشمیر میں مسلمان کس طرح بھارت کی ہندو ریاست سے معرکہ آرائی کر رہے ہیں۔ نہتے ہیں، لیکن پتھروں سے سنگباری کر رہے ہیں۔ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ کا فریضہ حق ادا کرتے ہوئے مٹھی بھر مجاہدین مقدور بھر اسلحہ سے ہندو افواج کے ٹینک طیاروں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ برفانی پہاڑوں میں شہداء سے کیے گئے شریعت یا شہادت کے وعدے نبھا رہے ہیں۔

فلسطینی مسلمانوں کی بے مثال استقامت موجودہ تاریخ میں ثبت ہے۔ پچاس سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے، مگر یہودی غاصبوں سے اسی طرح برسرِ پیکار ہیں، جیسے پچاس سال پہلے تھے۔ بمباریاں ہیں، ہزاروں کی تعداد میں لاشیں اٹھا چکے ہیں، مساجد وگھر مسمار کیے گئے ہیں، خون کی ندیاں بہی ہیں... لیکن اسرائیلی کافروں کے سامنے کم ہمت نہیں ہوئے۔ حالات کی سختیوں سے گھبرائے نہیں، اور نہ ہی عزم وعزیمت اور استقامت میں ذرّہ برابر فرق لائے۔ ایک خنجر بردار مسلمان نوجوان آتا ہے اور یہود کی صفوں میں گھس کر دسیوں کو واصلِ جہنم کر دیتا ہے، اور خود بھی شہید ہو جاتا ہے۔ پتھر اور ڈنڈوں کے ساتھ یہود کے خلاف قبلہ اول مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ دنیا میں بسنے والی ہر مسلم قوم کے لیے اس میں درسِ عبرت ہے، عمل کی پکار ہے، جہاد کی دعوت ہے، قتال کا طریقہ ہے، شہادت کا جذبہ ہے کہ کس

طرح کشمیری اور فلسطینی مسلمان غیرتِ ایمانی اور دینی حمیت سے اللہ کے دشمنوں کو للکار رہے ہیں۔

اسی طرح شیشان میں مسلمان روسی سرخ ریچھوں سے جہاد کر رہے ہیں، صومالیہ میں مجاہدین افریقی عیسائیوں کے خلاف بر سرِ پیکار ہیں، صحرائے مالی کے مجاہدین فرانسیسی صلیبیوں کے ہوش اڑا رہے ہیں اور امتِ مظلومہ کی عزت و عظمت کی خاطر ہر مشکل سے مشکل حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جزیرۃ العرب کے غازی اور شہسوار نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''أخرجوا المشركين من جزيرة العرب'' سے وفاداری نبھاتے ہوئے عالمی کفری طاقتوں اور ان کے مقامی آلہ کاروں سے مستقل بر سرِ جنگ ہیں، بلاد الحرمین الشریفین کو صلیبیوں اور صہیونیوں کے نجس وجود سے پاک کر رہے ہیں۔ شام ولیبیا، الجزائر ومالی، کشمیر و فلسطین، یمن وشیشان، افغانستان حتیٰ کہ امریکہ اور یورپی ممالک کے اندر جہادی تحریکیں امت کے مجاہد بیٹوں نے بپا کر دی ہیں۔ ہر سمت کافروں سے امت کے مجاہد بیٹے پنجہ آزمائی کر رہے ہیں۔ ﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ پر عمل کرکے صلیبی وصہیونی طاقتوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ جس کٹھن مرحلے کا امت کو سامنا تھا، اب ویسی ہی اندھیر شب، ویسے ہی کٹھن مرحلے کا... نسلِ نو کی غلبہ اسلام کی تڑپ اور جہادی بیداری کی وجہ سے... کافروں کو بھی سامنا ہے۔

اے برمی مسلمان نوجوانو! اٹھو اور دین کے پاسبان بن جاؤ۔ ان باطل کفری نظاموں کو ڈھا دینے والے بن جاؤ۔ خلافت کا قیام کرنے والے بن جاؤ۔ یقین جانو! کہ اگر آج ماؤں بہنوں کی عزت وحرمت کی خاطر اور کافروں کے ہاتھوں قید مسلمانوں کے واسطے اپنی جوانی کو قربان کر دیا تو ابنِ قاسمؒ کہلانے کے تمہی مستحق ہوگے، مسلمان ماؤں بہنوں کی ندا و فریاد پر لبیک یا اُخّی کہہ دیا تو زمانے میں وامعتصماہ تمہیں پکارا جائے گا۔ اگر آج اپنی عبادت گاہوں کے، مساجد و مدارس کے نگہبان بن گئے، کافروں کے ناپاک قدموں سے ان کی حفاظت کرنے والے بن گئے تو اس زمانے میں غوریؒ وغزنویؒ تمہی کہلائے جاؤ گے۔ اگر آج صلیبی وصہیونی طاقتوں کو روندنے والے بن گئے اور قبلہ اول مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے جان و تن وارنے والے ہو گئے تو زنگیؒ وایوبیؒ کا اصل وارث تمہیں ہی کہا جائے گا۔ اگر آج دنیائے کفر کے مقابل سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور اللہ کے دشمنوں پر کاری ضرب لگانے والے بن گئے تو تم ہی ملا عمرؒ اور اسامہؒ کے حقیقی جانشین گردانے جاؤ گے۔

پس اے نوجوانِ اسلام! اے شیر دل بہادر نوجوانانِ اسلام! اللہ کے مددگار بن جاؤ، اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہو، مزاحمت کرو، ٹکرا جاؤ، مقابلہ کرو، دفاع کرو، اللہ کے راستے میں جہاد کرو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو، اپنی زندگی اللہ کی راہ میں لگا دو۔

طالبان نے ایسے بے سر و سامانی کے عالم میں امریکہ و نیٹو کا مقابلہ کیا اور شکست دی جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بدر کے میدان میں فرعونِ امت ابو جہل کے لشکر کو شکست دی۔ اگر آپ برمی بھائی آج بھی احکاماتِ ربانی پر عمل کرکے قتال فی سبیل اللہ کے لیے میدان میں نکلیں گے تو کوئی کافر قوت آپ کو سرنگوں نہیں کر سکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں یاد کریں، اپنے اسلاف کے جنگی معرکوں کا سبق دہرائیں، جب کفار کی صفوں میں گھستے تھے تو صفِ اول کو چیرتے ہوئے آخری صف تک لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے تھے۔ کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ساٹھ جانثار صحابہ کو لے کر ساٹھ ہزار رومیوں کے لشکرِ جرار کو تہِ تیغ کر کے آتے ہیں۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کے وہ عظیم کارنامے نہیں پڑھے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں محض ایک جنگ میں ڈیڑھ سو رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ آپ حضرات کو نہاوند کا وہ مقام یاد نہیں جہاں سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے پندرہ ہزار مسلمانوں کی قلیل جماعت کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ ایرانیوں کو عظیم شکست دی اور خود جامِ شہادت نوش کر گئے۔

کلمہ بھی ایک، قرآن بھی ایک، رب بھی ایک، رسول بھی ایک، کعبہ بھی ایک، قبلہ بھی ایک، کاش کہ ہوتے جو مسلمان بھی ایک... آخر کیا وجہ ہے کہ چند ایک نجس کافر آتے ہیں اور سینکڑوں مسلمانوں کو ہنکا کر لے جاتے ہیں، مختلف طریقوں سے بے دردی کے ساتھ شہید کر دیتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان قطار در قطار کھڑے ہیں، بے بسی سے موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ویسے ہی کافر آپ کو شہید کر رہا ہے تو کیوں نہ اسی کا اسلحہ چھین کر اسی کافر کو وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

ایک مسلمان کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ مؤمن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی۔ یہ جرأت وبہادری، شوقِ شہادت اور جذبہ وولولہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کو عطا کیا ہے۔ یہ شان وعظمت تو مسلمانوں کی تھی کہ جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور تلواروں کی چھن چھناہٹ سے کافروں کی سلطنتیں لرز اٹھتی تھیں، جن کی آمد سے میلوں کے میل فاصلے پر بھی کفار خواب میں ڈر جایا کرتے تھے۔ آج مسلمانوں کا وہ جوشِ ایمانی، وہ غیرتِ ایمانی کہاں گئی؟ ایک مؤمن کے دل میں کیسے اتنی مایوسی اور بزدلی چھا گئی؟ ایک مؤمن نے کیسے گوارا کر لیا کہ اتنا ظلم سہہ کر کافر کو پتھر بھی نہ مارے، کچھ مزاحمت نہ کرے؟

اے زخموں سے چور میرے برمی مسلمانو! آئے روز آپ حضرات پر ہونے والے مظالم کی خبریں سن سن کر ہمارے دل چھلنی ہو چکے ہیں۔ یقین جانیے کہ آج پوری امتِ محمدیہ آپ لوگوں کے لیے دعاگو ہے، بے چین ہے، اضطراب میں ہے کہ کس طرح برمی مسلمانوں کی جانی ومالی مدد کر سکے اور کافروں کے پنجہ ظلم سے آپ کو نجات دلا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد یہ مجاہدین ہی آپ کے ہم رکاب اور ہم نوا ہوں گے۔ یہ مجاہدین آپ کو کافروں کے سامنے

تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ فقط ایک مرتبہ آپ برمی نوجوان حضرات اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے، کافروں کے مظالم سے اپنے دفاع کے لیے، اپنے دین وناموس کے لیے تلوار اٹھالیں، پھر آپ حضرات جیتے جی اپنی آنکھوں سے پوری امتِ مسلمہ کو اپنے شانہ بشانہ لڑتے ہوئے پائیں گے۔ اللہ کا قرآن آپ کو اجازت دے رہا ہے: ﴿أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾۔ ان کفار و دشمنانِ اسلام کی گردنوں پر تلوار کی ضرب لگائیں، کیونکہ یہ تلوار کی زبان ہی سمجھتے ہیں۔ جب تک آپ ان کے خلاف قتال نہیں کریں گے، یہ اپنی خبیث فطرت اور شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کا حامی ومددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر لڑتے ہیں۔ فتح وکامرانی اہلِ ایمان کے ہمراہ ہے۔

پس موت سے بے خوف ہو کر، غفلت کی چادر اتار کر نجس بدھ مت کافروں سے خون کا بدلہ خون سے لیں، تباہی کا بدلہ تباہی سے لیں، ان کافروں سے خوب قتال کریں، چن چن کر ان مشرکوں کو قتل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ [المائدۃ:۸۲]

”تم یہ بات ضرور دیکھ لوگے کہ مسلمانوں سے سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو شرک کرتے ہیں“۔

ان ناہنجار بدھ کافروں سے اللہ کی زمین کو پاک کر دیجیے۔ اور انھیں بتا دیجیے کہ ہم بھی تمہیں وہی جام پلائیں گے جو تم نے ہمیں پلایا تھا، لیکن موت کے وقت ہم تم سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔ یہ مت سمجھو اے کافرو! اے ظالمو! اے قاتلو! اے فاسق وفاجر حکمرانو!

ہم نے ’الحمد‘ سے لے کے ’والناس‘ تک...
جو بھی کچھ ہے پڑھا، وہ بھلایا نہیں!
ہم پہ روئیں ہماری ہی مائیں صدا...
ہم نے تم کو اگر خوں رلایا نہیں!
روند کر اہلِ ایمان کی بستیاں
کیسی جنت بسانے کے خوابوں میں ہو؟
یہ تو ممکن نہیں، عیش سے تم رہو،
اور ملت ہماری عذابوں میں ہو!

اللّٰهم عذّب الكفرة والق في قلوبهم الرعب، اللّٰهم شتّت شملهم ومزّق جمعهم ودمّر ديارهم وأنزل عليهم بأسك وعذابك!

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم۔

☆☆☆☆☆

قوانین کی پابندی

جو لوگ اسلامی احکام کی روح سے واقف نہیں ہیں یا وہ اہلِ مغرب کے پروپیگنڈے کا شکار ہو چلے ہیں، انہیں عام طور پر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ”عورت کو پردہ کروانا کیا ضروری ہے؟ حیاء تو مردوں کی نگاہوں میں ہونی چاہیے“... ”داڑھی مسلمان ہونے کی نشانی نہیں، دل میں ایمان اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت ہونی چاہیے“... ”اسلامی احکام و تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔ لیکن اسلامی حکومت کو زبردستی ان پر عملدرآمد نہیں کروانا چاہیے“۔

ہم ایسا کہنے والوں سے صرف اتنی بات عرض کریں گے کہ اگر دنیا کے کسی ملک کی حکومت یہ قانون بناتی ہے کہ سڑک پر کچرا پھینکنے والے کو پچاس ڈالر جرمانہ کیا جائے گا، کیونکہ وہ ماحول کو گندہ کر رہا ہے، تو ہم اس قانون کو قابل ستائش قرار دیتے ہیں، اگر کوئی حکومت یہ قانون رائج کرتی ہے کہ ٹریفک سگنل کی خلاف ورزی کرنے والا مستوجب سزا ہوگا کیونکہ وہ نظام درہم برہم کر رہا ہے، تو ہم اس قانون کی پابندی کو بطور مثال بیان کرتے ہیں۔ ہم اس ملک اور اس قانون کی تعریف اس لیے کرتے ہیں، کیونکہ یہ نظام سلطنت میں بڑا بگاڑ پیدا کرنے والی چھوٹی چھوٹی خرابیوں کی روک تھام کے لیے اپنایا گیا ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے ان قوانین سے بڑھ کر بہت سے قوانین ایسے ہیں جو انسانوں کے خالق اور محسن انسانیت ﷺ نے ہمیں بتائے ہیں اور ان پر عملدرآمد کا ہمیں حکم دیا ہے، اب اگر کوئی مسلمان حکومت ان قوانین کو نافذ کرتی ہے جبکہ وہ قوانین اس کی معاشرتی ضرورتوں، اقتصادی تقاضوں اور قومی امنگوں سے بھی مکمل ہم آہنگی رکھتے ہیں، تو پھر وہ قابلِ ملامت کیوں ہے؟ اور اگر اس حکومت کے نافذ کردہ ان قوانین کی کچھ لوگ خلاف ورزی کرتے ہیں اور معاشرے میں بگاڑ اور فساد پھیلانے کا باعث بنتے ہیں اور حکومت انہیں اس جرم کی پاداش میں مناسب سزا دیتی ہے، تو حکومت کے اس اقدام کو ظلم و زیادتی کیونکر گردانا جا سکتا ہے؟

(میں نے کابل بستے دیکھا)

یہ راہیں اب نہ چھوٹیں گی...اب روکے جس میں یارا ہے!

عمر دیبلی

کیا ہندو مشرکوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ کشمیر میں اپنی اسلام دشمنی سے اور فوج کی قوت و جارحیت سے کشمیری مظلوم عوام کو صفحہ ہستی سے مٹادے گی یا ان کو ہندو مذہب میں داخل کر لے گی؟ ان پر زمین تنگ کر کے کیا وہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کشمیر میں عرصہ دراز سے چلنے والی تحریکیں ختم ہو جائیں گی؟ انصار غزوہ ہند کے چند مجاہدین کو شہید کر کے اسلام اور شریعت کے لئے کی جانے والی کوششیں ختم ہو چکی ہیں۔۔۔! کہ وہ اسلام کے فرزندوں کو اپنی بھاری تعداد کی فوجی قوت سے شکست دے دے گا۔ شاید اس نے مسلمانوں کی تاریخ کو سمجھا ہی نہیں ہے یا پھر یہ کہ وہ مسلمانوں کی تاریخ کو سمجھ چکا ہے اسی لئے اتنا ڈر گیا ہے۔ اس کو یہ ڈر کھا رہا ہے وہ ہند کہ جس پر مسلمانوں کے اسلاف نے 800 سال حکومت کی تھی وہ اب پھر سے ہندو مشرکوں کے ہاتھ سے جانے والا ہے، بلکہ ہم تو اس کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ جتنی وہ کوشش کرے گا الحمد اللہ کشمیر میں اتنا ہی زور سے اس کو جواب ملے گا، جتنی مظالم اور سختی میں وہ جلدی کرے گا ہماری فکر یہی کہتی ہے اتنی ہی جلدی ہند کی فتح میں مسلمانوں کا ایک ایک دن قریب ہو رہا ہے۔ یہ اس کا مسلمانوں کو دبانا، ان کو کچلنا، ان پر جا بجا سختیوں کا جال بچھانا، کشمیر میں شہادتیں، یہ گرفتاریاں، یہ کرفیو، اور سب کچھ یہ سب حالات اپنے اندر ایک معنی لئے ہوئے ہیں اور وہ معنی یہی ہے کہ جیسا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں ہمیں (آخری زمانے کے مسلمانوں کو) یہ پیغام دیا اور بشارت بھی دی کہ "اس امت میں سندھ و ہند کی طرف لشکروں کی روانگی ہو گی اور ان کے لئے جہنم سے آزادی کے پروانے ہوں گے..."

جیسا کہ اللہ تبارک و تعالی کا وعدہ ہے قرآن میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ○ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ○وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ○﴾ (سورۃ الصافات: ۱۷۱-۱۷۳)

"اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا۔ کہ یقیناً وہ ہی مدد کئے جائیں گے۔ اور ہمارا ہی لشکر غالب و برتر رہے گا۔"

جیسا کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا:

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۲۸)

"موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالی کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو۔"

میرے کشمیر کے مجاہدوں، غازیو، غازی بابا کے شیر دل بیٹو!

شیخ انور العولقی کے ایک لیکچر کا عنوان "جب اللہ کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے"۔ اس جملے پہ تھوڑی غور و فکر کی ضرورت ہے۔ یہ جملہ اپنے اندر ایک گہرا اور بہت وسیع نظریہ لئے ہوئے ہے۔ اس جملے میں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اپنے آقا ﷺ کی خوشخبریوں پر یقین رکھیں خصوصاً اہل ہند و اہل برصغیر کہ جب ہمارے نبی ﷺ نے یہ خبر ہمیں دے دی ہے کہ

"اس امت میں سندھ و ہند کی طرف لشکروں کی روانگی ہوں اور ان کے لئے جہنم سے آزادی کے پروانے ہوں گے..."۔

تو حالات خود بہ خود اسی طرف مسلمانوں کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں جو سمجھ کر وقت سے پہلے تیاری کر لے گا وہ اپنی دنیا و آخرت بھی سنوار لے گا اور غلبہ دین کے لئے ایک کارآمد مومن ثابت ہو گا۔ اور جس نے اپنی حالت بدلنے میں سستی سے کام لیا تب بھی اس کو یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑے گا اللہ کی طرف سے اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ غزوہ ہند کا طبل جنگ بجایا جا چکا ہے، سو جو شخص بیداری سے کام لے گا سخت سے سخت مشکل حالات میں بھی منہج و فکر سے چمٹا رہے گا اور استقامت دکھائے گا وہ اللہ کے دربار میں کامیاب ٹھہرے گا۔ ہمارے سمجھنے کے لئے یہ بات ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالی کا ہے۔ آج زمین کسی کافر کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے مگر معاملے کے آخر میں واپس متقین کے ہاتھوں میں چلی جائے گی۔ والعاقبة للمتقین۔ اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہو گی جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر فارس و روم و یمن کی فتح کی خوشخبری دی یہ خوشخبری اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اس وقت دی جب وہ قریش اور (قبیلہ) غطفان اور شہر کے اندر موجود یہود کے ہاتھوں (ہر طرف سے گھرے ہوئے) محصور تھے تو ایسے وقت میں منافقین میں سے ایک نے کہا کہ "ہم میں سے کوئی بھی بے خوف و خطر قضائے حاجت کے لئے تو نکل نہیں سکتا اور محمد (ﷺ) ہمیں فارس و روم کی فتح کی خوشخبریاں دے رہے ہیں۔ بیدار رہیئے! منافقین کی کمزور و مکروہ چالیں آپ کے حوصلے کو پست نہ کر دیں، پر عزم رہیئے اور اس بات پر یقین رکھیئے کہ اللہ کی طرف سے غزوہ ہند سجایا جا چکا ہے۔ آپ کا ایک ایک شہید اسی کی آبیاری میں شہید ہو رہا ہے۔ آپ کا ایک ایک غازی اسی طرح غزوہ ہند کے فضائل سمیٹ رہا ہے جس طرح آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

شاہین اڑا، یہ قیدی پرندوں کو بتا کر
ٹکراؤ سلاخوں سے اڑو خوں میں نہا کر

بس یہ امتحان ہے ہندوستان کے مسلمانوں اور مجاہدینِ کشمیر کے لئے کہ جو لوگ حق کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ان عظیم ابطال برہان وانی شہید، ذاکر موسیٰ شہید اور دیگر شہداء

ساتھیوں کے چلے جانے سے تحریک پر کوئی آنچ نہیں آئے گی، یہ اللہ کا وعدہ ہے جب کہ ان سب مصائب و مشکل میں مومن کیا کہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے اس کا وعدہ کیا ہے، بے شک اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ دوسری جانب منافق یہ کہے گا کہ یہ غیر منطقی بات ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا، امت کا حال دیکھو کتنی کمزور ہے، یورپ لڑنے آ گیا، امریکہ سے کون لڑ سکتا ہے؟ امریکا تو خلاء میں پہنچ گیا ہے، مطلب یہ کہ مایوسی کی ساری باتیں، جو کہ شیطان کی چال ہے، جو منافقین کی زبانوں سے اس لئے نکلتی ہے کیونکہ شیطان چاہتا ہے کہ مجاہدین کے حوصلے پست کئے جائیں۔ منافقین اس طرح بات کرتے ہیں کہ جیسے خلاء کوئی عرش کے اوپر کی کوئی جگہ ہے۔ یہ ڈرون یہ جیٹ کے میزائل بھی اللہ کے حکم سے ہی کسی کو زخمی کرتے ہیں یا شہید کرتے ہیں جتنا اللہ نے قدر میں لکھا ہوتا ہے۔ تو جو جو مجاہد ساتھی اس وادی میں شہید ہو رہا ہے یا جیسے شہید ہو رہا ہے، یہ سب اللہ کی منظور شدہ اور لوح قلم کے مطابق ہے، اس میں ہمیں اپنے حوصلے کم کرنے کی ضرورت نہیں۔

رسول ﷺ کی نصرت کے اسباب

آپ ﷺ نے مکہ میں اپنی قوم کو دعوت دی جب انہوں نے دیکھا کہ قوم ان کی مدد نہیں کر رہی اور مشکلات و حالات اتنے سخت ہو گئے تو ایسے حالات میں اللہ عزوجل نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو یہ دعا سکھائی۔

﴿وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ○﴾ (سورۃ الاسراء: ۸۰)

"اور دعا کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما۔"

اسی دعا کے بعد اللہ نے ایسے اسباب بنائے کہ جس کی وجہ سے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پھیلی، حتیٰ کہ دو قبیلے، اوس و خزرج، جن میں ماضی میں آپس میں بھی جنگیں ہوئی تھی، اسلام کے پلیٹ فارم پر آ کر ایک ہو گئے۔ یہ قبیلے مدینہ میں یہودیوں کے ہمسائے تھے اور مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے تھے، بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ۔ یہودیوں کے پاس کتاب کا علم تھا اور نبوّتوں کا بھی علم تھا، جبکہ عرب قبل از اسلام حالت جہالت میں تھے اور ان کو نبوت کے حوالے سے کچھ علم نہ تھا۔ یہودی عربوں کو دھمکی دیتے تھے کہ بس اب نبی کی آمد کا وقت قریب ہے، پھر ہم اس کی پیروی کر کے تم کو ایسے قتل کریں گے جیسے عاد و ارم اقوام کو قتل کیا گیا، چنانچہ جب خزرج کے لوگ مکہ پہنچے، تو انہیں معلوم ہوا کہ یہاں ایک اللہ کا نبی ہے، جو یہ دعوت دے رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر ابھی ہم نے اس کی اطاعت میں سبقت نہ لی تو وہ ہمیں قتل کر دیں گے، یہود ہمیں اسی کی دھمکی دیتے تھے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خیر کا ارادہ فرمایا تھا اسی لئے ان کو اسباب مہیا کر دیئے۔ یہ وہ سبب تھا جو انہیں اسلام کی جانب لے آیا اور وہ اسلام کی قوت بنے۔ اسی طرح اسلام کے ابتدائی دور میں گنتی کے مسلمان تھے اور وہ بھی اپنا ایمان چھپاتے تھے۔ جب اللہ نے نبی ﷺ کی نصرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمرؓ کو مسلمان کر کے اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی نصرت فرمائی اور دین کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے قوت بخشی۔

ایک مثال تاریخ سے

ایک مثال سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے دور کی ہے کہ جب انہوں نے عیسائیوں سے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں شروع کر رکھی تھیں تو جواباً پاپائے روم نے نئی بھرتیوں کا اعلان کیا اور مسلمانوں کے خلاف نئے صلیبی حملے کے لئے نکلنے کے لئے ابھارا، کیونکہ سلطان صلاح الدین کے لشکر بڑی تیزی کے ساتھ قلعے در قلعے فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، جبکہ دوسری جانب عیسائیوں کی طرف سے اس صلیبی لشکر کی قیادت کے لئے یورپ کے تین بڑے بادشاہ موجود تھے۔ ایک کا نام "فریڈرک بربروسا" جو کہ جرمنی کا بادشاہ تھا، بربروسا کا مطلب ہے سرخ داڑھی والا، جو کہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا۔ دوسرا "لوئیدیا فلپس" جو فرانس کا بادشاہ تھا۔ تیسرا رچرڈ شیر دل انگلستان کا بادشاہ تھا، جو کہ اپنی شجاعت کی انتہاء کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا تھا۔ اٹلی کے بحری بیڑے نے فرانس اور برطانیہ کے بادشاہوں کو لے جانے کی ذمہ داری لی۔ فوجی کئی ممالک سے آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾، یعنی کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ لیکن فریڈرک بربروسا کی فوج اتنی بڑی تھی کہ اس کے لئے کوئی بھی بحری بیڑا کافی نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے ہر مشکل و تنگی کے باوجود خشکی کا سفر شروع کیا۔ دوسری طرف مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ جرمنی کا بادشاہ تین لاکھ جنگجوؤں کا لشکر لے کر آ رہا ہے۔ صلاح الدین ایوبی کے ساتھ بھی علماء اور دیگر لوگوں کی ایک جماعت نکلی، لیکن جب ان تک عیسائیوں کی کثرت کی خبر پہنچی یا پھر کوئی اور سبب بنا کہ وہ بھی واپس لوٹ آئے، مگر جہاں تک سلطان صلاح الدین ایوبی کا تعلق تھا، اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب کی اور انہوں نے استقامت دکھائی، حالانکہ فریڈرک اتنی فوج کے ساتھ وارد ہوا تھا کہ وہ خشکی کو بھر دے، میدانوں اور پہاڑوں کو مکمل چھپا دے۔ فریڈرک اپنی فوج مشرقی یورپ سے گزارتا ہوا شاید ترکی یا ارض شام کے کسی دریا پر سے گزرا، اب دیکھیں، یہاں اللہ کی قدرت کہ جب اللہ کسی امر کا ارادہ کر لے تو اللہ کی قدرت کیسے کام کرتی ہے اور مسلمانوں کے لئے اسباب کیسے بنتے ہیں۔ ہوا کچھ یوں کہ فریڈرک جو سر سے لے کر پاؤں تک سوائے آنکھوں کے پورا لوہے کے لباس سے لیس تھا، جب اس نے دریا میں گھوڑا اتارا تو اس کا گھوڑا بدک گیا، گھوڑے نے جھٹکا مارا اور فریڈرک دریا میں جا گرا اور وہ اس میں ڈوب کر مر گیا۔ سبحان اللہ۔

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾

"تیرے رب کے لشکروں کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔"

تو یہ اللہ کی قدرت ہے کہ اتنی بڑی سپاہ کا بادشاہ جو مسلمانوں کو ختم کرنے چلا تھا، وہ ایک پانی میں مر گیا، جس کی گہرائی ایک آدمی کے نصف قد کے بھی برابر نہیں تھی۔ چنانچہ اس کی ساری فوج اسی سے مربوط تھی، جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا فوج کو متحد نہ رکھ سکا، فوج میں منافرت پھوٹ گئی، چنانچہ جب وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو وہ صرف ایک ہزار تھے جو باقی بچے تھے۔ اس کے بعد یہ جرمن فوج اپنوں اور مسلمانوں کی نظر سے گر گئی۔ یہ اللہ کی مہربانی تھی کہ اس فوج کے سپاہیوں کی بڑی تعداد راستے میں بھوک سے، سردی سے، بھٹک جانے سے ہلاک ہو گئی۔ جب اللہ نے سلطان صلاح الدین کی نصرت کا ارادہ فرمایا تو یہ سارے اسباب بنا دیے گئے۔ لہٰذا میرے عزیز بھائیو! غم نہ کرو صبر کرو اور ڈٹ جاؤ کہ اللہ کی نصرت قریب ہے۔ تو بس ہمیں صرف اخلاص کے ساتھ اپنے کام کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنے اور صحیح منہج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر لازم کر کے اس کاروانِ حق کو آگے سے آگے بڑھانے کی ضرورت ہے، دعوتی میدان اور عسکری میدان دونوں میں۔ باقی کام اللہ کے ذمے ہے کہ ہند میں اسلام کیسے غالب ہو گا۔ آپ لوگ یقین رکھیئے کہ اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ساتھ ہو گی۔

جس دیس کو اب ہم جاتے ہیں
وہاں اہلِ محبت کم بھی نہیں...!

حالیہ تاریخ سے ایک مثال

آج افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ غرور میں ڈوبا اور اپنی جدید ٹیکنالوجی سے لیس امریکہ، ایک بدکے ہوئے بدمست ہاتھی کی مانند افغانستان پر، امارت اسلامیہ پر حملہ آور ہوا اور آج بیس سال کے بعد وہ دم دبا کر بھاگ چکا ہے۔ کیا اس کے ساتھ پچاس ممالک نہیں آئے تھے؟ کیا امریکی ٹیکنالوجی کا طالبان سے کوئی مقابلہ کیا جا سکتا تھا؟ لیکن افغان ملت اور عرب و عجم کے غیور مسلمانوں نے خالص اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے قتال کا آغاز کیا اور بیس سال تک اس جنگ کو لے کر چلتے رہے، جب تک کہ دشمن خود تھک نہ گیا۔ یاد رکھیئے! طویل جنگوں میں وہ پہلے شکست کھاتا ہے کہ جو جنگ میں پہلے تھک جاتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت سے طالبان نہیں تھکے۔ یہ بات مشاہدے میں ہے کہ کسی بھی جنگ میں دشمن پر تعرض میں اکثر دشمن ڈرون سے جنگ کرتے، مجاہدین کو مارتے مارتے تھک جاتا ہے، مجاہدین شہید ہو کر گرتے رہتے ہیں، ان کے ٹکڑے ہر طرف بکھر جاتے ہیں، ان کے خون کے قطرے ہوا اپنے ساتھ لے جاتی ہے، لیکن آگے بڑھتے رہتے ہیں، یہاں تک وہ کیمپ یا پوسٹ فتح ہو جاتی ہے اور بالآخر دشمن کو پسپائی ہوتی ہے اور ڈرون بھی چلا جاتا ہے۔

؎ یہ رات میرے چراغوں سے ہار جائے گی

لیکن یہ وہ خوشخبریاں ہیں جن کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، امریکہ اور نیٹو کے مقابلے میں انڈیا تو بہت چھوٹی سی چیز ہے، اس کی ٹیکنالوجی اور فوجی تربیت کسی بھی زاویئے سے امریکی فوج و ٹیکنالوجی کے برابر نہیں، بس اس سارے محاذ پر آپ کو حوصلے اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے اور آپ کی نظر منہج رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں پر ہونی چاہیئے۔ یہ کریک ڈاؤن، یہ محاصرے، آپ کی تحریک کو آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتے، کیونکہ یہ غزوہ ہند ہو گا، ہمارا اس اللہ کے وعدے پر ایمان ہے کہ مجاہدین اسلام غزوہ ہند کے سپاہی ہند کے سرداروں کو بیڑیوں میں جکڑ کر گرفتار کر کے اپنے امیر کے پاس لے جائیں گے۔ کشمیر تو ہند کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے، ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ انڈیا اور پاکستان، مطلب یہ ہے کہ ہم ہند کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ جس نظر سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہند کا علاقہ تھا، جس میں ہند و پاک کے علاوہ اور بھی علاقے تھے۔ آپ لوگ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھئے کہ اللہ نے آپ لوگوں کو اپنے فضل سے اس غزوۂ ہند کی آبیاری کے لئے چنا ہے، اللہ کے اس احسان کا حق اسی طرح ادا ہو گا کہ آپ لوگ اس پر ڈٹ جائیں، ثابت قدمی دکھائیں، کوشش آپ کو کرنی ہے اسباب اللہ مہیا کرے گا۔ کیونکہ اللہ نے آپ کی سمت میں، آپ کے علاقے میں، آپ کے ملک میں، اس غزوہ ہند کا ارادہ کیا ہوا ہے، جو کہ اللہ کا ایک اٹل فیصلہ ہے۔ سو خوشخبری ہے ان نوجوانوں کے لئے، جو اس میں شامل ہو کے اپنی آخرت و جنت اللہ سے انعام کے طور پر حاصل کر پائیں اور ڈٹ جائیں۔ ہندوستان کے لئے اور اس آخری زمانے کے لئے جس کی بشارتیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں اور جس غزوہ ہند کی ہمارے نبی نے خبر دی ہے، تو آپ کو اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے آپ میں سے لوگوں کو کھڑا کیا ہے جو اس بڑے معرکے کی تیاریوں کے لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہت خیال کیجئے کہ کہیں کوئی ناشکری نہ ہو جائے، اس نعمت کی قدر کیجئے کہ اللہ نے آپ کی قوم کو اس کام کے لیے چنا ہے، لہٰذا اس پر ڈٹ جائیں اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مشن پر نگاہ رکھتے ہوئے شریعت کو تھامے رکھیں۔ یہ راستہ ہے ہی کٹھن اور مشکل، لیکن اگر اجر پہ نظر ہو، جنت اور آخرت کے انعامات پر نظر ہو، تو سب آسان ہو جائے گا، ان شاء اللہ، جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا اور بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اے ہندوستان کے مشرکو... سن لو!

حقیقت یہ ہے کہ تم بھی یہ بات جانتے ہو کہ جس طرح مشرکین مکہ کا سردار ابو جہل جانتا تھا کہ محمد کی دعوت سچی ہے اور قرآن کو چھپ چھپ کر سنتا تھا، بالکل اسی طرح ہندوستان میں یا کشمیر میں مسلمانوں کے خلاف جو محاذ سجایا گیا ہے، اور اس کی کمانڈ تمہارے جن مشرک لیڈروں کے ہاتھ میں ہے، وہ بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت یقیناً سچی ثابت ہو گی۔ اور یہی ڈر ان کو کھائے جا رہا ہے، اور اسی کی سوچ میں وہ کھوئے ہوئے ہیں۔ ان کو سمجھ نہیں آ رہا کہ کریں تو کیا کریں! اس اسلامی ریلے کو ہم کس طرح روکیں۔ سوائے اس کے کہ کبھی گھر واپسی کی تحریک چلا کر، کبھی لَوّ جہاد کے نام پر، کبھی گاؤ ماتا کو حلال کرنے پہ، کبھی مساجد پر حملے کر کے، کبھی دہلی فسادات کی صورت میں، کبھی گجرات فسادات میں مسلمانوں کو

شہید کر کے، مطلب مختلف قسم کے حربے آزما رہا ہے۔ لیکن کیا وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو جائے گا؟ کیا آر ایس ایس کے غنڈے مسلمانوں پر مسلط کر کے تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دو گے؟ ہندوستان کی سیاست کے زور پر مختلف قسم کے قانون پاس کروا کر، یا رائج کروا کر، تم مسلمانوں پر زمین تنگ کر کے یہ سمجھ رہے ہو کہ ایک مسلمان کو ہندو بنالو گے؟ اس ہندو حکومت اور ہندوازم اور اس مشرک ہندو قوم کو ہم یہی پیغام دیتے ہیں، اللہ کی قسم! تم تھک جاؤ گے، لیکن ہمارے حوصلے نہیں توڑ پاؤ گے، ہماری جدوجہد اللہ کے فضل سے اب جس رخ پہ چل نکلی ہے، اس سے تم اور تمہاری اسٹیبلشمنٹ، فالتو ہی پریشان نہیں ہے، کیونکہ تمہاری قوم کے اہل عقل لوگ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے تمہارے اوپر آٹھ سو سال حکومت کی ہے، اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ایک بار مسلمان قوم جاگ جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اللہ کے حکم سے ان کو نہیں روک پائے گی۔ الحمد اللہ مسلمانوں کی تاریخ دنیا کی اقوام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے اور شاید تم بھی یہ بات بخوبی جانتے ہو، اسی لئے بوکھلائے ہوئے ہو، کیونکہ تمہارے سامنے افغانستان کی تازہ مثال مسلمانوں کی جرات و استقامت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ چونکہ امریکہ کو افغانستان میں بھی بیس سال جنگ لڑنے اور اپنا مال لٹانے کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ ادھر جو میں نے بیس سال جنگ لڑی، وہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں لڑی، وہ چند نوجوان تھے جنہوں نے میرے ساتھ یہ چال چلی کہ وہ مجھے کھینچ کر اپنی مرضی کے میدان میں گھسیٹ لائے اور میں غرور و تکبر کے نشے میں دھت ہو کر افغانستان میں چھلانگ لگا بیٹھا۔ اور اپنی ساری معیشت اس جنگ میں لٹانے کے بعد اب اسے ہوش آیا ہے کہ اس افغانستان کی سرزمین پر تاریخ میں ہمیشہ انگریزوں نے مات کھائی ہے، صرف انگریز نہیں بلکہ ہر دور کی کفری طاقتوں کے لئے یہ جگہ ناقابل حصول رہی ہے۔ الحمدللہ۔ تو چاہے امریکہ کے ساتھ تم اپنے دفاعی بجٹ میں جتنے بھی معاہدے کر لو، دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی خرید لو۔ کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ 2001ء میں جب امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا تو اس کے ساتھ دنیا کے جدید ٹیکنالوجی سے لیس پچاس ممالک تھے؟ اور آج الحمدللہ سب واپس ہو گئے ہیں۔ اور تمہارے اس ہندوستان پر تو ویسے بھی ہمارے آباء واجداد نے حکومت کی ہے، یہ ہندوستان تو ہے ہی ہماری ملکیت اور ان شاء اللہ ہم اس کو بہت جلد لے کر رہیں گے۔

اے آر ایس ایس کے غنڈو اور بی جے پی کے بزدلو!

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ تم گاؤ ماتا کے نام پر مسلمانوں کو شہید کر کے ان سے ان کا مذہب بدلوالو گے؟ اور ان پہ زندگی تنگ کر دو گے؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تمھارے ہر ظلم سے، ہر جبر سے، ہندوستان کی مسلمان عوام اٹھ کھڑی ہو گی، بلکہ اللہ تعالیٰ ہندوستان میں مسلمانوں کو کھڑا کرنے کا کام بھی تم ہی سے لے رہا ہے، جو امریکہ کی طرح تمہیں بھی بیس سال بعد ہی سمجھ میں آئے گا۔ غریب الحال اور مفلس غیر مسلح مسلمانوں کو ایک بھرے مجمع میں گھیر کر مار دینا اور ان کی بچی کچی املاک و گھروں کو اجاڑ دینا، یہ سب وہ کام ہیں جن کے کرنے سے غیرت مند قوموں میں انقلاب برپا ہوتے ہیں، اور وہ پھر اپنے جان و مال و آبرو و ایمان کی حفاظت کے لئے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور ان شاء اللہ ہندوستان کے مسلمان زیادہ دیر تک تمھارے ان مظالم پر چپ رہنے والے نہیں، ہماری مسجدوں پر لشکر کشی کرنا، ہمارے مذہب پر طعنہ زنی کرنا، غرض یہ کہ تمہارے کئے گئے ہر جرم و ستم سے ایمان کی روح ہندوستان کے مسلمان کو جھنجوڑنے کے لئے کافی ہو گی۔ صرف ایک دفعہ کھڑے ہونے کی دیر ہے، پھر دنیا بھی دیکھے گی کہ کس طرح مجاہدین اسلام ہند کے سرداروں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے۔ یہ سب کوئی قصے کہانیاں نہیں ہیں، یہ ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے، ان بشارتوں پر جو کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں بتلائی ہیں۔

اے مودی حکومت... اے ہندو بلوائیو... سن لو!

تمہارے فوجی، آپریشن اور کریک ڈاؤن کر کر کے، ہمیں شہید کر کر کے تھک جائیں گے، لیکن ہمارے نوجوان نہیں تھکیں گے ان شاء اللہ۔ کیونکہ حق بہر حال غالب ہو کے رہے گا اور باطل کو فنا ہونا پڑے گا۔ یہ شہادتیں ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتیں، یہ کریک ڈاؤن، یہ موسم کی سختیاں، یہ اسلحے کی کمی، یہ سب مادی چیزیں ہیں۔ تم نے ابھی تک جہاں بھی فسادات مچائے ہیں، مسلمانوں پر چڑھائیاں کی ہیں، وہ نہتے، مظلوم، محاصرے میں گھرے مسلمان تھے، وہ دہلی ہو یا احمد آباد۔ یاد رکھو! تمہارا ابھی تک صحیح معنوں میں مجاہدوں و غازیوں سے سامنا ہوا ہی نہیں ہے، جا کر پوچھو اپنے پرکھوں سے کہ محمود غزنی کے لشکر کے شیروں نے تمہیں کیسے اور کس طرح سے عبرت کا نشان بنایا تھا۔ جاؤ پوچھو اپنے بوڑھوں سے کہ احمد شاہ ابدالی نے تمہارے پرکھوں کی کیا درگت بنائی تھی۔ یہ مت سمجھنا کہ ہندوستان و کشمیر کے مسلمان اکیلے و تنہا ہیں، تم جب چاہو ان کو ادھیڑ کر رکھ دو۔ یاد رکھو! تمہیں ایک ایک ظلم کا حساب دینا پڑے گا، ان شاء اللہ۔ تمہاری تاریخ بزدلی کی تاریخ ہے، تمہارے اندر شیروں سے لڑنے کا حوصلہ نہیں، تم غول بنا کے حملے کرتے ہو، لیکن ایک بھی شیر تمہارے سامنے آجائے تو تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہو۔ مسلمانوں سے ٹکر لینے سے پہلے ایک دفعہ مسلمانوں کی تاریخ کا جائزہ لے لو، اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیں ہمارے ایمان کی وجہ سے نصرت عطا فرمائی، نہ کہ اسباب کی وجہ سے۔ روس بھی بھاگا، امریکہ بھی بھاگا۔ روس نے امریکا کو سمجھایا تھا، لیکن وہ مانا نہیں، اس کو تجربہ کرنا تھا، سو کر لیا اس نے اپنا شوق پورا۔ تو تم بھی تجربہ کر کے دیکھ لو۔ ان شاء اللہ، ہم یہ بات وثوق سے کہتے ہیں کہ روس کو تو بھاگنے کا موقع مل گیا، امریکہ کو بھی بھاگنے کا راستہ مل گیا، لیکن وہ وقت اب دور نہیں جب تمہیں بھاگنے کی اور چھپنے کی جگہ بھی نہیں ملے گی، اور تم صرف مارے اور قتل کئے جاؤ گے اور بیڑیوں میں جکڑے جاؤ گے۔ ان شاء اللہ

تو ہم تمہیں یہ بات سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں، امریکی ایماء پر اور امریکہ کے ساتھ یہ تمہارے دفاعی بجٹ بھی، یہ ساز و سامان بھی، ہمارے ایمان کی طاقت کے سامنے ٹک نہیں پائیں گے۔

جب اللہ نے ارادہ فرما لیا، تو تمہیں کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی، چاہے تمہارا پڑوسی ملک (پاکستان) بھی تمہارے ساتھ سرحدی معاملات میں اتحاد کر لے، اور یہ یاد رکھو، جس ہند کی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی اس میں آج کے دور کا پاکستان بھی شامل ہے، ان شاء اللہ پاکستان اور ہندوستان کا سورج ایک ہی ساتھ مجاہدین اسلام کے ہاتھ پہ غروب ہو گا، اور پھر اس کے بعد ایک نئی صبح روشن ہو گی، جو امن و خوشحالی کا پیغام ہو گی۔ ہماری ایک ایک یادگارِ ہند ہمارے ہاتھ میں ہو گی، اور ہم پھر سے بابری مسجد بنائیں گے، بلکہ اس دفعہ ان شاء اللہ زیادہ شان و شوکت سے اس کو سجائیں گے، ان شاء اللہ۔

ہندوستان کے میرے عزیز مسلمان بھائیو!

آپ کے حالات ہمارے سامنے ہیں، لیکن اس میں آپ کو ہی ہمت و حوصلے سے کام لینا پڑے گا اور واپس اپنے اسلاف کی سنتوں کو زندہ کرنا پڑے گا۔ آپ کے لئے کشمیر کا محاذ ایک مدرسے کی حیثیت رکھتا ہے، جو ہندوستان کا بیٹا، بھائی یا مجاہد فی سبیل اللہ، ہندوستان میں ہندو بنئے سے آزادی و نجات چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس ہندوستان میں اسلام کا پرچم لہرائے اور شریعت کا بول بالا ہو، تو اسے چاہئے کہ کشمیر میں مجاہدین کی صفوں کو مضبوط کرے اور ان کی صفوں میں شامل ہو جائے۔ اور اس ہندو راج کی غلامی سے اپنے آپ کو نکال کر اللہ کی غلامی میں دینے کا عہد کر لے۔ آخری زمانے کی خبریں اللہ کے نبی نے پہنچادیں کہ خراسان سے، یمن سے، ارض شام کی طرف، سندھ و ہند کی طرف، مسلمانوں کی سپاہ ہوں گی، معرکہ آرائیاں ہوں گی۔ جب قبرص فتح ہوا تو سیدنا ابو الدرداءؓ رونے لگے، زبیر بن نفیل نے ان سے کہا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ یہ ایک زبردست غالب قوم تھی، پھر جب غلام بن گئی تو اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ سو یاد رکھیے کہ مدد قتال کے ساتھ آتی ہے، اللہ کی مدد بیٹھے رہنے سے نہیں آتی، مومنین کے سینوں کو ٹھنڈک بھی جنگ سے ملے گی، ہم اس خوش خبری کی بات کر رہے ہیں کہ یہ امت ہند کو فتح کرے گی، یہ امت روم کو فتح کرے گی، یہ امت مشرق و مغرب کو فتح کرے گی، اور یہ سب اس ربّانی وعدے اور ان احادیث مبارکہ کی بنیاد پر ایسا ہو گا۔ صرف ایک چیز کو تھام کے رکھنا ہے کہ ہمت نہیں ہارنی، حوصلوں کو پست نہیں کرنا اور اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے بڑی سے بڑی رکاوٹ کو توڑ دینے کا عزم ہمیشہ آپ کے ساتھ ہو۔

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر
تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر

جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو
بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو

یاد رکھیں! وہ وقت قریب ہے کہ جب مجاہدین دہلی کی چوکھٹ پہ دستک دیں گے اور ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں انڈیا گیٹ سے نکلیں گی اور سری نگر تا دہلی تک ایک ہی نعرہ گونجے گا ”لا الہ الا اللہ“، ہم ان شاء اللہ اپنا ایک ایک ورثہ اس ہندو بنئے سے واپس لیں گے، ہم اپنی ایک ایک بہن کی آبرو کا بدلہ لیں گے، اپنے ایک ایک ننھے مظلوم شہید کا بدلہ لیں گے۔ ان شاء اللہ۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆

جہادی امت اور اس کی قیادت!

”وہ جہادی امت جس کی قیادت بھی جہاد کے طویل مراحل سے گزرنے کے بعد سامنے آتی ہے وہ امت آسانی سے اپنی قیادت کا ساتھ نہیں چھوڑتی اور نہ ہی وہ امت خود ہی اپنی امت کا تختہ الٹانے کے منصوبے بناتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے دشمنوں کو اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اس کی قیادت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کریں۔ ایسے طویل عرصوں تک جاری رہنے والی جہادی تحریکات کا ایک ایک فرد اس بات کا گہرا شعور رکھتا ہے کہ اس نے فتوحات تک پہنچنے کے لئے بہت سی قربانیاں اور بھاری قیمت ادا کی ہے اور ایک اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے اپنی بہت سی قیمتی اشیاء کھپائی ہیں اسی لئے ایسی جہادی امت نہایت امانت و دیانت کے ساتھ اس مسلم معاشرے کی حفاظت کرتی ہے۔“

شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ

ادارۂ حطّین کی نئی مطبوعات

أنس الغريب
بالصلاة على النبي الحبيب
صلى الله عليه وسلم
پیارے نبی ﷺ پر درود وسلام کا مجموعہ
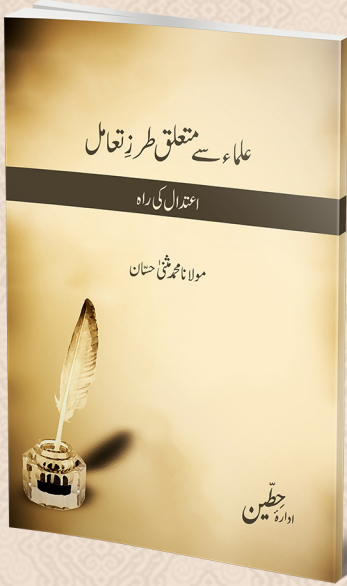
علماء سے متعلق طرز تعامل میں اعتدال کی راہ
مولانا محمد مثنیٰ حسّان

حصن المجاهد
من مكايد الأعداء وحرزه في الشدائد
حفاظت کی دعاؤں کا مجموعہ
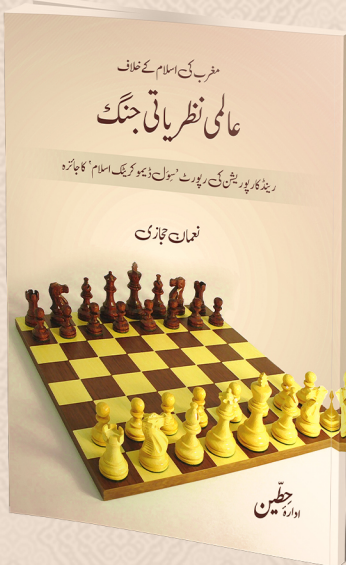
مغرب کی اسلام کے خلاف عالمی نظریاتی جنگ
نعمان حجازی

www.matboaate.net

t.me/idarahittin

علامہ محمد اقبالؒ کی نظم

طلوعِ اسلام

سے منتخب اشعار

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ جگر میں ڈوب کر نکلے

ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گہر نکلے

غبارِ رہ گزر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اکسیر گر نکلے

ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھی جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

یقیں افراد کا سرمایہ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیرِ ملت ہے

تو رازِ کن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل! اچھل کر بے کراں ہو جا

غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم! اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سر زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ
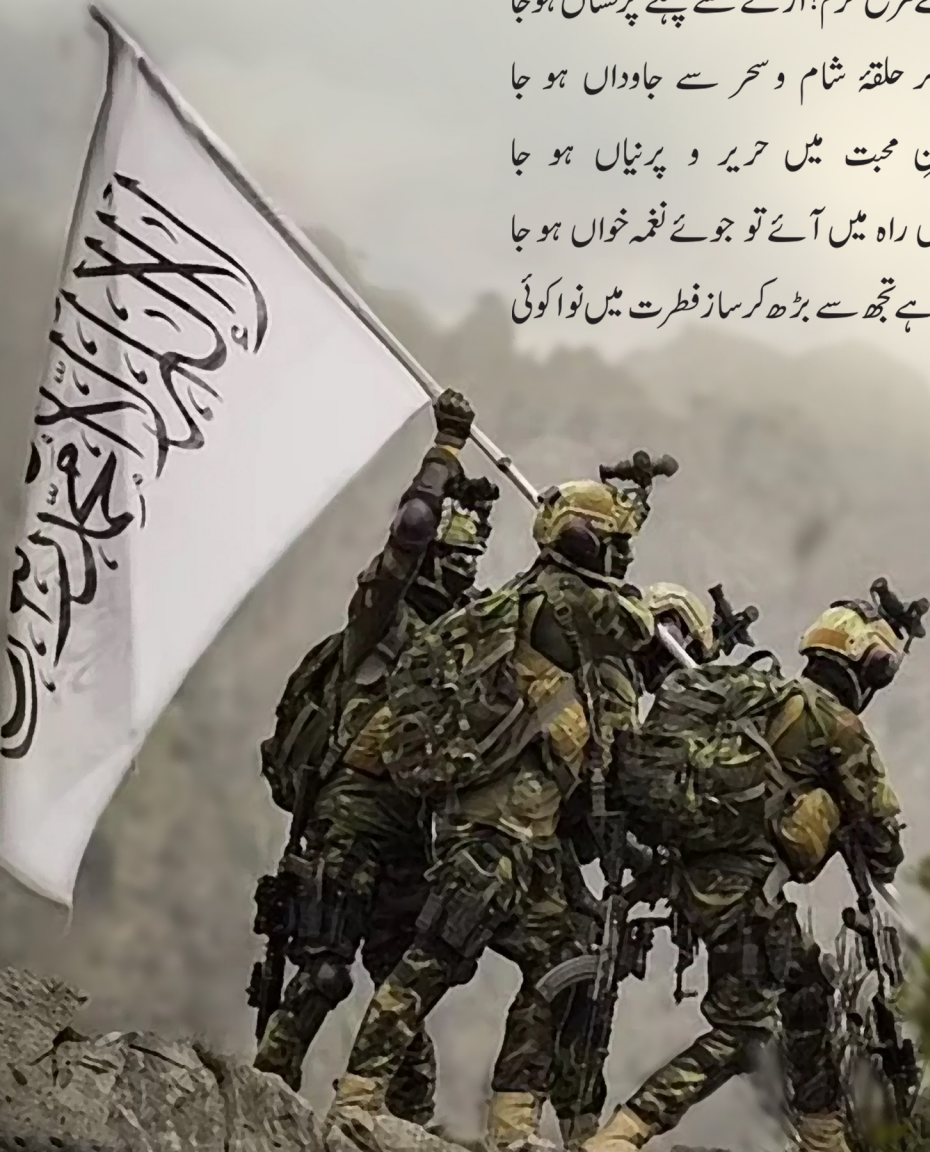
’’آج ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلامی دنیا کا وہ (۱۴۰۰ سال پرانا، تین براعظموں پر محیط) نقشہ پھر سے زندہ کرنے چلے ہیں، یہاں تک کہ تمام عالمِ اسلام اللہ تعالیٰ کے اذن سے خلافت کے جھنڈے تلے ایک ملک بن جائے۔ آج ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے اہلِ ایمان کی تاریخ کا ایک نہایت پاکیزہ روشن باب رقم کر رہے ہیں؛ اور وہ ایک ایسے دور میں جب ظلم وجور اور کفر وفساد نے ہر سو پھیل کر شرق وغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ پس خوش قسمت تو آج وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پرچمِ توحید تلے ثابت قدمی عطا فرما دیں‘‘۔

امیر المومنین ملّا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ
گیارہ ستمبر کے بعد دیے گئے ایک انٹرویو سے اقتباس

صحافی: آپ اسامہ بن لادن کو ملک بدر کیوں نہیں کرتے؟

امیر المؤمنین ملا محمد عمر: یہ معاملہ اسامہ بن لادن کا نہیں، اسلام کی عزت داؤ پر لگی ہوئی ہے، پشتون روایات داؤ پر لگی ہوئی ہیں۔

صحافی: آپ کو علم ہے کہ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے؟

امیر المؤمنین ملا محمد عمر: میرے سامنے دو اعلانات ہیں؛ ایک اللہ کا اعلان اور دوسرا بش کا اعلان۔ اللہ کا اعلان یہ ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا، اور بش کا اعلان یہ ہے کہ وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا، ہمیں شکست دے گا۔ اب دیکھتے ہیں کہ کس کا اعلان سچ ثابت ہوتا ہے؟

صحافی: آپ اپنے ملک، قوم، طالبان اور اپنے بارے میں خوف زدہ نہیں ہو؟

امیر المؤمنین ملا محمد عمر: اللہ اہلِ ایمان کی مدد فرماتا ہے۔ دنیاداری کے حساب سے امریکہ بہت طاقتور ہے۔ اس سے دوگنا طاقتور بھی ہوجائے تو اتنا طاقتور نہیں ہوسکتا کہ ہمیں شکست دے سکے۔

صحافی: آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کو فکر نہیں، جبکہ دنیا بھر کے انسان فکر مند ہیں؟

امیر المؤمنین ملا محمد عمر: ہم بھی فکر مند ہیں۔ لیکن ہمارے سامنے بڑے مقاصد ہیں۔ ہم اللہ کی رحمت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایک دن ہم پر فیصلہ کن وقت ضرور آئے گا، اور ایسے میں اللہ کی رحمت مسلمانوں کے ساتھ ہوگی۔ اگر ہم آج اسامہ بن لادن کو ان لوگوں کے حوالے کر دیں تو وہ مسلمان جو آج حوالے کرنے کے حق میں بول رہے ہیں، کل ہمیں ہماری اس حرکت پر طعنہ دیں گے۔ یہی لوگ کہیں گے کہ تم نے اسلام کی عزت داؤ پر کیوں لگائی۔ تم نے اسلام کی شرمندگی کیوں کمائی؟ آج ہر کوئی امریکہ سے خوف زدہ ہے، لیکن امریکہ اپنے اس عمل کا تحفظ کبھی نہیں کر سکے گا۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ اگر آپ مسلمان ملکوں کو دیکھیں تو وہاں کی عوام مایوس ہیں، وہ اسلام کے لٹ جانے کا ماتم کر رہے ہیں۔ اسلامی قوانین کی جگہ آج کفری قوانین نافذ ہیں۔ لیکن لوگ اسلام کے عقیدے کے ساتھ مضبوط ہیں۔

صحافی: آپ کی اس بات کا کیا مطلب ہے کہ امریکہ نے اسلام کو یرغمال بنا رکھا ہے؟

امیر المؤمنین ملا محمد عمر: امریکہ اسلامی ممالک کی حکومتوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ حکمران اسی وجہ سے عوام کی امنگوں سے دور ہیں۔ لوگ اسلام پر چلنے کو کہتے ہیں، لیکن یہ حکومتیں نہیں چلتیں۔ لوگ بے بس ہیں، کیونکہ حکومتیں امریکہ کے کنٹرول میں ہیں۔ امریکہ نے ہم پر حملے کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ ایک برائی ہے۔ یہ ایک میرے یا اسامہ بن لادن کے مرنے سے ختم نہیں ہوگی۔ امریکہ کو اپنی بادشاہت دنیا سے...... خصوصاً مسلم دنیا سے ایک دن ختم کرنا ہوگی۔

صحافی: اس کا مطلب ہے کہ آپ اسامہ بن لادن کو حوالے نہیں کریں گے؟

امیر المؤمنین ملا محمد عمر: ہرگز نہیں، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر ہم مسلمان ہی نہیں۔ اسلام ختم ہوگیا۔ اگر ہم حملے سے ڈرتے تو اس وقت ہتھیار ڈال دیتے جب ہم پر پہلی دفعہ حملہ ہوا تھا۔ امریکہ ہم پر دوبارہ حملہ کرے گا۔ اور اب تو دنیا میں ہمارا کوئی دوست بھی نہیں رہ گیا۔

صحافی: اگر امریکہ پوری طاقت سے حملہ کرے تو آپ کو شکست دے دے گا اور آپ کی پوری قوم تباہ ہوجائے گی۔

امیر المؤمنین ملا محمد عمر: بظاہر تو یہی لگتا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ یاد رکھیں کہ ہمارے پاس صرف ایک راستہ باقی بچا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ کریں۔ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کی مدد بھی کرتا ہے، اس پر رحمتیں بھی نازل کرتا ہے اور وہ کامیاب ہوتا ہے۔